۷۸۶

صبر نسواں
عرف
نیک مرد و نیک بیبیاں

مؤلفہ

مولانا احمد سعید صاحب یومیہ دار سرکار نظام مولف کتب متعدد اخلاق

فہرست مضامین کتاب ہذا

یہ کتاب عورتوں کو خیر النسا اور مردوں کو احسن الناس بنادیگی۔ ناظرین کی سہولیت کے لئے فہرست مضامین مع صفحات درج کی جاتی ہیں جس مضمون کو دیکھنا ہو بالمقابل صفحہ کا ہندسہ دیکھ کر نکال لو۔

قیمت کاغذ ولایتی ۱۰؍ مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی ۱۳۵۲ھ کاغذ رف ۱۲؍

صبر النسواں

عُرف

نیک مرد و نیک بیبیاں

نذرِ عقیدت

میں اس ہدیۂ موعظت کو حسنِ عقیدت سے سراسر حکمت امیر المومنین سلطان الحکیم تاجدارِ دکن اعلیحضرت میر عثمان علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ ہفتم دام اقبالہم کی بارگاہِ سلطانی میں پیش کرتا ہوں

دعا گو محمد حفیظ اللہ

مطبوعہ محبوب المطابع دہلی

تقریظ از جناب منشی محمد سعید الدین صاحب لشکین دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آنچہ نصیب است ہم میرسد گر نستانی بہ ستم میرسد

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ

علمائے اخلاق میں صبر کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ صبر۔ رضا۔ توکل۔ یہ درحقیقت تینوں ایک ہیں۔ مگر ان میں باریک فرق ہے۔

صبر۔ اُن دنیاوی بلاؤں اور مکروہات پر ثابت قدم رہنے کا نام ہے جو مقدرات آسمانی سے بندہ پر وارد ہوتی ہیں۔ اُن مصائب کو برداشت کرنا۔ شور و شغب نکرنا اظہارِ ملال نکرنا۔ اور سکون سے اُن کا مقابلہ کرنا۔ اور اُن سختیوں کو منجانب اللہ تصور کرنا۔ اور یہ جاننا کہ (ع) کہ سر سے ٹلتے ہیں کب قضا و قدر" صابر و شاکر ہو جانا شیوہ مرداں ہے۔ اظہارِ رنج و غم۔ فریاد و زاری سے مقدراتِ سماوی نہیں ٹلتے۔ پھر چیخنا۔ چلانا زمانہ کی شکایت کرنا۔ آسمان کو گالیاں دینا۔ بضعیبہ کو پیٹنا۔ بیہودہ ہے۔ یہ باتیں انسانی تہذیب اور شائستگی کے بالکل خلاف ہیں اور اخلاق سے گری ہوئی ہیں لہذا انسان کو چاہیئے کہ جو نقصانات مالی اسکو پہنچیں اُنکی تلافی کی کوشش میں فوراً مصروف ہو جائے۔ اور جن اُمور کی تلافی انسانی امکان سے باہر ہو اُنکو منجانب اللہ جانکر صبر کرے جزع و فزع نکرے۔ ممکن ہے کہ اُس سے بہتر اللہ اُسکو عنایت کرے۔ آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

رضا۔ یہ دوسرا درجہ صبر کا ہے۔ اِس سے یہ مُراد ہے کہ ضرر و نقصان جو کچھ عائد حال ہوا

اُس سے تنگدل نہو۔ دل کو مطمئن رکھے۔ اِس میں یہ نکتہ ہے کہ انسان کو جب کوئی
صدمہ پہنچتا ہے تو وہ حواس باختہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ بدحواسی اُسکو اُس نقصان کی تلافی
کرنے سے روکدیتی ہے۔ جسکی وجہ سے نقصان کا بدلہ ہونا تو درکنار رہا۔ آئندہ کی
بہبودی کی صورت بھی نقش برآب ہوجاتی ہے۔ اور نقصان در نقصان ہوجاتا ہے
لہذا طبیعت کو خوش رکھے۔ تاکہ حواس معطل نہوجائیں۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انہوں
نے خدا سے دعا کی کہ الہیٰ مجکو وہ علم عنایت کیجئے جس سے کہ آپکی خوشنودی حاصل ہو
ارشاد ہو کہ قضائے الہیٰ سے خوشنود ہو۔ اور جب تو قضائے الہیٰ سے خوش ہوگا تو
میں تجھ سے خوشنود ہونگا۔

توکّل۔ یہ تیسرا درجہ صبر کا ہے۔ اسکے معنے ہیں اسباب دنیاوی سے دلکو ہٹا لینا
اور ہر چیز کو خدا کی جانب سے جاننا۔ نفع ہو تو یہ سمجھنا کہ وہ خدا کی جانب سے ہوا ہے
ضرر ہو تو بھی یہ جاننا کہ منجانب اللہ ہوا ہے۔ اُسکو اسباب دنیاوی سے منسوب نکرے
مثلاً ضرر ہو تو یہ نجانے کہ ہم اسکے خلاف کرتے تو فائدہ ہوتا۔ نفع و نقصان سب خدا
کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان کو چاہے کہ اپنی تدابیر سے فائدہ ہی فائدہ اُٹھائے اور ضرر سے
بچ جائے یہ ناممکن ہے اور اُسکے بس کی بات نہیں ہے۔ جس کام کو شروع کرے تو
سمجھے کہ السعی منی والاتمام من اللہِ تعالیٰ عمل کرنا میرا کام ہے اور نفع و نقصان یہ خدا
کے ہاتھ ہے۔ اور درحقیقت تو یہ ہے کہ عمل بھی انسان سے بغیر تائید ایزدی نہیں ہوسکتا
لہذا ہر انسان کو ہر کام میں خدا پر توکل کرنا چاہیئے۔

تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش باش

حاصل کلام آجکل مردوں خصوصاً عورتوں میں صفت صبر بالکل مفقود ہے۔ اور
اِس وجہ سے طرح طرح کے خانگی فتنہ و فساد برپا ہیں۔ جن سے ہر خاندان کی زندگی
تلخ ہوگئی ہے۔ دن کا چین۔ رات کا آرام جاتا رہا ہے۔ کوئی گھر اِس سے خالی نہیں

مولانا احمد سعید صاحب خواہرزادہ مولوی رحیم الدین صاحب روزینہ دار ریاست حیدرآباد دکن جو میرے دیرینہ مہربان ہیں۔ انہوں نے اس فتنہ و فساد کا اصلی سبب یہ دریافت کیا کہ ہماری مستورات میں قدیم مومنات کے حالات سے واقفیت کی کمی ہے اگر وہ بزرگان سلف اور مومنات قدیم کے حالات اور انکی صبر و سکون کی خاموشانہ زندگی سے آگاہ ہو جائیں تو موجودہ طوفان بے تمیزی میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے۔

اس مدعا کو پیش نظر رکھکر یہ کتاب تحریر کی گئی ہے۔ اسکے مضامین میں خصوصیت از عورتوں ہی کے ساتھ ہے مگر ضمن میں صابر مردوں کے حالات۔ اور تاریخی واقعات بھی آ گئے ہیں۔ اس لئے یہ مردوں و عورتوں دونوں کے لئے اقتضائے وقت کے لحاظ سے مفید ہے۔ اس میں صابرہ عورتوں کی دلچسپ حکایتوں سے صبر کی تعلیم عام مستورات کو دیگئی ہے اور اسکے خوشگوار نتیجوں کا بیان ہوا ہے۔

اس کتاب کو ایک دیباچہ اور تین حصوں پر منقسم کیا ہے۔

دیباچہ میں صبر کا شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

حصہ اول۔ میں سابقہ امتوں کی صابرہ عورتوں کا بیان ہے

حصہ دوم میں پہلے ایام جاہلیت کا بیان ہے۔ پھر ازواج مطہرات و اہلبیت کبار کے صبر و تحمل کا بیان ہے۔ ضمناً حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کا بیان بھی آ گیا ہے۔

حصہ سوم۔ میں مختلف مضامین ہیں۔ جن کا صبر کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔

ہر نوعیت کے اعتبار سے کتاب قابل قدر ہے اور اقتضائے زمانہ کے مطابق ہے۔ امید ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے درس عبرت ہو گی اور وہ اس سے کافی و وافی فائدہ اٹھائیں گے۔

راجی الرحمۃ۔ نیاز آگین سعید الدین

صبر النسوان

عرف

نیک مرد و نیک بیبیاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

خدا کی حمد بندہ ضعیف و ناتوان سے کیونکر ادا ہو سکتی ہے جبکہ رسول کریم مہبط جبریل خود بعجز و انکسار معترف ہوں کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اور حضور انور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ثنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ جبکہ خود خداوند قدوس فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْم

الٰہی از تو عشق مصطفےٰ را   محمدؐ از تو می خواہم خدا را

اے سعید کوئی کام۔ خواہ دینی ہو یا دنیاوی بغیر "صبر" کے ہو نہیں سکتا۔ اور بجالانا کسی فرض کا۔ اور چھوڑ دینا کسی معصیت کا صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایمان "صبر" کو کہتے ہیں۔ اور دوسری حدیث کا ترجمہ ہے کہ صبر آدھا حصہ ایمان کا ہے۔ اور صبر کی فضیلت اس سے بھی پائی جاتی ہے کہ صبر کا ذکر قرآن شریف میں تقریباً ستر جگہ مذکور ہے۔ اور تقرب کا مرتبہ موقوف صبر پر ہے۔ حتیٰ کہ راہ دین کی امامت اور سرداری کو صبر ہی پر موقوف رکھا ہے۔ اور سرداری کو وہی پا سکتا ہے جو سب کی گرم و سرد کی برداشت کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ اور ثواب بےحساب صابروں کو عطا فرماویگا چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ

بَغَیْرِ حِسَابٍ اور صابروں کا معین خود اللہ پاک آپ ہے وَاللّٰہُ مَعَ الصَّابِرِیْنَ اور درود
اور رحمت اور ہدایت تینوں چیزیں سوائے صابرین کے دوسروں کو نہیں عطا فرمائیں
چنانچہ ارشاد ہے اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔
صابروں کو اللہ تعالیٰ بہت عزیز رکھتا ہے۔ صبر کا خلعت اپنے دوستوں کو عنایت فرمایا
ہے۔ اور حضرت رسول کریم نے فرمایا ہے اِنَّ اَقَلَّ مَا اُوْتِيْتُمُ الْيَقِيْنُ وَعَزِيْمَةُ الصَّبْرِ
یعنی صبر اور یقین سے لوگوں کو تھوڑا حصہ ملا ہے۔ جسکو یہ دو صفتیں منجانب اللہ ملی ہوں۔
اُسکو کچھ ڈر نہیں اگرچہ نماز اور روزہ معمولی اُسکا کیوں نہو۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے۔ اے میرے صحابیوں۔ جن اُمور پر تم صبر کرو گے اور صبر پر مداومت کرو گے
تو یہ امر تمہارا مجکو پسندیدہ اِس سے ہے کہ ہر فرد بشر اتنی عبادت کرے کہ جتنی تمام ملکر
کریں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد دنیا کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو۔ اور تم
ایک دوسرے کے خلاف کرو۔ اور آسمان والے یعنے فرشتے تمہارے افعال سے
نفرت کرنے لگیں۔ اور جو کوئی صبر کرکے ثواب کی اُمید رکھیگا پورا اجر اُسکو ملیگا۔

اے لوگو صبر اختیار کرو کہ دنیا کی زندگی باقی نہیں رہتی۔ اور خدا کے پاس کا ثواب
قائم رہتا ہے۔ اور حضرت علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا آخر تک اور فرمایا کہ صبر ایک خزانہ ہے جنت
کے خزانوں سے اور صبر سخی جوانمرد کو ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ صابرین کو دوست رکھتا ہے
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ۔ اور داؤد علیہ السّلام پر وحی نازل ہوئی۔ کہ تو میرے اخلاق
کی پیروی کر۔ اور میرے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ میں صبور یعنی صبر کرنے والا
ہوں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے لوگو جبتک نامرادی پر صبر نکرو گے
اپنے مطلب پر نہ پہنچو گے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت انصار سے
پوچھا کیا تم مومن ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہاں۔ کہا اِسکی علامت کیا ہے۔ کہا ہم خدا
کی نعمت پر شاکر ہیں۔ اور محنت و بلا پر صابر۔ اور تقدیر الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ کہا آپ نے تم

سچے مومن ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ صبر کی نسبت ایمان کے ساتھ ایسی ہی
جیسے سر کا تعلق تن کے ساتھ ہے۔ جس کا سر نہو جسم باقی نرہے گا۔ اور جس میں صبر
کی صفت نہو وہ ایمان سے بے نصیب ہو گا۔
اسے سبب صبر آدمی کا خاصہ ہے جانوروں میں صبر نہیں۔ وہ عاقل نہیں۔ اور فرشتوں
کو صبر کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وے بہت کامل ہیں اور انہیں شہوت سے علاقہ نہیں
اور جانور شہوت میں مغلوب ہیں اور ان میں شہوت کے سوائے کوئی دوسرا
تقاضا کرنے والا نہیں۔ اور فرشتے حق تعالےٰ کے عشق میں سرگرم رہتے ہیں۔
اس بات سے کوئی انکا مانع نہیں تاکہ اس سے دفع کرنے میں صبر کی حاجت ہو
اور ابتدا میں انسان کی سرشت جانور کی صفت پر ہوئی ہے۔ کھانے۔ پینے۔ اور
لباس۔ آرایش کا شوق اس پر غالب ہی۔ پھر جب انسان سن تمیز کو پہنچتا ہے یعنے
بالغ ہوتا ہے۔ انوار ملائک سے ایک نور جس سے ہر ایک کام کا انجام نظر آوے
اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جانور اس بات سے محروم ہیں۔ اللہ کی جانب
سے ہر انسان پر دو فرشتے موکل ہیں کہ انسان کو ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ایک
نور انوار ملائک سے آدمی میں سرایت کرتا ہے جسکی بدولت ہر ایک کام کی خوبی و
مصلحت دیکھی جاتی ہے۔ حتی کہ اس نور سے حقتعالیٰ کی پہچان اسکو حاصل ہوتی ہے۔
اور انسان جان لے کہ شہوتِ نفس کی پیروی آخر کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اگرچہ بالفعل
ایک گونہ لذت کا سبب ہوتی ہے۔ اور سمجھے کہ اسکی خوشی و راحت جلد گذر جاویگی
اور اسکی زحمت دیر تک باقی رہیگی۔ اور جب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شہوت مضر ہے۔ اور
اسکے دفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ دوسرے فرشتے کو اس پر موکل کرتا
ہے تاکہ اس مضر کام سے یہ باز رہے۔ جیسے آدمی میں شہوت رانی کی ضرور بھی رہا کرتی
ہے۔ دوسری ایک قوت پیدا ہوتی ہے جو شہوت نفس کی مخالفت کرے۔ تا بندہ اسکی

صبر و قناعت کا بیان

مضرت سے نجات پاوے اور مخالفت کی قوت ملائک کے لشکر سے اور شہوت رانی
کی قوت شیطان کے لشکر سے علاقہ رکھتی ہے اسکو ہوس کہتے ہیں۔ تو ان دونوں
لشکروں میں ہمیشہ جنگ رہا کرتی ہے۔ ملائک کا لشکر چاہتا ہے معصیت نکرے۔ اور
شیطان کا لشکر چاہتا ہے خلاف شریعت کیا کرو بیچارہ ان دونوں میں حیران رہجاتا
ہے۔ اگر پابندی دین اسکو ثابت قدم رکھے تو اسکو صبر کہتے ہیں۔ یا اسکو جہاد نفس
کہتے ہیں۔ پس آدمی حرص و ہوا میں نہ پڑے اور امور دین میں ثابت قدم رہے تو
اسکو صبر کہتے ہیں۔ اور جہاں ان دونوں لشکروں میں مقابلہ نہو جیسے فرشتوں کا
حال ہے۔ پس انکو صبر کی حاجت نہیں۔ جانور اور بچہ کو صبر کی قوت نہیں۔

خلاصہ ان امور کا یہ ہے دو فرشتے جو اوپر مذکور ہوئے ان کا نام کراماً کاتبین
ہے۔ اور بچہ کو ابتدا میں نہ ہدایت ہے نہ معرفت جس سے انکو کاموں کا انجام معلوم ہو
اس لیے بچوں کو کہا جاتا ہے کہ وہ معصوم ہیں۔ اور بلوغ کے قریب لڑکے ہیں تو
باتیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ دونوں فرشتے ان ہی دو سبب کو کہتے ہیں۔ پس وہ فرشتہ
جس سے ہدایت ہوتی ہے وہ شریف تر اور بہتر ہوگا۔ اسلیے داہنی جانب اس کا قیام
ہے اور وہ سیدھی راہ بتانے پر مقرر ہوا ہے انسان کا کمال اس ہی میں ہے ان
فرشتے کا کہا مانے اور جو نہ مانے تو یہ اسکی تقصیر ہے۔ اور جو مانے تو اس ہی کو
عمل حسنہ کہتے ہیں۔ اور جو عمل حسنہ میں کوشش نکریگا تو یہ تقصیر ہوگی۔ اور یہ دونوں
باتوں کے لکھنے پر فرشتے ہر بندے کے کندھے پر بیٹھے ہیں۔ اور یہ دونوں فرشتے اور
انکی کتابیں ظاہر النظر نہیں آتیں۔ اس آنکھ سے انکو دیکھ نہیں سکتے۔ جب موت
آوے اور یہ آنکھ جاتی رہے اس سے عالم ملکوت کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور دفتر کے دفتر
تیرے ساتھ لائے آوینگے اور تو ان کو دیکھ سکے گا۔ اور یہ قیامت صغریٰ ہی پر موقوف
ہوگا۔ اور اسکی تفصیل محشر کے دن معلوم ہوگی۔ اور ارشاد نبوی ہے۔ جو مرا اسکی قیامت

قائم ہوئی۔ اور جبتک خواہش نفسانی کے لشکر کو مغلوب نکریگا دارین کی سعادت
کو نہ پاویگا۔ ارشاد نبی ہے ولکن اللہ اعانني علی شیطاني فاسلم یعنے خدا نے مجھے
میرے شیطان پر نصرت دی اور وہ فرمانبردار ہوگیا۔ اور جب آدمی اپنے نفس سے
لڑتا ہے مخالفت نفس کرتا ہے ظفر پاتا ہے۔ اور یہ قلعہ بغیر صبر و استقلال فتح نہ ہوگا۔
ای سعید صبر آدھا حصہ ایمان کا ہے۔ اور روزہ آدھا حصہ صبر کا۔ اے سعید
ایمان ایک چیز نہیں اسکی شاخیں اور قسمیں بہت سی ہیں ایک شاخ کلمہ لا الہ الا
اللہ ہے اور چھوٹی ڈالی یہ کہ راستے سے اذیت کی چیز دور کرے۔ اور کوئی چیز صبر سے
زیادہ مشکل نہیں۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ ہر کوئی غربت کے عالم میں صبر کرتا ہے
اور تونگری اور عافیت میں صابر نہیں مگر خدا دوست۔ اور اصحاب کے زمانہ میں جب
مال و زر زیادہ ہوا۔ وہ بولے ہم غربت میں تھے۔ صبر ہم سے بخوبی ہوسکتا تھا۔ اب
تونگری میں دشوار ہوا۔ اس ہی لئے ارشاد باری تعالی ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ
فِتْنَۃٌ۔ الغرض قدرت کے ساتھ صبر کرنا دشوار ہے۔ اور جب آدمی کو ثروت ہو تو البتہ
گناہ سے محفوظ رہے گا۔ اور مال و نعمت میں صبر کرنے سے یہ مراد ہے کہ دل اُس سے
نہ لگائے۔ اور سمجھے مال عاریت ہے۔ جلد سے جلد نکل جاویگا۔ چاہیئے کہ شکر نعمت
بجالاوے۔ اور بعض عبادت بوجہ بخیلی مشکل سے ادا ہوتی ہے جیسے زکوٰۃ ❊

اگر نماز پڑھتا ہے تو کسی طرف نہ دیکھے اور کسی چیز کا خیال نکرے۔ یہ بھی صبر ہے۔
کہ ادھر اُدھر نہ دیکھے اور اس نماز پر غرور نکرے۔ اور معصیت اور گناہ کو چھوڑنا بغیر صبر کے
نہوگا معصیت آسان ہے۔ اور معصیت سے صبر کرنا دشوار ہے۔ مثلاً زبان کا ہلانا
سہل اور اسکی خرابیاں بیشمار غیبت۔ دروغ۔ خودستائی وغیرہ جنکی برائیوں کا ذکر
ہماری کتاب آثار سعیدیہ میں مفصل درج ہے وہاں دیکھو اس سے باز رہنا بڑی محنت
سے ہوسکے گا۔ اور لوگوں کی صحبت میں ممکن نہیں۔ علاج اُس کا یہ ہے کہ گوشہ نشینی

اختیار کرے تو اس آفت سے نہ بچے۔

کسی صحابی کا قول ہے جب تک لوگوں کے ستانے پر ہمکو صبر کی قدرت نہ ہوئی ہم اپنے ایمان کو ایمان نہ سمجھے۔ کلام برحق ہے دع اذاھم وتوکل علی اللہ یعنے قوم کے ستانے پر درگذر کر اور خدا پر بھروسہ رکھ اور فرماتا ہے واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا (ترجمہ) انکے کہنے پر صبر کر اور بھلائی کے ساتھ اُن سے جدا ہو۔ اور حق تعالے نے فرمایا ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین (ترجمہ) اگر تم کو کوئی اذیت پہنچے اور بدلہ لینا چاہتے ہو تو اُسیقدر لو جتنی تمکو اذیت پہنچی ہے اور اگر صبر کرو تو بہت اچھی بات ہے۔

اور عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی نہ کرو۔ اور آپنے فرمایا ہے کہ اگر تمکو کوئی شخص ایک چیز سے محروم کرے تم اُسکو بخش دو۔ اور جو کوئی بدی کرے تم اُس سے نیکی کرو۔ ایسا صبر صدیقوں کا درجہ ہے۔

اور ایک صبر تیسری قسم کا ہے جسکے اختیار پر انسان مجبور ہے۔ جیسے بچہ مر گیا یا مال ضایع ہوا۔ یا کوئی عضو جیسے آنکھ کا تباہ ہو جانا۔ یا کوئی آسمانی بلا۔ اس صبر پر زیادہ اجر نہیں۔ ہاں گلا شکوہ نکرے کہ میرا ہی بچہ مرنے کو تھا۔ یا میں ہی اس بلا میں مبتلا ہونے کو تھا۔ یہ نکرے۔

پہلا وہ صبر ہے جو طاعت میں ہو اسکے ثواب کے تین سو درجے ہیں۔

دوسرا وہ صبر ہے جو حرام چیزوں سے کرے اسکے ثواب کے چھ سو درجے ہیں

تیسرا صبر وہ ہے جو اول مصیبت میں کرے اُسکے ثواب کے نو سو درجے ہیں۔

اور حضرت نے مناجات فرمائی ہے کہ خدایا ہمکو اتنا یقین دے کہ دنیا کی مصیبتوں کا سہنا ہم پر آسان ہو۔ اور فرمایا ہے بارتعالی نے جسکے مال یا فرزند پر میں نے بلا بھیجی اور اچھے صبر سے اُس نے مقابلہ کیا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اُس سے حساب لوں۔

اور جب کسیکو مصیبت پہنچی ۔ اور اُسنے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ
آجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا اسد تعالیٰ اُسکی دعا قبول کریگا ۔ اور فرمایا ہے
باریتعالیٰ نے جسکی بصارت چھین لوں اُسکو دیدار کی دولت سے مشرف کرونگا
اور حضرت نے فرمایا ہے از جملہ تعظیم الٰہی یہ ہے کہ بیماری میں شکایت نکرے ۔
اور تکلیف کو پنہاں رکھے ۔ اور صبر جمیل یہ ہے کہ لوگ مصیبت زدہ تمیز نہ کرسکیں ۔
ایسا ضبط کرے ۔ اور کپڑے پھاڑنا ۔ سر اور مُنہ پر طمانچہ مارنا اور سینہ کوبی کرنا حرام ہے
خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کسی حالت میں صبر سے بے نیاز نہیں ۔

اے سعید معلوم کر ۔ کہ صبر کے ابواب متعدد ہیں ۔ اور سب کا علاج وہ معجون
ہے جو علم و عمل سے مرکب ہو ۔ اور صبر عبارت اِس بات سے ہے کہ دین کا متقاضی
شہوت کے متقاضی سے مقابلہ میں ثابت رہے ۔ اور یہ دونوں کی لڑائی ہے ۔
اور چاہیئے کہ اعانت اور تقویت کرے اور دوسرے کو کمزور کردے نفس کی تائید سے
باز رہے اور آدمی کو چاہیئے کہ جماع کے شوق کے رفع کرنے کے لیئے آنکھ کو نظر کرنے
سے اور دل کو بدخیال سے باز رکھے ۔ اگر باز نہیں رکھ سکتا صبر بھی دشوار ہے ۔ علاج
یہ ہے کہ پہلے شہوت کے متقاضی کو دور کرے ۔ یہ کام تین طرح سے ہوگا ۔
اچھی غذا اور مزیدار کھانے سے شہوت ہوتی ہے ۔ اسکو ترک کرے ۔
اور روزہ رکھے اور شام کو افطار کرتے وقت فقط روٹی تھوڑیسی کھائے ۔
مرغن غذا سے حذر کرے اور متحرک شہوات کے سلسلے بند کردے یعنے خوبصورتوں
کو نہ دیکھے اور راگ باجا ۔ گانا نہ سُنے عزلت اختیار کرے ۔ اور فعل مباح سے تسکین
دیوے ۔ یعنے اپنی بی بی یا لونڈی سے مباشرت کرے ۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو روزہ ہی
اِس کا علاج ہے یا نکاح کرنا اِس کا علاج ہے ۔
نفس کی مثال سرکش گھوڑے کی سی ہے اِس کو اِس بات کا خوپذیر کیجیے
کہ دانا اور چارا موقوف کریں ۔ اور اتنا چارا جس سے زندہ رہ سکے دیویں ۔ اور احادیث

یں ہے کہ جو کوئی شہوتِ حرام سے اپنے کو بچاویگا بڑا ثواب پاویگا۔ جب اِس طرح
کرنے سے ایمان قوی ہو تو سوچے شہوت رانی میں ایک گھڑی کی لذت ہے۔
پس اس سے باز رہے اسکو سعادت ابدی حاصل ہوگی۔ اور جسقدر آدمی کا ایمان
قوی ہوگا اسقدر دین اُس کا قوی ہوگا۔ پس سب کاموں میں صبر کرنے کی تدبیر
اِسی طور سے ہوگی۔

اور ایک قسم صبر کی بدنی ہے۔ اور ایک قسم نفسانی۔ صبر بدنی یہ ہے کہ مشقت اور
عمل سخت اختیار کرے۔ اور امراض بدنی پر صبر کرے اور نفسانی صبر یہ ہے کہ نفس کو
خواہشہائے طبعی سے باز رکھے۔ پس اگر خواہش شکم اور فرج سے محفوظ رہے تو عفت
حاصل ہوگی۔ اور طلب زیادتی اور کثرت سے اگر باز رہے تو صاحبِ زہد و قناعت
ہوگا۔ اور اگر بروقت مصیبت شیون اور ماتم سے بچے تو صبر عرفی ہوگا۔ اور اگر تونگری
میں غرور اور نخوت سے باز رہے اُسکو بلند حوصلہ کہتے ہیں۔ اور لڑائی میں اگر بھاگنے
اور تزلزل پر صبر کیا اسکو شجاعت کہتے ہیں۔ اور اگر غصہ میں بدگوئی سے بچا تو وہ حلم
ہے۔ اور ایسے ہی اگر مہمات امور میں اضطراب نہو تو بلند حوصلہ ہے۔ اور اگر زبان
کو اظہار راز سے روکا تو رازدار ہے۔ اور حقیقت صبر کی یہ ہے کہ آدمی کسی کار سخت
کی کدورت اپنے اُوپر نہ آنے دے۔ اور اگر آہی جاوے تو اسکو سخت نہ جانے۔ اور کسی کار
سخت کا نہ آنے دینا اور اُسکی کدورت کا اثر نہ ہونے دینا اپنا اختیار نہیں ہے تو اب
صبر کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود اِن سب کے اپنے کو اِن باتوں سے باز رکھنا کہ خلافِ
عقل اور خلافِ شرع ہوں اور گلہ اور بے صبری سے باز رکھے اور آنسو بہانا اور رنگ چہرہ کا
بدل جانا خلاف صبر نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند فوت ہوا تھا روئے
تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حال ہے۔ آپنے فرمایا اِس طرح رونا سبب
رحمت کا ہے۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ نے فرمایا

کہ صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرنا بہتر ہے ✦

روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا مال تلف ہوگیا اور بیماری نے میرے جسم کو لاغر و نحیف بنا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ کا مال ضائع نہ ہوا۔ اور اُسکو کوئی بیماری نہ ستاوے اُس میں کوئی خوبی اور نیکی نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے اُسکو مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے۔ اور اُسکو صبر عنایت فرماتا ہے ✦

اور روایت ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ کو خداوند تعالیٰ کے نزدیک سے کوئی درجہ نصیب ہونے کو ہوتا ہے تو اُسکے جسم میں بیماری کی بلا نازل ہوتی ہے۔ اور روایت ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے جو بدی کرتا ہے وہ اُسی کے موافق جزا دیا جاتا ہے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا کہ اب اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد چھٹکارا کیونکر ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر خداوند تعالیٰ تمکو بخشے۔ آیا تم بیمار نہیں ہوتے۔ اور جب کسی بلا میں مبتلا ہوتے ہو تو صبر نہیں کرتے۔ یا تم کو کوئی غم والم نہیں ہوتا۔ اِن سب باتوں کا اجر اعمالِ بد کی پاداش ہے یعنی سب گناہوں کا کفارہ ہے۔ پس صبر تین طرح پر ہے۔ ایک صبر خدا کے واسطے ہے اور وہ ادا کرنا احکامات الٰہی اور باز رہنا ممنوعات سے ہے اور دوسرا صبر خداوند تعالیٰ کیساتھ ہے یعنی تقدیر الٰہی پر صابر و شاکر رہنا۔ اور تیسرا صبر اوپر خدا کے ہے اور وہ اُسکے وعدہ روزی و فراخی اور ثواب اُخروی پر صبر سے انتظار کرنا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک تو بندہ کو اپنے کام پر صبر کرنا ہے۔ اور دوسرے اُس پر صبر کرنا جو بندہ کا کام نہیں ہے۔ پس بندہ کے کام کا صبر دو طرح پر ہے ایک اُن میں سے احکامات الٰہی پر صبر کرنا ہے اور دوسرے ممنوعاتِ الٰہی

پر صبر کرنا ہے۔ اور اس چیز پر جو بندے کا کام نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس رنج و مصیبت پر صبر کرنا جس کا ہونا خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی قضا اور رضائے آلہی جیسے مشقت جسمانی۔ و کلفت روحانی و بیماری وغیرہ وغیرہ۔ اور کہا ہے کہ صبر کرنے والے تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ ہے کہ بدقت صبر کرے۔ اور ایک وہ ہے کہ جو بلا دقت صبر کرے۔ اور ایک وہ ہے جو ہمہ تن صبر ہی ہو ؁

اور **جنید** رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ سفر آخرت کا اختیار کرنا سہل ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کے مقابلے میں خلق اللہ سے جدائی اختیار کرنا مشکل کام ہے۔ اور اپنے آپ خدا کی طرف رغبت کرنا زیادہ تر سخت ہے۔ اور خدا کے ساتھ صبر کرنا بھی سخت تر ہے۔ اور حضرت جنید سے صبر کامل کا حال پوچھا گیا۔ فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا کڑوا گھونٹ بغیر منہ بنائے ہوئے پینا صبر ہے۔

اور **علی** کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ صبر ایمان کے جسم کا سر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صبر کے معنے مخالفت سے دور ہونا ہے اور غم و غصہ کو آرام کے ساتھ سہنا۔ اور معیشت کے میدان میں بحالت فقر و تنگدستی تونگری کا اظہار کرنا ہے۔ اور کسی نے کہا ہے کہ صبر بلا کو اچھی طرح ادب کے ساتھ جھیلنا ہے اور کہا ہے کہ صبر ایک تونگری ہے جو بلا کی حالت میں شکوہ و شکایت نہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے اور کسی نے کہا ہے کہ صبر بلا پر نیکی اور حسن صحت کے ساتھ قائم رہنا ہے۔ جیسے کہ تندرستی کی حالت میں رہنا۔ اور کسی نے کہا ہے کہ بندگی اور اطاعت کا نیک ترین اجر صبر ہے۔ اور اس سے بڑھکر صبر کا اجر کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ہم آئندہ جزا دینگے ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اچھی طرح جیسا کہ وہ کرتے تھے۔ اور فدا ہونے کا مقام ہے کہ خداوند قدوس فرماتا ہے۔ صابروں کو بے حساب اجر دیا جائیگا

اور کسی نے کہا ہے کہ صبر خدا کی راہ میں ثابت قدم رہنا ہے (یعنی جہاد میں کافروں کے مقابلہ پر قائم رہنا) اور آزار اور بلا کو فراخ پیشانی اور کشادہ دلی سے قبول کرنا ہے۔ اور کسی نے کہا ہے کہ صبر کے خواص یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور سنت نبوی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ صبر عشاق کی بابت لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ سعدی رحمہ اللہ نے کہا ہے

نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال　　قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال

کسی کا شعر ہے۔

وہ بات ہے کہتا کہ جو آتی نہیں مجھکو　　عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل

ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے ۔ دونوں عالم سے اگر ہو تو صبر کروں ٭ پر یہ نہ ہوگا کہ میں آپ سے بھی صبر کروں ٭ اس چھوٹے سے رسالہ میں صرف صبر نسوان میں چند نقایس جگہ بجگہ سے نقل کرکے ہدیہ ناظرین ہیں۔ اُمید ہے کہ پڑھنے والے جہاں کہیں سہو و غلطی دیکھیں چشم عفو سے اسکو درست کرکے مذمت کا نشانہ نفرمائیں ۔

کہ ہیچ نقش بشر خالی از خطا نہ بود　　بہوش گر بہ خطا میرسی وطعنہ مزن

بعد لکھنے شرح پند حکیم لقمان خیال ہوا کہ "صبر نسوان عرف نیک مرد نیک بیبیاں" لکھوں شکر ہے اُس کا کرم نے یہ چند کلمات لکھوا دیئے اللہ پاک عمل کی توفیق رفیق کرے۔ آمین ثم آمین۔ پہلے ہم انبیائے سابقین قبل از اسلام کی امہات مومنین کے صبر کا حال بیان کرتے ہیں۔ اُسکے بعد عہد اسلام کی امہات مومنین اور دیگر صابرہ مومنات کی حکایات نقل کرینگے۔ وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان ٭

ذکر حضرت مریم علیہا السلام

بعض امور کے صبر کرنے پر انسان قدرت کی جانب سے مجبور کردیا جاتا ہے اور اُسے بجز صبر کچھ نہیں بن آتا۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام فطرت کی طرف سے صبر کرنے پر مجبور کردی

گئی تھیں۔ قرآن شریف پارہ ۱۶ سورہ مریم رکوع ۲ میں آپ کا قصہ بیان ہوا ہے کہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا سے وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ تک (اس کا ترجمہ معتبر تفسیر قادری سے لکھا جاتا ہے) اور یاد کرو قرآن (شریف) میں قصہ مریم کا جو عمران کی بیٹی تھیں۔ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی مسجد میں رہتیں۔ جب عذر واقع ہوتا تو اپنی خالہ کے گھر جاتیں۔ اور پاک ہونے کے بعد مسجد میں پھر آتیں۔ ایک دفعہ اپنی خالہ کے گھر میں تھیں اور انھیں غسل کی حاجت ہوئی غسل کرنے کو ایک جگہ ڈھونڈھی حقتعالیٰ اُس سے خبر دیتا ہے اِس رکوع میں۔ جب دور ہو گئی مریم یا کنارہ کیا اپنے لوگوں یعنی اپنی خالہ اور اُنکے لوگوں سے مکان میں پورب کی طرف بیت المقدس سے یا اپنی خالہ کے گھر سے نہانے کے واسطے جاڑے کے دنوں میں اور اِس مکان کا مُنہ آفتاب کی طرف تھا۔ پھر کرلیا مریم نے اُنکے سامنے پردہ یعنی اُنکی طرف سے ایسا پردہ کرلیا کہ اسکی آڑ میں نہائیں۔ اور کوئی اُنھیں دیکھ نہ سکے۔ جب نہا چکیں اور کپڑے پہنے تو بھیجا ہمنے اُنکی طرف اپنی روح کو کہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اپنی ذاتِ مقدس کیطرف روح کی اضافت اُنکی بزرگی ظاہر کرنے کو اور تخصیص کیواسطے ہے پھر صورت پکڑ کر (صورت بالکل) ہو گئے جبرئیل مریم کے واسطے آدمی پورے۔ یعنی جبرئیل آمین نے آدمی کی صورت پکڑ کر اپنے کو حضرت مریم پر ظاہر کیا حضرت مریم نے اپنے غسلخانہ میں ایک بیگانہ مرد کو دیکھا تو کہا مریم نے کہ بیشک میں پناہ مانگتی ہوں۔ خدا بڑے بخشش کرنیوالے کی تیرے شر سے۔ اگر ہے تو پرہیزگار۔ اپنی پاکدامنی میں کمال درجہ کا یہ مبالغہ ہے یعنی اگر تو متقی اور پرہیزگار ہے تو بھی میں تجھ سے پرہیز کرتی ہوں اور خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ پھر اگر تو یہ نہو تو کیونکر نہ پرہیز کروں۔ اور پناہ نہ مانگوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں ایک مرد تھا عورتوں سے متعرض ہوا کرتا تھا۔ اس کا نام متقی تھا۔ اور حضرت مریم نے اُس کا قصہ سُنا تھا۔ اور گمان کیا کہ یہ وہی مرد ہے اور

حق تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ جب جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا اضطراب
دیکھا تو کہا کہ سوا اسکے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا جس سے تم پناہ مانگتی
ہو سو مجھے اس واسطے یہاں بھیجا کہ بخشوں تجھے خدا کے حکم سے بیٹا پاک۔ اور اچھا کہا
مریم نے کہ کیونکر ہوگا میرے بیٹا اور مجھے نہیں چھوا ہے کسی آدمی نے یعنی معاشرت
کے طور پر اب تک کسی کا ہاتھ مجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ تھی میں زنا کار اور خرابی ڈھونڈنے
والی۔ کہا جبرئیل علیہ السلام نے کہ ایسا ہی ہے جیسا تم کہتی ہو کہ کسی نے نکاح۔ یا
سفاح کے طور پر تمہیں ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا یہ تیرے رب کا کام ہے یعنی بیٹا بے باپ کے
دینا اس پر آسان ہے۔ ہم تجھے بیٹا دیتے ہیں تاکہ تو اسکے سبب سے میری قدرت
پر دلیل پکڑے اور تاکہ کریں ہم اسے نشانی لوگوں کے واسطے کہ اسکے حال میں غور
کریں اور میری قدرت کو پہچانیں۔ اور تاکہ کروں اسے رحمت اپنی طرف سے ان لوگوں
کے واسطے جو ایمان لائیں۔ اور ہے اس کا بے باپ پیدا ہونا کام حکم کیا گیا۔ یعنی مقدار
اور مقرر اور لوح محفوظ میں تحریر ہو چکا ہے۔ پھر جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے
پاس آئے اور انکی آستین یا گریبان۔ یا منہ میں پھونکا۔ تو مریم علیہا السلام حاملہ ہو گئیں
اور اسی دم عیسیٰ علیہ السلام انکے حمل میں آئے۔ پھر باہر ہوئی۔ اور دور ہو گئی شہر
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لیکر ایک مکان میں جو شہر سے دور تھا۔
اور بعضوں نے کہا ہے پورب کی طرف پہاڑ پر گئیں۔ یا بیت لحم کے میدان میں کہ شہر
ایلیا سے چھ میل دور تھا۔ اور نو یا آٹھ مہینے کے بعد وضع حمل ہوا یعنی عیسیٰ علیہ السلام پیدا
ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حمل رہنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا ایک ہی ساعت
میں واقع ہوا۔ اور زاد المسیر میں لکھا ہے کہ یہ نو ساعت میں ہوا۔ اور مقاتل کہتے ہیں لکھا ہے
کہ ایک ساعت میں نطفہ ٹھہرا ہوا۔ اور ایک ساعت میں صورت بنی۔ ایک ساعت میں ولادت
ہوئی۔ پھر تقدیر جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم نے ایک خشک کھجور کے

درخت دیکھا کہ اُسکی شاخیں کٹ گئی ہیں۔ ٹُنڈ کھڑا ہے۔ پھر لایا اُسے درد زہ کھجور کے تنہ کی طرف۔ حتیٰ کہ اُس سے پیٹھ لگا کر کہا۔ مریم علیہ السلام نے کہ کاش میں مر جاتی اِس حال سے پہلے بھولی بسری۔ یا نہ جانتا کوئی مجھے یعنی مجھ سے واقف نہ ہوتا۔ اور مجھے کوئی حساب میں نہ لاتا۔ اور حال یہ ہے کہ بیت المقدس کے عابد لوگ سب مجھے جانتے ہیں اسواسطے کہ اُنکے امام کی لڑکی ہوں۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں ہوں اور ابتک کنواری ہوں شوہر میں نے نہیں کیا۔ اور لڑکا جنتی ہوں۔ اور اس امر کی ندامت سے نہیں جانتی کہ کیا کروں۔ اِس صبر مجبوری میں مریم گرفتار تھیں ؎

ہر چند بروئے کار درمے نگرم محنت زدہ چو خود نے بینم من

پھر آواز دی مریم کو اُنکے نیچے سے عیسیٰ علیہ السلام نے یا فرشتے نے کھجور کے درخت سے یعنی اُنکے پیٹ میں تھا۔ اِس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں کہ اُنہوں نے اپنی ماں سے بات کی اور دلدہی کی کہ یہ غمگین نہو صبر سے کام لے اور موت کی تمنا نکرے یقینی پیدا کی او جاری کر دی تیرے رب نے تیرے قدم کے نیچے سے نہر پانی کی کہ اُس میں سے پیو اور اُسکے پانی سے طہارت کرو اور ہلا اور جھکا اپنی طرف خرمے کے سوکھے درخت کے ٹھنوں کو تا کہ گرائے وہ درخت تجھپر خُرمے تازہ ؎

پھر کھاؤ خرمے تر اور پی پانی اور روشن کر آنکھ فرزند سے یا خوش ہو درخت ہرا ہونے اور پھل لانے سے کہ تیرے حال سے مناسبت رکھتا ہے اس واسطے کہ جو اِس بات پر قادر ہے کہ خشک درخت سے خرمے پیدا کرے۔ وہ یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ ماں سے بے باپ لڑکا پیدا کرے۔ پھر حق تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا اور وہ حضرت مریم کے گرد آئے اور جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ملائکہ نے اُنھیں اٹھا لیا۔ اور نہلایا۔ اور جنت کے حریر میں لپیٹ کر مریم علیہا السلام کی گود میں دیدیا۔ اور آواز آئی۔ پھر اگر دیکھے۔ تو آدمیوں میں سے کسیکو اور لوگ تجھ سے پوچھیں کہ یہ لڑکا کہاں سے آیا تو کہدے کہ بیشک

میں نے نذر کیا ہے خدا بڑے مہربان کیواسطے روزہ اور روزہ اِن لوگوں کا یہ تھا
کہ کھانا اور بات کرنا چھوڑ دیتے تھے۔ تو ہرگز بات نکرونگی میں آج کسی آدمی سے۔ بلکہ
ملائکہ سے میں بات کرتی ہوں۔ اور خدا سے مناجات کر رہی ہوں۔ اور اتنی بات
کہدینا نذر کی خبر کرنا تھا یا اشارے میں بات کہکر نذر جتادی۔

لکھا ہے مسجد اقصیٰ کے لوگوں نے مریم علیہا السلام کو جب محراب میں نہ پایا تو
اُنہیں ڈھونڈنا شروع کیا۔ ہر جگہ ڈھونڈتے۔ ہر ایک سے پوچھتے۔ یہانتک کہ کسی نے
اُن لوگوں کو خبر دی کہ مریم کو میں نے بیت لحم میں دیکھا ہے۔ پس حضرت مریم کی
قوم وہاں پہنچی۔ جب مریم علیہا السلام نے اُنہیں دیکھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود
میں اُٹھا کر اُنکی طرف متوجہ ہوئیں۔ پھر لائیں مریم عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف
اُٹھائے ہوئے آسے۔ جیسے اُس گروہ کی نگاہ اُن پر پڑی بولے وہ لوگ کہ اے مریم
یقینی لائی چیز تعجب دلانے والی۔ یا یہ کہ تیرے گھر والوں میں ایسا امر نہ ہوا تھا۔ اے
بہن ہارون کی۔ کہتے ہیں کہ اُنکے بھائی کا ہارون نام تھا۔ یا یہ کہ بنی اسرائیل میں ہارون
ایک مرد صالح کا نام تھا کہ صلاحیت اور نیک بختی میں اُسے مثال دیتے۔ یا کوئی مرد فاسق
فاسقوں کے واسطے ضرب المثل تھا۔ تو لوگوں نے حضرت مریم سے یہ بات کہی کہ ہارون
کی ایسی عفت اور پرہیزگاری میں یا ہارون کی مثل گناہگاری میں نہ تھا۔ تیرا باپ عمران
بدکار آدمی بلکہ مسجد اقصیٰ کا امام اور عابدوں میں بہت شریف اور عالی مقام تھا۔ اور
نہ تھی تیری ماں حنہ فاقود کی بیٹی زناکار اور گنہگار۔ ایسے ماں باپ کی بیٹی ہوکر بے باپ
کا لڑکا تو نے کہاں سے جنا۔ ان سب باتوں کو حضرت مریم سنتیں اور صبر و تحمل سے
برداشت کرتیں۔ تو اشارہ کیا مریم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اِس بچہ سے بات کرو
اور جواب لو۔ بولے قوم کے لوگ کہ ہم کیونکر بات کریں اُس سے جو ہے گہوارے
میں۔ یعنی گہوارے کے قابل بچہ کہ نہ بات سمجھ سکتا ہے نہ جواب دیسکتا ہے۔ لکھا ہے کہ

عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے جب لوگوں کی بات سُنی تو پستان چھوڑ کر قوم کی
طرف پھرے اور زبان فصیح سے کہا کہ میں بیشک بندہ اللہ کا ہوں۔ دی ہے اُسنے
مجھے کتاب یعنی مجھ سے انجیل دینے کا حکم ازل میں کرچکا ہے۔ ثعلبی رحمۃ اللہ نے یہ
تفسیر کی ہے کہ ماں کے پیٹ میں مجھے انجیل تعلیم فرماچکا ہے۔ اور کیا مجکو پیغمبر اس حال میں
اور آپ اعجاز کے طور پر بات کرتے تھے۔ اور کیا مجھے برکت والا۔ اور منفعت والا
جہاں میں رہوں اور حکم کیا مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا۔ جبتک رہوں زندہ۔ اور کیا
مجھے بھلائی کرنے والا میری ماں کے ساتھ اور اُسپر مہربان۔ اور نہیں کیا مجکو سرکشی اور تکبر کرنیوالا
کہ خلق کے ساتھ تکبر کروں اور نہیں رنج دوں بدبخت کہ اس کا حکم نہ مانوں۔ اور خدا کا
سلام مجھپر ہے جیسے یحییٰ علیہ السلام پر جسدن میں پیدا ہوں۔ اور جس روز مروں اور
جس دن اُٹھایا جاؤں۔ زندہ یہ جس کا ذکر ہمنے کیا اور جس کا حال اور وصف کیا عیسیٰ
ہے مریم کا بیٹا وہ نہیں ہے جسے نصاریٰ خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں صحیح اور
درست بات۔ ایسا کہنا جس میں یہود شک رکھتے ہیں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ کہ
یہود اُن سے ناشائستہ باتوں پر عمل کرتے ہیں یا نصاریٰ کہ اس میں جھگڑا کرتے ہیں
ایک گروہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتا ہے۔ اور بعضے خدا کا بیٹا۔ نہیں ہے اور نچاہیئے
خدا کو یہ کہ پیدا کرے فرزند اس واسطے کہ بیٹا باپ کی ہمجنس ہونا چاہیئے۔ اور ممکنات
کے ساتھ ہمجنس ہونے سے حق تعالیٰ منزہ ہے۔ پاک ہے وہ بیٹے سے۔ جب حکم فرماتا
ہے اور کوئی بات کیا چاہتا ہے۔ یعنی کوئی نئی چیز پیدا کیا چاہتا ہے تو سوائے اسکے
نہیں کہ فرماتا ہے۔ کُن چیز کو کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے۔ بیشک رب ہے خدا میرا۔ اور رب ہے
تمہارا تو عبادت کرو اُسکی۔ اور اُسکے سوا کسیکی عبادت میں مشغول نہو۔ یہ ہے سیدھی
راہ کہ جنت میں پہنچاوے۔ پھر اختلاف کیا گروہوں نے آپس میں۔ یعنی یہود و نصاریٰ
نے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں اختلاف کیا۔ یہود نے اُنہیں حد سے گھٹایا۔ اور [illegible]

نے حدت سے زیادہ بڑھایا۔ یہ مراد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں نصاریٰ کے تین
گروہ ہو گئے۔ نسطوریہ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور یعقوبیہ نے اللہ
کہا۔ اور ملکانیہ نے تین خداؤں میں سے تیسرا خدا کہا۔ تو وائے بر حال انکے جو کافر ہوئے
اور تعجب میں رہے۔ حاضر ہونے بڑے دن میں کہ وہ قیامت کا دن ہے۔ یا اس دن
کی ہولیں مشاہدہ کرنے سے کیا سننے والے ہونگے کافر۔ اور کیا دیکھنے والے اس روز
جب آئینگے ہمارے پاس اور دیکھنے سننے سے انہیں کچھ فائدہ نہوگا۔ یعنی اللہ جل شانہ کے
وعدے دیکھینگے اور یقین کرینگے۔ مگر یہ دیکھنا اور یقین کرنا انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچاویگا
اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ یہ بات تہدید اور دھمکی کے طور پر ہے یعنے اس دن
کیا وحشت دلانے والی باتیں سنیں گے۔ اور ہولوں کے سبب کیا کیا سختیاں دیکھینگے
مگر ظالم لوگ آج کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ اور ڈرا انکو یعنی مکہ کے کافروں کو حسرت کے
دن سے کہ بُرے آدمی حسرت کرینگے کہ ہمنے کیوں برا کیا۔ اور نیک لوگ حسرت کرینگے
کہ ہمنے نیکی کیوں کی۔ جب پورا کیا جائیگا اور کرڈالا جائیگا حساب اور حکم ہوگا کہ فَرِيقٌ فِي
الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں۔ پس ایسا
دن تو سامنے ہے اور وہ غفلت میں اور اس دن سے بیخبر ہیں۔ اور وہ ایمان نہیں لاتے
آخرت کا اور ان چیزوں کا جو آخرت سے متعلق ہیں۔ بیشک ہم میراث لینے والے ہیں
زمین کو اور اسے جو زمین پر ہے۔ یعنی سب فنا ہو جائینگے۔ اور ہم باقی رہنے والے ہیں
اور ہماری طرف پھیرے جائینگے مرنے کے بعد۔

کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے لقائے احدیت اور فنائے خلقیت کی طرف
یعنی سطوت ازلی و ہیبت لم یزلی کیوجہ سے۔ جب موہوم ہستیوں کے نقوش کو بے نیازی
کی آگ میں جلایا جاویگا اور اغیار کا غبار قدرت کے دامن سے اڑا دیا جاویگا تو حضرت کبریا
سے ندا ہوگی کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور چونکہ ماسوی اللہ معدوم ہونگے تو خود ہی کمال جلال

کے ساتھ جواب دیگا لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَہَّارِ ٥

صرصر قہر چو از مکمن وحدت بوزد خس و خاشاک یقین ہمہ را با دبرد
ہر چہ در عرصۂ امکان بوجود آمدہ بود سیل غیرت ہمہ را تا عدم آبا دبرد

حضرت ہاجرہؓ کا صبر

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش سوزانِ نمرود سے باہر آئے تو یہ قصہ عالم میں مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اہل عالم کے دِل میں اُنکا اعتقاد بڑھتا گیا۔ اور اعلام دین اسلام روز بروز ترقی پذیر ہوتے گئے۔ تو نمرود کو وحشت پیدا ہوئی۔ ایک دن حضرت ابراہیم کو خلوت میں طلب کیا۔ اور کہا کہ تیرے جدید دین کے سبب سے میرے اُمور مملکت میں خلل عظیم پیدا ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تو اپنے ہمراہیوں کو لیکر ہمارے دار الحکومت سے باہر چلا جا کہ تیرا پروردگار تیرے حفظ و حمایت میں ناصر اور معین ہوگا حضرت ابراہیمؑ نے یہ امر قبول کیا اور اقلیم بابل سے ملک شام میں ہجرت کی۔ اور جب آپ شہر خزائن الوجہ میں وارد ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی نفیس کپڑے پہن کر میدان کی طرف چلے جاتے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے اِن سے دریافت کیا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی ایسی صاحب جمال ہے کہ اُسکے برابر آج تمام عالم میں کوئی نہیں۔ ہر ملک کے بادشاہ اور شاہزادے اُسکی خواستگاری کرتے ہیں۔ وہ کسیکو قبول نہیں کرتی۔ اور کہتی ہے کہ میں اپنی پسند سے شوہر کرونگی۔ آج سات روز سے لوگ میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور شاہزادی وہاں سب کو دیکھتی ہے لیکن کسیکو پسند نہیں کرتی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ اُنکے ساتھ ہوگئے اور میدان کے گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب دوپہر ہوئی تب وہ شاہزادی ستر خواصیں اپنے ساتھ لیکر اور تاج زریں سر پر رکھ کر اور نقاب چہرہ پر ڈالکر اور ایک ترنج زریں جواہرات سے

جڑا ہوا ہاتھ میں لیکر میدان میں آئی۔ اور ایک سرے سے سب کو دیکھتی ہوئی چلی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ نور اُنکی پیشانی پر چمکتا ہے۔ اُن کے جمال پر عاشق ہوئی۔ اور اُس ترنج کو حضرت کی گود میں ڈالکر اپنے تخت پر جا بیٹھی۔ بعد اسکے بادشاہ کے آدمی آکر حضرت ابراہیم کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے دیکھکر اپنی بیٹی کی طرف نگاہ کی۔ اور کہا اے بیٹی نیک شوہر تو نے پایا مگر آدمی غریب ہے کچھ فائدہ دنیاوی نہیں۔ اور آخر اُس کی شادی کردی۔ اور تمام رسوم بادشاہانہ ادا کئے اور تمام شہر میں خوشی و خرمی ہوئی۔ اِن بی بی کا نام سارا تھا۔ بطیب خاطر دین ابراہیمی قبول کیا۔ حضرت ابراہیم نے سارا خاتون کو اپنے ہمراہ لیا۔ اُنھوں نے حضرت ابراہیم سے عہد کیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے اقرار کیا کہ میں تمہارے عہد سے ہرگز نہ پھروں گا۔ بشرطیکہ تم بھی میری نافرمانی نکرو۔ چنانچہ یہ قول و قرار کرکے وہاں سے روانہ ہوئے اور سوائے حضرت لوط کے کہ وہ برادرزادہ ابراہیم علیہ السلام کے تھے کوئی اُنکے ہمراہ نہ ہوا۔ حضرت ابراہیم نے مصر جانیکا قصد کیا۔ رستہ میں لوگوں نے اُن سے کہا کہ مصر کا بادشاہ بڑا ظالم ہے۔ عورتوں کی خواہش اُسکو بہت ہے خصوصاً عروس نو سے زیادہ راغب ہے۔ اور مال کے محصول میں بھی بہت تاکید ہے اِس لئے ہر ایک رستہ و گھاٹ پر دس دس آدمی معین ہیں۔ جو کوئی مال و اسباب مصر سے لیجاتا ہے۔ وہ پکڑ کر محصول لیتا ہے۔ اگر کوئی عورت کو لیجاوے تو اُس سے چھین لیتا ہے۔

یہ سنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام اندیشہ کرنے لگے۔ چونکہ آپ بڑے غیرت دار تھے۔ اور سارا خاتون کے برابر تمام جہان میں کوئی حسینہ نازنین نہ تھی۔ اور اس رستہ کے سوا کوئی دوسرا رستہ بھی نہ تھا۔ آخر لاچار ہو کر ایک صندوق بنوایا اور سارا خاتون کو اُس میں چھپا کر قفل لگایا۔ اور صندوق کو اونٹ پر کسا۔ جب شہر کے پاس پہنچے تلاشی والے سب آکر صندوق کھولنے لگے کہ جنس کو دیکھ کر اُسکے موافق اُس کا محصول لیں

حضرت ابراہیم نے کہا کہ صندوق مت کھولو۔ اِس کا جو محصول ہوگا میں دونگا۔ اور اگر چاہو صندوق کے وزن کے برابر سونا چاندی لو۔ یہ بات سنکر اُنکو اور بھی شوق ہوا کہ اس میں کیا چیز ہے دیکھنا چاہیئے ۔ جب جبر یہ کھولکر دیکھا تو ایک عورت صاحب جمال نظر آئی جس کا ثانی اُس وقت دنیا میں نہ تھا۔ پس حضرت سارہ کو بادشاہ کے پاس لے گئے بعدہٗ بادشاہ کے نوکروں نے آکر حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ تمہاری کون ہے۔ یہ اس واسطے کہ اِس بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ جس شخص سے عورت چھینتا تھا اگر وہ شخص اِس عورت کا شوہر ہوتا تھا تو اُسکو قتل کر ڈالتا تھا۔ اور اگر بھائی یا کوئی اور وارث ہوتا تو اُسکو قتل نہ کرتا تھا۔ یہ معاملہ حضرت ابراہیم نے سابق سے سُن لیا تھا اور حضرت سارہ کو سمجھا دیا تھا کہ تم مجکو اپنا شوہر نہ تبلانا۔ بلکہ اپنا بھائی ظاہر کرنا۔ باعتبار دین اسلام کے میں تمہارا بھائی ہوں حق تعالیٰ تم کو اِس ظالم کے ہاتھ سے محفوظ رکھیگا اور میرے ناموس کو ضائع نہ کریگا۔

غرضکہ جب ملازمان شاہی حضرت ابراہیم سے دریافت کرنے آئے تو اُنہوں نے کہا کہ میری بہن ہے۔ اور حضرت ابراہیم عبادت میں مشغول ہوئے اور ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے۔ اور بادشاہ ملعون نے حکم کیا کہ سارہ کو حمام میں لیجائیں۔ اور نہلا دھلا کر لباس فاخرہ پہنائیں۔ اور خوشبو سے معطر کرکے میرے پاس لائیں۔ اُسکے حکم کے موافق تعمیل ہوئی۔ اسیوقت حقتعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ پردہ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں سے اُٹھالیں تاکہ سارہ کے ساتھ وہ ملعون جو گفتگو کرے ابراہیم سُنے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جب جمالِ مبارک سارہ کا اُس ملعون نے دیکھا قصد دست اندازی کا کیا۔ اُسی وقت اُس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ پھر چاہا کہ اور بے ادبی کرے تب اللہ کے حکم سے زانوں تک اُسکو زمین نے دبا لیا۔ تب اُس ملعون نے کہا کہ بیشک یہ عورت ساحرہ ہے۔ یا جنّیہ۔ سارہ خاتون بولیں۔ اے بدبخت میں جادوگر

نہیں ہوں۔ لیکن وہ خلیل اللہ خدا کا دوست ہے۔ وہ خدا کی درگاہ میں دعا کرتا ہی
کہ تو مجھے بے عزت نکر سکے گا۔ یہ سُنکر اُسنے توبہ کی۔ فی الفور اُس کا ہاتھ درست
ہو گیا۔ بعدہٗ پھر سارہ خاتون کیطرف نظرِ بد سے دیکھا اُسی وقت اندھا ہو گیا تب
اِس ملعون نے کہا کہ اے بی بی میرے حال پر دعا کر میں نے توبہ کی۔ بی بی سارہ
نے دعا کی۔ فوراً اسکی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ پھر وسوسۂ شیطان سے عہد شکنی کی اور
چاہا کہ دست اندازی کرے اُسی وقت تمام بدن خشک اور شل ہو گیا اور آنکھیں
اُسکی جاتی رہیں۔ پھر کہنے لگا اے بی بی دعا کر میں نے توبہ کی۔ وہ بولیں کہ اے
بدبخت اب یہ دعا میری طرف سے نہیں چاہیئے بلکہ میرے مالک کی طرف سے چاہیئے
وہ خدا کا دوست ہے۔ اگر وہ چاہے تجھے معاف کرے یا نہ کرے۔ تب اُس بادشاہ نے
کہا۔ ابراہیم کو یہاں لاؤ۔ چنانچہ ابراہیم وہاں تشریف لیگئے۔ بادشاہ نے کہا اے حضرت
مجھے معاف کیجئے تم پر میں نے بہت ظلم کیا۔ اب میں نے توبہ کی حضرت نے فرمایا یہ
میرے حکم سے نہیں ہے خدا کے حکم سے ہے جو رب ہی تمام عالم کا۔ دیکھئے مرضی الٰہی
سے کیا حکم ہوتا ہے۔ پس اُسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے آکر فرمایا اے ابراہیم
خدا تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جبتک وہ تمام ملک اور خزانہ اپنا تمکو ندے
تم ہرگز اُس سے راضی نہونا اور اُسکے حق میں دعا نکرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا کہ میرا خدا ایسا فرماتا ہے کہ وہ اپنا
ملک و خزانہ تمکو دیدے۔ بادشاہ نے یہ سُنکر اپنا ملک اور خزانہ حضرت ابراہیم کو دیدیا
اور حضرت ابراہیم نے دعا کی اور اُسنے صحت پائی۔

حضرت ابراہیم نے بحکم خدا اس ملک کے دو حصہ کئے۔ نصف حصہ جو جانب
کنعان تھا خود لیا۔ اور نصف دوسرا حصہ اُس بادشاہ کو دیا۔ اور بادشاہ نے ایک خادمہ
باکرہ نیک رو نہایت حسین لاکر سارہ خاتون سے کہا کہ اے بی بی میں نے ناحق نہایی

بیحرمتی کی اور تمکو دیکھ کر میں نے خیال بد کیا تھا۔ پس تمہارے معاف کرنے کے شکرانہ میں یہ بی بی ہاجرہ تمہاری خدمت کے لئے میں تم کو دیتا ہوں۔ اور جو گناہ و تقصیر مجھ سے ہوئی ہے وہ معاف کیجئے۔ اور حضرت ابراہیم سارہ خاتون۔ اور بی بی ہاجرہ کو لیکر کنعان کی طرف چلے۔ رستہ میں سارہ خاتون اپنا حال جو مصر کے بادشاہ کے روبرو گذرا تھا بیان کرنے لگیں حضرت ابراہیم نے کہا۔ اے سارہ خاطر جمع رکھ کچھ اندیشہ نکر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اُٹھا دیا تھا۔ جو جو باتیں تجھ پر گذریں وہ سب مجھ پر ظاہر ہوئیں۔ جو تم کرتیں اور کہتی تھیں میں اسکو دیکھتا اور سنتا تھا۔

بعد اسکے سارہ خاتون نے بی بی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی خدمت میں دیا۔ پس حضرت ابراہیم مصر سے نکلکر بیت المقدس کی زمین فلسطین ملکِ شام میں پہنچے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اے ابراہیم زمین کی طرف دیکھو اس میں کیا کیا فائدہ ہے حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ وہاں پر آبِ رواں اور زمین نرم اور سب درخت میوے دار ہیں۔ اور بغیر پانی کے فصل پیدا ہوتی ہے۔ پس ابراہیم نے شہر مذکور میں قیام کیا اور عمارتیں بنائیں۔ اور بحکم خدا نمرود کی دعوتِ اسلام کو تشریف لے گئے مگر اُس بدبخت کی تقدیر میں دولتِ اسلام نہ تھی۔ وہ اور اُس کا لشکر مچھروں سے ہلاک ہوا۔ پھر آپ اُس شہر میں آئے جہاں بی بی ہاجرہ کو وہاں کے بادشاہ نے بی بی سارہ کی خدمت کے لئے دیا تھا۔ وہ ملکِ مصر کا بادشاہ تھا حضرت کے پاس آکر مشرف باسلام ہوا۔ غرضکہ جو شخص حضرت ابراہیم کے پاس آتا خلعتِ اسلام سے مشرف ہوتا اور ایک روز رہ کر پھر رخصت ہوتا۔ پھر آپ دمشق اور وہاں کے لوگوں کو بھی طریقہ اسلام کا بتا کر شہر طیبہ میں وارد ہوئے۔ وہاں کے باشندے بھاگ کر پہاڑوں پر چلے گئے مسلمان لوگ وہاں سے غنیمت لیکر حضرت کے ساتھ کنعان میں پہنچے۔ پھر وہاں سے حضرت ابراہیم

بیت المقدس میں آئے۔ سارہ نے حضرت ابراہیم کے آنے کی خوشی میں بہت دینار فقرار کو تقسیم کئے اور تمام لوگ شہر کے بہت خوش و خرم ہوئے۔

تقدیر الہی سے یہ اتفاق پیش آیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسی شب ہاجرہ کے ساتھ مباشرت کی اور وہ امید سے ہوئیں۔ اس بات کے معلوم ہونے سے بی بی سارہ کو غیرت پیدا ہوئی۔ اور حضرت ابراہیم سے کہا کہ مجکو برداشت نہیں کہ ہاجرہ کے فرزند ہو۔ اور میرے نہو۔ جب نو مہینے ہوئے تب ہاجرہ سے اسمٰعیل علیہ السلام تولد ہوئے اُس وقت بی بی سارہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اگر ہاجرہ ہمارے ساتھ رہے گی تو میں یہاں نہ رہونگی۔ کہیں چلی جاؤنگی۔ نہیں تو یہاں سے اسکو کہیں ایسی جگہ لیجا کر رکھو کہ جہاں پرنہ آبادی ہو۔ نہ میوہ۔ نہ پانی۔ تاکہ آرام نپاوے۔ ابراہیم علیہ السلام یہ بات سنکر نہایت متردد اور متفکر ہوئے اور جناب باری میں عرض کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا اے ابراہیم سارہ جو کہتی ہے وہ کرو۔ پس جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے حضرت ابراہیم نے ہاجرہ و اسمٰعیلؑ کو ایک اونٹ پر سوار کیا۔ اور آپ ایک اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس سے نکل کر جنگل کی طرف چلے جس جگہ اب خانہ کعبہ ہے اِس میدان میں پہنچے اور حضرت ابراہیم نے کسیقدر خرما۔ اور چند روٹیاں۔ اور تھوڑا پانی ہاجرہ کو دیکر کہا کہ اسمٰعیل کو دودھ پلاؤ اور تم یہاں رہو میں جاتا ہوں۔

ہاجرہ اسمٰعیل علیہ السلام کو لیکر وہاں بیٹھیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام آبدیدہ ہو کر انکی محبت سے ملک شام کی طرف سارہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب دو گھڑی گذری ہاجرہ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم تشریف نہ لائے اور آفتاب گرم ہوا۔ اور وہاں پانی نہ پایا۔ شدتِ پیاس سے ہاجرہ کوہِ صفا و مروہ کی طرف دوڑیں۔ صفا سے مروہ تک اور مروہ سے صفا تک سات مرتبہ دوڑیں جب پانی نہ ملا حیران ہوئیں۔ اور یہ سات مرتبہ صفا و مروہ میں دوڑنا حاجیوں پر قیامت تک سنت ہاجرہ کی قائم رہی) اور جب ہاجرہ

صفا و مروہ پر دوڑ کر حضرت اسمٰعیل کو جس جگہ چھوڑ گئی تھیں دیکھنے آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ پر حضرت اسمٰعیل کو لٹایا تھا وہاں پر جب انہوں نے شدت پیاس سے دونوں پاؤں کی ایڑیاں رگڑیں تو وہاں سے پانی کا فوارہ جاری ہو کر زمین پر بہتا ہے (صبر کا اجر ہاجرہ کو ملا) ہاجرہ خوش ہو کر کہنے لگیں۔ بحمد اللہ یہ فرزند مبارک خداوند نے مجھے عنایت کیا۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ بحکم خدا فرشتے نے آکر اپنے پر پایا پاشنہ زمین پر مارے اور وہاں سے پانی جاری ہوا۔ ہاجرہ نے خود بھی وہ پانی پیا۔ اور اسمٰعیل کو بھی پلایا اور مٹی پتھر جمع کر کے چاروں طرف سے اُس پانی کو مثل حوض کے کر دیا مروی ہے اگر ہاجرہ اُس پانی کو بند نہ کرتیں تو وہ پانی ملک مکہ میں قیامت تک جاری رہتا الغرض ہاجرہ وہی پانی پیتی تھیں۔ اور آسودہ رہتی تھیں۔ اتفاقاً ایک روز سوداگروں کا قافلہ پانی کی تلاش میں معہ اپنے چارپایوں کے اس طرف آیا۔ اور ایک عورت کو مع فرزند کے پانی کے چشمہ پر بیٹھی دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے کہ اس جگہ پر ہم نے پہلے کبھی پانی نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے ہاجرہ سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ ہاجرہ نے جو حال اپنے اوپر اور حضرت اسمٰعیل پر گذرا تھا اور نیز پانی کا قصہ سب بیان کیا اور اُنہوں نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم تمہارے پاس بود و باش اختیار کریں اور پانی کے عوض آپ کو دسواں حصہ پیداوار کا دیا کریں۔ ہاجرہ نے کہا اچھا۔ تب اُنہوں نے وہاں آکر خیمے استادہ کئے اور اونٹ بکریوں کو چرانے کے لئے چھوڑ دیا اور بہت دنوں تک وہاں رہے۔ ہاجرہ ان لوگوں کا کپڑا بُن کر اپنا کھانا پینا کرتی تھیں۔ اور اسمٰعیل شکار کرتے تھے۔ اسی طرح گذر اوقات ہونے لگی۔

ایک روز ابراہیم کو ہاجرہ اور اسمٰعیل کے دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ کہ خدا جانے وہ دونوں کس حال میں ہیں پس حضرت ابراہیم نے سارہ سے اجازت مانگی۔ سارہ نے

شیر خوار بچوں کا زمزمہ جاری ہونا

عورتوں کا قصبہ کے پانی پر بیٹھنا

اجازت دی اور یہ عہد لیا کہ تم وہاں پر سواری سے نہ اترنا اور جلدی انکو دیکھکر واپس آجانا۔ پس یہ عہد کر کے حضرت ابراہیم گھوڑے پر سوار ہو کر بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ اور منزل بمنزل جا کر مکہ میں پہنچے۔ قوم عرب کو دیکھا کہ اونٹ بکریاں چراتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ کو وہاں کے لوگوں نے نہ پہچانا۔ مگر ہاجرہ دور سے دیکھ کر حضرت کو استقبال کر کے لائیں۔ لیکن حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے عہد کا خیال کر کے سواری سے زمین پر پیر نہ رکھا۔ ہاجرہ سے نے اسمعیل ؑ کو بلا کر کہا۔ دیکھو! تمہارے باپ تشریف لائے ہیں انہوں باپ کی زیارت کی اور بہت خوش ہوئے۔ ہاجرہ نے کہا کہ سواری سے اترو کہ تمہارا سر دھلا دیں۔ حضرت ابراہیم ؑ نے کہا سارہ نے مجھ سے عہد لیا ہے سواری سے نہیں اتر سکتا۔ تب ہاجرہ دو پتھر لائیں اُنپر حضرت ابراہیم نے اپنا پیر رکھکر سر جھکایا۔ اور حضرت ہاجرہ نے انکا سر دھلایا۔ اور جن پتھروں پر اپنے قدم مبارک رکھے تھے اتبک انکا نشان ہے۔ اور اب وہ خلائق کا مصلے ہے۔ یہ ہاجرہ کے صبر کا نتیجہ ہے۔ جو اُن کا یہ واقعہ یادگار روزگار ہے۔

نافرمانی سے لوط کی بیوی کی ہلاکی

راویانِ صداقت بیان اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ابلیس ایک حسین لڑکے کی صورت بنکر ایک باغ میں آتا تھا اور ہمیشہ اُسکے پھل پھول کا نقصان کر جاتا تھا۔ جب باغ کا مالک اُسکو پکڑنے لگتا تو وہ بھاگ جاتا۔ جب مالک باغ کا بہت نقصان ہوا اور پکڑنے سے عاجز ہوا تو ایک روز ابلیس نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ میں باغ میں نہ آؤں تو تو مجکو اپنے تصرف میں لا۔ یہ فعل کر۔ صاحب باغ نے کہا (ع) چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ میں ممنونِ احسان ہو کر تجھ سے کرونگا بوس و کنار۔ غرض صاحب باغ تصرف میں لایا اس مفعول کو۔ اور ابلیس نے ہر ایک باغ میں جاری کیا اِس معمول کو۔

اِس قوم نے اِس فعل بد میں آپ کو مضبوط کیا۔ جناب الٰہی کی طرف سے واسطے ہدایت کے مقرر ہوئے حضرت لوط۔ جناب جسقدر کہ اُنکے اِس فعل بد سے انکار کرتے تھے وہ کافر زیادہ اِس کام میں اصرار کرتے۔ ہر چند کہ اُنکو وعدہ وعید کیا اور حد سے زیادہ تہدید کیا۔ پر وہ بضد ہوئے۔ اور وہ اس کام میں بہت مستعد ہوئے اور بولے فَائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ یعنے اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب لائیے لوطؑ اُنکی دعوت سے باز نہ آتے تھے۔ اور وہ اُنکی عداوت سے ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے اور حضرت لوط اپنے چچا ابرہیمؑ کے طریق پر مہمانداری کرتے تھے۔ جب اِن کافروں نے حضرت لوط کے مہمانوں کو سُنا۔ کافر دوڑ پڑے اُنکے گھر پر۔ تب آپنے ناچار ہو کر درگاہِ جبار و قہار میں دعا کی۔ اور ان کافروں کے غارت ہونے کی تمنا کی حکم الٰہی سے جبرئیل امین فرشتوں کی فوج کے ساتھ مؤتفکات کے شہر پر آئے۔ اور بصورت حسین لڑکوں کے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس تشریف لائے حضرت لوط قوم کے خوف سے اُنکی مہمانی میں تاخیر کرتے تھے اور نہایت دل تنگی سے اور شرم سے اُن سے یہ تقریر کرتے تھے کہ میں قوم کے ہاتھوں سے ناچار ہوں۔ اور اُنکے بد فعلوں سے نہایت بیزار۔ جب دیکھا کہ مہمان میرے گھر رہا چاہتے ہیں اور ایماء و اشاروں سے نہیں جاتے تو شام کے وقت لاکر اُنکو اپنے گھر میں چھپا یا اور اپنی بیوی سے ضیافت کی تیاری کو فرمایا۔ اور کہا کسی سے مت کہیو۔ مہمانوں کا حال۔ اور اس مقدمہ میں کسی نہ کہیو قیل و قال۔

بی بی کافرہ نے بہانہ سے نکلکر قوم کو خبردار کیا اور بولی کہ ان لڑکوں کے حسن کی تعریف و توصیف نہیں ہوسکتی۔ اِس خبر کے سنتے ہی وہ اُنکے گھر پر آئے اور آپکی خاطر عالی پر ملال لائے۔ حضرت لوط نے نہایت عجز سے فرمایا کہ سنو میری نصیحت اور ان مہمانوں کے حق میں مت کرو مجکو فضیحت۔ اگر چاہو تو میری ان بیٹیوں کو اپنے

نکاح میں لاؤ اور مہمانوں کو میری خاطر سے مت ستاؤ۔ ان کافروں نے کہا کہ تیری بیٹیاں ہم کو درکار نہیں۔ سوا ان لڑکوں کے دوسرے سے سروکار نہیں۔ جب حضرت جبرئیل ع نے حضرت لوط کو نہایت بیقرار پایا تو آہستہ سے اُنکے کان میں یہ مژدہ سنایا۔ لَا تَخَفْ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ یعنے ڈریئے نہیں اور بیخوف رہیے ہم ہیں اُسکے پیک (رسول) اور نہیں پہنچیں گے وہ آپ تک حضرت لوط اس مژدہ کو سنکر بہت خوش ہوئے اور ان کافروں کی آفات سے محفوظ حضرت جبرئیل نے دروازے سے نکل کر اپنے پروں کی ہوا آنکھوں میں لگائی۔ خدا کی قدرت سے بینائی سب کی نظر سے جاتی رہی۔ وہ کافر اندھے ہوکر اپنے گھروں کو بھاگے اور گرتے پڑتے گھروں کو پہنچے۔ کوئی پیچھے کوئی آگے۔ لوط علیہ السلام نے چلنے کی تیاری کی۔ اور نیز مسلمانوں سے جبرئیل نے کہا۔ کہ تم میں سے کوئی پیچھے کو نہ کرے نگاہ۔ یہاں سے چلتے سب مسلمانوں نے آپکی فرمانبرداری کی۔ اور بہت جلد وہاں سے روانہ ہوگئے۔ مگر قبیلہ ان کا یعنے بیوی پیچھے کو دیکھتی تھی۔ کہ ناگاہ آسمان سے ایک پتھر اُسکے سر پر آیا۔ اور اُس نافرمان کو رستہ عدم کا دکھایا۔ جبرئیل نے اُس میں کے ساتوں طبق اِن چاروں شہروں کے اُکھاڑ کر اپنے پروں پر اُٹھائے اور آسمان کے قریب لیجاکر اوندھا گرایا۔ اور ملائک نے پتھروں کا بار ان پر برسایا۔ آن کی آن میں سب ہوئے ہلاک۔ اور زمین اُنکی آلایش سے ہوگئی پاک

بیوی کے اغوا سے بلعم بعور تباہ ہوا

حضرت یوشع کے زمانہ میں بلعم باعور ایک عابد تھا حضرت یوشع پیغمبر ہوئے اُنکو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ملک شام جباروں کے قبضہ سے نکالو کہ تم مصر میں جا رہو۔ آپ نے شہر الیا میں جاکر مخالفین اسلام کو قتل کیا اور شہر بلقا میں آئے یہ بڑا شہر پایہ تخت

بادشاہ کا تھا سپاہ و رعیت بہت تھی حضرت یوشع کو دیکھکر خود بادشاہ بالشکر جرار مقابلہ کو آیا۔ ہر چند شجاعت دکھائی کارگر نہوئی۔ یوشع علیہ السلام نے اُن کا محاصرہ کر لیا آخر کافروں نے ہزیمت پائی۔ اور بلعم باعور کے نزدیک جاکر استمداد چاہی۔ اور کہا کہ آپ مقبولِ خدا ہیں ہمارے لئے دعا کیجئے۔ کہ ہم دشمنوں پر فتح پائیں۔ اُسنے کہا یوشع پیغمبرِ خدا ہیں۔ اور سپاہ و لشکر فرستادہ خدا۔ ہم کو کیا مجال کہ ہم اُن پر بددعا کریں تُم سب دینِ موسیٰ قبول کرو۔ وہ نبی مرسل تھے۔ اُنہوں نے کہا ہرگز نہیں ہم دینِ موسیٰ اختیار نکریں گے۔ اگر تم ہمارے حال پر دعا نکرو گے تو تمکو دار پر کھینچیں گے۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ بلعم ابن باعور اس بات کو سن کر دل میں کچھ خوف لایا۔ مگر دعا نہ کی۔ پس اُسکی عورت بہت خوبصورت تھی۔ وہ اُسپر عاشق اور فریفتہ تھا۔ اس بادشاہ نے اُسکو بہت سا روپیہ دیکر راضی کیا۔ وہ نورہترانِ ایمان اور گمراہ تھی۔ روپے کے لالچ سے سفارش کی کہ تم دعا کرو ہماری خاطر بادشاہ کے لئے۔ پس بلعم باعور نے اپنی عورت کی خاطر اور اُس بادشاہ کے خوف سے اور خدا سے ڈر کر آخر حیلہ کیا اور فعلِ ناشائستہ بتایا کہ تم اچھی اچھی عورتیں چودہ چودہ برس کی لاکے یوشع کے لشکرگاہ میں بھیجو۔ اغلب ہے کہ اُن سے فعلِ ناشائستہ نہ ہو۔ اس سے وہ ہزیمت پاوینگے۔ اور تم فتح۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ مگر وہ ثابت قائم رہے۔ پھر بلعم کی عورت آڑے آئی۔ کہ اگر تم بددعا نکرو گے تو مجھے طلاق دو۔ ناچاری کو بلعم نے چاہا کہ بددعا کرے اُس وقت دو شتر حجرے میں سے نکل آئے اور اُسپر حملہ کیا اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس بات کو جانے دے مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کو کیا جواب دونگا۔ پیغمبر کا عمل ہونا اس شہر میں بہتر ہے۔ اسکی عورت بولی جبتک تم اُسکے لئے بددعا نکرو گے میں تم سے نہ بولونگی۔ پھر اُسنے چاہا کہ خلوت میں بددعا کرے۔ دو سانپ اُسکو کاٹنے آئے۔ پھر اُسنے کہا کہ تو خدا سے ڈر۔ میں نبی کو کیونکر بددعا کروں۔ پھر عورت نے کہا یہ تم نے مکر بنایا ہے۔ تم میری بات نہیں سنتے تو طلاق دو۔

بلعم باعورنا چار ہوکر گھر سے نکلکر اپنے گدھے پر سوار ہوا اور جنگل کیطرف چلا۔ راہ میں گدھا چلنے سے رُک گیا۔ ہر چند مارا مگر آگے نہ بڑھا۔ اور گدھے نے کہا یہاں سے واپس ہو۔ بد دعا نہ کرو ورنہ آگ میں جاویگا۔ پس گدھے سے یہ بات سُنکر وہ ڈرا اور راہ سے پھرا۔ اتنے میں ابلیس آدمی کی صورت بنکر راہ میں اُس سے ملا۔ اور کہا اے بلعم تو کیوں نیک راہ سے پھرتا ہے۔ وہ بولا کہ یہ گدھا مجھے منع کرتا ہے کہ اس امر سے باز آ۔ اور میں بھی جانتا ہوں کہ یہ بُرا کام ہے۔ شیطان نے اُس سے کہا کہ جس نے تمکو راہ سے پھرایا وہ شیطان تھا۔ کیونکہ گدھے نے بھی کسی سے بات کہی ہے صواب یہ ہے کہ تو دعا کر بادشاہ کے حق میں۔ بلعم باعور نے اِن باتوں کو سُنکر پہاڑ کیطرف عزم کیا۔ جہاں کہ اُس کا چاہ تھا۔ پا پیادہ وہاں گیا اور دعا کی اور اُسکی دعا سے پیغمبر بنی اسرائیل نے شکست پائی۔ یوشع نے سرزمین پر رکھکر عرض کی الٰہی تو اس کا مرتبہ اور بزرگی چھین لے۔ اللہ نے اسم اعظم مع لباسِ تقویٰ بلعم سے چھین لیا۔ آپنے سر سجدہ سے اُٹھایا اور بنی اسرائیل کو اِس سے خبر دی حاصل کلام اغوائے شیطانی دکیا اپنی عورت سے بلعم باعور تباہ ہوا۔ عورتوں کو چاہیئے کہ مردوں کے خلاف ضد نکریں۔ ضد سے اکثر کام خراب ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک یہودی کی عورت بہت بڑی حق پرست تھی اور خاوند اُس کا سیاہ دل سرگرم کینہ تھا۔ ایک دفعہ اُسنے یہ قصہ اپنے یاروں سے کہا سب کے مشورے سے ایک بڑا گڑھا کھودا۔ اور اُس میں تین دن آگ سُلگائی۔ بعد اُسکے سب اپنے یاروں کو جمع کرکے اِس عورت نیک سیرت کو بلا کر کہا تو ہر دم خدا خدا کہتی ہے۔ اِس گڑھے میں گھس جا۔ اگر سچی ہوگی تو بچ جائیگی۔ اور جھوٹی ہوگی تو جل جائیگی۔ وہ سچے خدا پر سچا بھروسہ رکھتی تھی۔ بسم اللہ کہکر اُس میں کود پڑی۔ وہ جلتی آگ اُسکی تاب ایمانی سے بجھ گئی۔ یہودیوں نے آتش حسد و عداوت سے جلکر پھر اُسکے اوپر تین دن آگ

جلائی اور منہ گڑھے کا بند کر دیا۔ تین دن کے بعد کھولکر دیکھا تو وہ بخوبی نماز پڑھتی ملی۔
پھر سب حیران ہو گئے اور توبہ کر کے ایمان لائے کہ بیشک اِس سچی عورت کا دین سچا ہے
قرآن شریف کے پ البقرہ (۵) وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (ترجمہ) صبر اور نماز سے
مدد لو **ف** یہ خطاب ہے مومنین کیطرف اور مطلب یہ ہے کہ مصیبت اور فکر و تردد کی حالت
میں صبر کو اپنا شعار کرو اور نماز میں مصروف ہو۔ امید ہے کہ نماز کی برکت سے وہ مصیبت
دفع ہو جائے۔ **حدیث** شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
کوئی آفتِ ناگہانی پیش آتی۔ یا فکر لاحق حال ہوتا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے" بعض
نے کہا یہ خطاب ہے یہود کی طرف۔ اُنکے دل میں مال و جاہ کی حرص تھی تو صبر کا حکم ہوا
یعنے روزہ رکھنے کا۔ کیونکہ روزہ خواہش کو توڑ دیتا ہے۔ اور نماز کا اس لئے کہ نماز دلوں
میں عاجزی اور خاکساری پیدا کرتی ہے۔ اور غرور اور تکبر کو دفع کرتی ہے۔ اور علماء اہلِ
کتاب جو لعبد وضوح حق بھی آپ پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اُسکی بڑی وجہ حبّ جاہ اور
مال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا صبر سے مال کی طلب اور محبت جاتی
اور نماز سے عبودیت و تذلّل آئیگا۔ اور حب جاہ کم ہوگی۔ اور اس ہی معنی میں دوسری
جگہ ارشاد ہے پ البقرۃ (۹) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ
اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ تک۔ اے مسلمانوں مدد لو صبر اور صلوٰۃ سے بیشک اللہ صبر کرنے
والوں کے ساتھ ہے **ف** تمام طاعات اور منہیات شرعیہ کو محیط ہیں جن کا انجام
دینا دشوار امر ہے اور اسکی سہولیت کے لئے یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ صبر اور صلوٰۃ سے
مدد لو کہ انکی مداومت سے تمام امور متیسر سہل کر دیئے جاوینگے۔ اور اس آیت میں یہ اشارہ
بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں محنت اٹھاؤ۔ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا درکار ہے۔ اور بغیر صبر کے
کوئی کام نہیں بنتا خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ جبتک اسکی کرنے کی مشقت کو استقلال سے
برداشت نہیں کرتے وہ انجام پذیر نہیں ہوتا۔

نقل ہے کہ ایک مشاطہ فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ اتفاقاً کنگھی اُسکے ہاتھ سے گر گئی اُسنے بسم اللہ کہکر اُٹھالی۔ لڑکی نے کہا یہ نام میرے باپ کا ہے۔ مشاطہ نے کہا یہ نام اُس خدا کا ہے جو پروردگار تیرا اور تیرے باپ کا ہے بندوں کی کیا قدرت ہے کہ اسکے لیئے یہ نام لیا جاوے۔ لڑکی نے یہ حال اپنے باپ سے کہا۔ فرعون نے مشاطہ کو بلا کر کہا کہ تو اس عقیدے سے باز آ اور میری خدائی کا اقرار کر۔ مشاطہ نے کہا استغفر اللہ یہ کیا بات ہے۔ میں نے ابتک اِس کلامِ حق کو چھپا یا تھا۔ اب ظاہر ہو گیا۔ اِس سے انکار کرنا دین کو دنیا کے عوض میں بیچنا ہے۔ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ اپنے دینِ حق کو چھوڑ دوں۔ فرعون نے کہا کہ اے مشاطہ تیرے حقوق خدمت مجھپر ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تو ہلاک ہو تو اپنے کو خراب و بدنام نکر۔ کنگھی کرنے والی حق آگاہ نے کہا۔ جان کا تلف ہونا قبول ہے اور اس عقیدے سے پھرنا گوارا نہیں۔ اُس مردود نے حکم کیا اسکے ہاتھ پاؤں باندھکر طوق و زنجیر گلے میں ڈالکر اس صورت سے قیدخانہ میں ڈالو۔ بموجب حکم تعمیل کیگئی تب اُسکے دل میں جوش آیا اور روئی اور کہا الٰہی تجکو میں دوست رکھوں اور دشمن کی قید میں پڑوں۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے مشاطہ آدم نے میری دوستی کا دعویٰ کیا۔ میں نے اُسکو رنج و محنت میں مبتلا کیا اور اسی طرح نوح کو بلاے طوفان میں۔ ایوب کو آلام جسمانی میں۔ اور زکریا مصیبت ارہ میں اور ابراہیم کو تکلیف آتش نمرود میں گرفتار کیا۔ اے مشاطہ مخلوق دوست رکھتی ہے۔ راحت پہنچاتی ہے۔ اور جسکو میں دوست رکھتا ہوں محنت و بلا میں گرفتار کرتا ہوں۔ لوگ اپنے دوستوں کو کھانا۔ اور کپڑا۔ اور مکان۔ اور عیش دیتے ہیں۔ اور میں اپنے دوستوں کو بھوکا اور ننگا۔ اور اہل و عیال سے جُدا رکھتا ہوں۔ اُسنے زبانِ شوق سے عرض کیا۔

مصرعہ جان جائے تو بلا سے پر ترا دھیان نجائے۔ دوسرے دن فرعون نے

اُس بیچاری کو بُلا کر کہا اے مشاطہ اب بھی اِس کلام سے باز آ۔ اپنی ضعیفی پر رحم کر نہیں تو ہاتھ کاٹ کر تیری آنکھیں نکلواؤنگا۔ وہ نیکبخت سر اُٹھا کر بولی۔ اے ملعون یہ ہاتھ تیری خدمت بجالائے ہیں۔ اِسی قابل ہیں کہ کاٹے جائیں۔ اور آنکھوں نے تیری صورت ہمیشہ دیکھی ہے۔ لائق نکالے جانے کے ہیں۔ تب اُس ملعون نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ ایک دیگ میں تیل بھر کر آگ پر رکھ دو۔ جب وہ دیگ خوب جوش پر آئی تب اُس ملعون نے ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں اُسکی بُلائیں۔ اور ایک کے بال پکڑ دیگ میں ڈلوا دیا۔ دوسری بیٹی رو کر لپٹ گئی۔ اور کہا اے ماں مجکو بچا لے۔ اُسنے کہا اے بیٹی بے صبری نکر۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ الغرض اِس طرح اُس ملعون نے ایک ایک کو دیگ میں ڈلوانا شروع کیا۔ ایک لڑکی دو برس کی اُسکی گود میں تھی جب اُسکو بھی چھینکر چاہا کہ دیگ میں ڈالدیں۔ تب اُس کی محبت مادری جوش میں آئی اور رونے لگی۔ یہانتک کہ فرشتے بھی اُسکے ساتھ روتے تھے۔ اور دعا کرتے تھے۔ کہ الٰہی اس بندی پر رحم کر اور ہم کو حکم دے کہ اس وقت اسکی مدد کریں۔ حکم ہوا اے فرشتوں چپ رہو۔ تم ہمارے اسرار سے کیا واقف ہو اِنّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرشتے خاموش ہوئے۔ جب اِس لڑکی کو بھی دیگ میں ڈالدیا۔ تب وہ لڑکی زبان فصیح سے کہنے لگی کہ اے ماں میری بہنو بھائی نے اپنے دوست کی ملاقات حاصل کی۔ اب تو بھی جلد کہتے ہیں کہ جب اُسکی چھوٹی لڑکی شیر خوار کو دیگ میں ڈالا تو خوشبوئے مشک اُس سے نکلی کہ تمام مکان معطر ہو گیا۔ پھر جب نوبت اِس مشاطہ کی آئی۔ وہ ملعون کہنے لگا اے مشاطہ اب بھی میرا کہنا مان۔ اور اقرار کرلے اور اپنے عقیدے سے باز آ۔ دیکھ اسی سبب سے تیری اولاد کا یہ حال ہوا۔ اگر تو میری خدائی کا اقرار کرلے تو تیری جان بھی نبچے۔ اور جاگیر اُسکے عوض میں عنایت کروں۔

وہ بولی اے ملعون یہ وقت میرے دوست کی ملاقات کا ہے اور اس کا

سلام بیواسطہ سُنتی ہوں - تیری خلعت اور جاگیر کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے
اور اُسنے نگاہ کی تو حجاب آسمانی اُسکے آگے سے اُٹھ گئے تھے - کیا دیکھتی ہے کہ ساق
عرش معلی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکہا ہوا ہے اُسکو دیکھ رہی ہوں - بیخود ہو گئی
اور از خود رفتہ ہوئی - اور اشتیاق دیدار الہی کا اُسکے دل میں اور بھی زیادہ ہوا -
الغرض اِس ملعون نے پہلے ہاتھ پاؤں اُسکے کٹوائے پھر آنکھیں نکلوائیں
پھر اُسکے بند بند جدا کر کے دیگ میں ڈلوا دیا - جبتک جان تھی اللہ ہی اللہ کہتی
تھی - کتابوں میں لکہا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا
کہ کہوان لوگوں سے جنہوں نے مال و جان ہماری راہ میں نثار کیا ہے اگر باغ جنت
چاہیں تو جنّت مع حوروں و غلمانوں کے موجود ہے - اور تخت مرصع ہے - اور لباس
پُر تکلف اور عطریات اور سامانِ راحت اور آسایش کے مہیا ہیں - اور سب طرح کی
نعمتیں موجود اور دیدارِ الٰہی بھی نصیب ہوگا - مشاطہ نے اپنے مالکِ حقیقی کے
خوش کرنے کے لئے سب تکالیف دنیا پر صبر کیا - اور صبر کرنے والوں کے لئے
اجر اچھا ہے - قولہ تعالیٰ پ ۱۳ - الرعد (۳) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ تا عُقْبَى الدَّارِ تک (ترجمہ) اور جن لوگوں نے اپنے مالک کی خوشی کے لئے
صبر کیا اور نماز کو درستی سے ادا کیا - اور جو ہم نے اُنکو (مال) دیا اُس میں سے چھپے اور
کھلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا - زکوٰۃ دی اور بُرائی کے بدلے (لوگوں سے) بھلائی کی -
انہی لوگوں کو پچھلا گھر ملے گا -

ف عبادت اور پرہیز گاری پر قائم رہے یا نیک عمل کر کے گناہ کو مٹایا **اے سعید**
قیامت میں دیدار رب العلمین مومنوں کو ہو گا - راوی ہیں ابو سعید خدری رح کہ لوگوں
نے دریافت کیا کہ قیامت میں ہم اپنے رب کو دیکھیں گے آپنے فرمایا کہ دیکھینگے اور بھیڑ بھاڑ نہو گی جیسے کہ
دنیا میں ہوا کرتی ہے - بلکہ اس طرح دیکھو گے جیسے چاند چودھویں رات میں دیکھتے ہیں

پس اس طرح قیامت میں رب العلمین کو دیکھو گے اور یہ بھی فرمایا کہ جب آدمی جمع ہو جاوینگے تو ایک اعلان کریگا کہ غیر اللہ کے ماننے والے یہاں سے چلے جاویں۔ کفار و مشرکین کو جہنم میں ڈالدیا جاویگا اسکے بعد یہودیوں کو بلایا جاویگا اور ان سے بھی یہی سوال کیا جاویگا کہ تم کسکی عبادت کرتے تھے وہ جواب دینگے کہ ہم عزیر کی عبادت کرتے تھے اسکے بعد نصاری کو بلایا جاویگا اور ان سے یہی سوال کیا جائیگا کہ تم کسکی عبادت کرتے تھے وہ جواب دینگے عیسے علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ اسکے بعد ہر دو کو بھی جہنم میں داخل کرنے کا حکم ہوگا اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی خالص پرستش کرنے والے بلائے جاوینگے۔ ان سے کہا جاویگا تم اپنے رب کو پہچانتے ہو۔ وہ جواب دینگے ہاں جانتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی ساق سے کپڑا اٹھائیگا۔ اور مومن دل شیدا سجدہ میں گر پڑینگے جو لوگ ریاکاری کی عبادت کرتے تھے وہ کمر جھکانا چاہیں گے۔ مگر نہ جھکا سکینگے۔

نقل ہے کہ مشاطہ کے قتل کا واقعہ سارا بی بی آسیہ دیکھ رہی تھیں اور بروقت شہادت اس باخدا بی بی کے واقعات۔ کہ ملائک کا آسمان سے نازل ہونا اور روح مبارک کو جنت کے کفنوں میں لپیٹ کر لیجانا سب نظر آرہا تھا۔ محبوب کے گھر کی زمین نظر آگئی (یعنے فرشتے) اور حجاب آسیہ کے درمیان سے اٹھ گیا۔ جوش محبت الہی میں بقول شخصے عشق و مشک چھپائے نہیں چھپتا۔ بی بی آسیہ بیچاری کی کیا تاب و طاقت تھی کہ وہ چھپا سکتیں۔ اتنے میں فرعون آسیہ کے پاس آبیٹھا بے ساختہ حضرت آسیہ نے باواز بلند فرمایا۔ اے خبیث تو نے ایسی نیک عورت کو قتل کر دیا۔ فرعون نے کہا کہ شاید تجھے بھی ویسا ہی جنون ہوا ہے۔ حضرت آسیہ نے کہا اے فرعون مجھے جنون نہیں ہے میں اس خدا کو ماننے والوں میں سے ہوں جس نے آسمان و زمین بنائے اور جسے مشاطہ مانتی تھی۔ جب فرعون نے یہ سنا آپے سے باہر ہو گیا۔ آپکے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور آسیہ کے متعلقین رشتہ داروں کو بلایا اور یہ کہا کہ اسے سمجھاؤ کہ یہ کیوں اپنی جان کی دشمن ہوئی ہے متعلقین نے بی بی

آسیہ کو سمجھایا کہ ایسا نکرو کہ فرعون خدا ہے۔ اسکی نافرمانی ٹھیک نہیں ہے۔ آسیہ نے فرمایا کہ اگر فرعون مجھے ایک تاج ایسا بنادے کہ سورج اسکے آگے آگے ہو اور چاند پیچھے ہو اور ستارے بیچ میں ہوں جب بھی میں خدائے حقیقی کو نہ چھوڑونگی۔ فرعون نے حکم دیا کہ جاؤ آسیہ کو چومیخہ کرو۔ بی بی کو زمین پر لٹایا۔ ہاتھوں پیروں میں میخیں جڑیں۔ اور چھاتی پر آگ کا طبق رکھ دیا اور یہ کہا۔ اور بھی زیادہ عذاب کروں گا ورنہ اس خدا کو چھوڑ دے۔ آسیہ نے کہا اے فرعون اگر تو عذاب کریگا میرے جسم کو لیکن خدا کی محبت میرے دل سے کم نہوگی۔ ای فرعون اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگا۔ مگر ہر خون کے قطرے کے بدلے میں عشق اور زیادہ ہوگا۔ ہر پارہ جگر کے عوض محبت الٰہی بڑھتی رہیگی۔ برا کہنا۔ ملامت کرنا لوگوں کا اوپر اوپر ہے۔ اور محبوب کی محبت دل کی تہ میں ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ میں خون میں نہائی ہوں طبق آگ کا سینہ پر رکھا ہے۔ مگر عشق مولا کی آگ اور زیادہ بھڑکتی جاتی ہے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ کو خبر لگی کہ آج آسیہ کے عشق کا امتحان ہے۔ گھبرائے ہوئے آئے آسیہ نے پکارا۔ اے موسیٰ میں نے اسکے عشق میں یہ ارغوانی جوڑا پہنا ہے۔ یہ حالت بنائی ہے۔ یہ تو بتاؤ وہ محبوب اب بھی مجھ سے راضی ہوا یا نہیں حضرت موسیٰ نے فرمایا اے آسیہ ایہ ساتوں آسمان کے ملائک تیرے انتظار میں ہیں اور رب العزت ملائک سے فرما رہا ہے کہ دیکھو ہمارے عاشق بندے ایسے ہوتے ہیں۔ اور کیا کیا سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ اور صابر ہیں۔ اور ہماری محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ای آسیہ مانگ لے جو تیرا جی چاہے۔ آسیہ نے مانگا تو یہ مانگا کہ مولیٰ اپنے پاس بلالے۔ اپنے سایۂ رحمت میں رہنے کی جگہ دے۔ اپنے دیدار سے مشرف کردے۔ حکم ہوا جبرئیل کو اے جبرئیل جاؤ ہماری بندی کو جنت میں اٹھا لاؤ حضرت جبرئیل آئے اور آسیہ کو سب طرح کے فرعونی عذابوں سے الگ کرکے اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ یہ لوگ ہیں۔

جنھوں نے صبر کا جامہ پہنا ہے۔ فرشتے اِن ہی لوگوں سے کہیں گے۔ تم سلامت رہو یہ جو تم کو ملا ہے یہ صبر کا بدلہ ہے (پ ۱۳) الرعد (۳) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا سے عُقْبَى الدَّارِ تک ف اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے صبر کیا اور نماز پڑھی۔ اور ہمنے جو کچھ انھیں رزق عنایت کیا اُس میں سے ظاہر و باطن خرچ کیا اور وہ بُرائی کے بدلہ میں نیکی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکا انجام بخیر ہے (اُنکے لئے) اعلیٰ بہشت ہیں جن میں وہ داخل ہونگے اور (نیز) آبا و اجداد اُنکے بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہونگے اور اُنکی خدمت میں فرشتے بہشت کے ہر ایک دروازے سے داخل ہو کر سلام علیکم کہیں گے۔ اور کہیں گے کہ چونکہ تم صبر کرتے رہے اِس لئے عقبیٰ میں تمکو کیسا اچھا گھر ملا + ف اور جن لوگوں نے صبر کیا بلاؤں پر یعنے گناہوں سے بچے (خاص کر شرک سے) اور نفس کی محافظت کی اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے اور نماز پڑھتے رہتے اور خرچ کیا ہے اُنھوں نے اپنے مالوں میں سے راہِ خدا میں یعنی زکوٰۃ دی ہے اور پوشیدہ اور علانیہ دونوں طرح سے راہِ خدا میں صرف کیا ہے۔ اور دفع کرتے ہیں بدی کو نیکی سے۔ یعنی جو کوئی ان سے بدی کرتا ہے وہ عوض میں اُس سے نیکی کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اُن پر ظلم کرتا ہے وہ اُسکو معاف کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اُنکو محروم رکھتا ہے وہ اسکو دیتے ہیں۔ اور جو کوئی ان سے قطع کرتا ہے وہ اس سے ملتے ہیں۔ اور جو کوئی اُن پر غصہ کرتا ہے وہ نرمی کرتے ہیں۔ اور جو کوئی انکو دشنام دیتا ہے وہ اُسکو سلام کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی گناہ ان سے ہو جاتا ہے تو اُسی وقت توبہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں واسطے اُنکے انجام نیک خانہ دین کا ہے۔ جنھیں عادن کی ہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور حضرت صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک مرد مؤمن ہے اور اُسکی ایک

عورت بھی وہ بھی مومنہ ہے اور وہ دونوں بہشت میں داخل ہونگے۔ کیا یہ عورت بہشت میں بھی اسکی زوجہ ہوگی؟ فرمایا کہ خدا یتعالیٰ حاکم عادل ہے۔ اگر وہ مرد اس عورت سے افضل ہے تو خدا یتعالیٰ اس مرد کو اختیار دیگا۔ اگر وہ اس عورت کو پسند کریگا تو البتہ وہاں بھی وہ اسکی زوجہ ہوگی۔ اور اگر زوجہ شوہر سے افضل ہے تو خدا یتعالیٰ زوجہ کو اختیار دیگا۔ اگر وہ اسکو پسند کرے گی تو وہ اس کا شوہر ہوگا۔

اور حضرت ام سلمہؓ نے رسولِ خدا سے دریافت کیا کہ قربان ہوں تم پر والدین میرے یا رسولِ خدا۔ ایک عورت کے دُنیا میں دو شوہر بھی ہوتے ہیں۔ اور بعد مرنے کے وہ دونوں بہشت میں جاتے ہیں۔ پس وہ زوجہ ان دونوں شوہروں میں سے کسکو ملیگی۔ فرمایا جو شخص زیادہ خلق رکھتا ہو۔ امّ سلمہ خلق نیک دین و دنیا دونوں میں کام آویگا۔ اور انہیں بہشتیوں کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اُنپر فرشتے داخل ہونگے ہر دروازے سے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہے ہر آفت سے۔ بہ سبب اسکے کہ تم نے صبر کیا ہے دُنیا میں۔ فقر پر۔ اور فقر دوست ترین صفت ہے نزدیک اللہ تعالیٰ کے۔ جیسا کہ رسولِ خدا نے بلال سے کہا کہ فقیری سے تو خدا تک پہنچے گا نہ تونگری سے۔

نقل ہے کہ فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا۔ جس کا بہ سبب افروختگی چہرہ کے قابوس لقب ہوا۔ ملک مصر پر متصرف ہوا۔ اور سامان شان و شوکت ہر طرف سے بہم پہنچا کر اپنے کو سجدہ کرایا۔ اور اُسکو سجدہ ہامان نے اول کیا۔ اور بعدہٗ دیگر امراء نے اور جو لوگ پایہ تخت سے دُور تھے اُنکے واسطے تصویریں بنوا کر روانہ کیں۔ تمام اہلِ مصر فرعون پرستی کرنے لگے۔ بنی اسرائیل نے اس امر میں اُسکے ساتھ موافقت نکی۔ اُسکو سجدہ نکیا۔ سرداروں بنی اسرائیل کو بُلا کر ڈرایا کہ تم اپنی زندگی سے ہاتھ دھولو اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اس جابر کا ستم ایک ساعت سے زیادہ نہ ہوگا اور عنقریب

صبر بیان والدہ موسیٰ

خداوندی دائم و جاوداں رہیگا - بہتر یہ ہے کہ غالب فرعون پر صبر کرو - اور کہا کہ سوائے
خدا کے دوسرے کو سجدہ کرنا جائز نہیں - فرعون نے دیگ ہائے مسی و آہنی منگوائیں
اور روغن زیت ڈالکر گرم کرایا - جب دیگیں گرم ہوئیں تو اُس میں بنی اسرائیل کو ڈالتا
تھا اور یہ ہرگز اُس ملعون کو سجدہ نہ کرتے تھے - ہامان نے جو فرعون کا وزیر تھا عرض کی
کہ انکو مہلت دے تاکہ یہ لوگ سمجھ کر فرمان شاہی قبول کریں -

فرعون اس امر سے باز رہا اور تکلیفیں مثل بیگار وغیرہ انپر مقرر کیں - اور
روز بروز دعویٰ خدائی کا بڑھتا گیا - خدا تعالیٰ نے اُسکے بدن میں بہت سے عیب
پیدا کئے - اور دریائے نیل کو خشک کیا - خلق جمع ہو کر آئی اور کہا کہ تو خدا ہے تو نیل
کو رواں کر - پس تنہا ہو کر ایک غار میں آیا - اور ترس خوفِ خدا سے طوق گلے میں پہنا
اور رو بقبلہ ہو کر سجدہ میں گیا - اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ تو بے نیاز ہے اور
برحق ہے اور میں باطل ہوں - لیکن میں نے دنیا کو آخرت پر اختیار کیا ہے - پس جو
کچھ مانگتا ہے وہ مجھے اِس جہان میں عطا فرما - آخرت میں کچھ نہیں چاہتا - جب فرعون
نے یہ دعا کی ناگاہ حضرت جبرائیل ایک مرد بزرگ کی صورت بنکر پیدا ہوئے - فرعون
نے کہا تم کون ہو؟ کہا میں ایک شخص فریادی ہوں - فرعون نے کہا یہ مقام داد نہیں
ہے - ہمارے دربار میں حاضر ہو - یہ کلام ہو رہا تھا کہ رودنیل میں بقدرتِ ربِّ جلیل
پانی پیدا ہوا - فرعون نے خوش ہو کر کہا کہ اے شخص تو اپنا قصہ بیان کر کہ میں تیری
داد دوں - کہا جو بندہ اپنی گردن خداوند سے پھیرے اور اس کا صاحب اُسکو باوجود
نافرمانی کے اچھی طرح رکھے اُسکی کیا سزا ہے - فرعون نے کہا اُسکی سزا یہ ہے کہ اسکو
نیل میں غرق کریں - اُس مرد نے کہا کہ آپ کی درگاہ میں مجھ غریب کو بار کب ملیگا - اِس
حکم پر آپ دستخط کر دیں تو کمال انصاف ہووے تاکہ اس حجت سے اُس بندہ کو کاربند
کروں - فرعون نے کہا کہ کاغذ قلم دوات یہاں موجود نہیں ہے - کہا میرے پاس موجود ہے

پس قلمدان اُسکے سامنے رکھدیا۔ فرعون نے لکھاکہ جو بندہ اپنے مالک کی نافرمانی کرے اور باوجود اسکے مالک اسکو اچھی طرح رکھے اسکی سزا یہ ہے کہ اسکو دریائے نیل میں غرق کردیں۔ وہ مردیہ نوشتہ لیکر چلا گیا۔

روایت ہے کہ فرعون نے ایک آواز سنی کہ ہمنے رودنیل کو تیرے تابع فرمان کیا۔ جب تو کہے گا رواں ہوگا۔ اور جب تو ٹھہراویگا۔ ٹھہر جاویگا۔ اور جب تو کہے گا کہ بلند ہو تو پہاڑ پر چڑھ جاویگا۔ اور جب نیچا کرنا چاہے گا تو پست ہوجاویگا۔ چنانچہ فرعون نے اپنی قوم کے روبرو یہ سب کردکھایا۔ اُنہوں نے جب یہ کرامت دیکھی تو اسکی خدائی پر اعتقاد کامل لائے۔

مولنا یعقوب چرخی نے تفسیر سورہ النازعات میں لکھا ہے کہ فرعون علیہ اللعن نے ایک خواب دیکھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرا ملک خراب کریگا۔ جب وہ بیدار ہوا تو کمال اندوہناک ہوکر اپنی قوم سے کہا یہ خواب نہایت پریشان میں نے دیکھا ہے۔ یہ سنکر سب روئے۔ اور اسکی سرکار میں ہزار جادوگر۔ اور ہزار کاہن اور ہزار منجم تھے سب کو جمع کیا اور خواب اُنکے روبرو بیان کیا۔ سب نے کہا کہ چالیس روز کے بعد ہم جواب دینگے۔ بعدہٗ سب نے کمبل پہنے اور جو کی روٹی کھانی شروع کی اور زمین پر سونا اختیار کیا۔ اور دن کو روزہ رکھنا اور رات کو بیدار رہنا۔ اور جن اور دیووں کو پوجنا اور اُنکے آگے رونا۔ اور اُنکی تسخیر کے اعمال پڑھنے میں مصروف ہوئے۔ تاکہ وہ حقیقت خواب سے آگاہ کریں۔ اس زمانے میں جنات آسمان پر جاتے تھے اور فرشتوں سے کلام کرتے تھے اور جو چیز دنیا میں پیدا ہونی تھی۔ وہاں سے سنکر کاہنوں کو پہنچاتے تھے اور انکو آگاہ کرتے تھے (اور عیسیٰ کی جب ولادت ہوئی تو تین آسمانوں پر جانے کی ممانعت ہوئی۔ اور جب حضرت خاتم المرسلین کی ہوئی تو سب آسمانوں پر جانے سے روکے گئے) القصہ حاملان عرش کو وحی پہنچی کہ ہم بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر پیدا

کرنیوالے ہیں کہ وہ ملک فرعون کا برباد کریگا - اور وہ شب جمعہ فلاں مہینے میں تین ساعت کے بعد اپنے باپ کی پشت سے اُنکے رحم میں آویگا۔ شیاطین نے منجموں سے کہا - اور اُنہوں نے فرعون سے - فرعون نے کہا اُسکی ماں کس طرح معلوم ہووے تو اُسکو مار ڈالوں - اُنہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے - ہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ شب چہلم بنی اسرائیل کو اُنکی عورتوں سے جُدا کردیں - تاکہ یہ شخص وجود میں نہ آوے - اور یہ نہ جانا کہ تقدیرِ ربانی کا تبدل تدبیرِ انسانی سے ہونا امرِ محال ہے - الغرض اسی رات کو سب مرد بنی اسرائیل کو یکجا کیا - اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ کوئی آج کی رات یہاں سے نجائے - اور نجومی تمام شب بیدار رہے - اور فرعون معہ عمران پدر موسیٰ کہ یہ اُسکے خواص میں تھا شہر مصر میں گیا - فرعون کو یہ نہ معلوم تھا کہ عمران بنی اسرائیل میں سے ہے - فرعون نے کہا کہ میرے محل کے دروازے سے کہیں نہ جانا اور اسی طرح کپڑے پہنے سو رہنا - عمران نے اِسی طرح کیا - عمران کی بیوی کو کسی طرح معلوم ہوگیا کہ اِس کا شوہر اس وقت شہر میں ہے - اُنکے پاس آئی - یہ دونوں جمع ہوئے - قطرہ نطفہ سے صدفِ شکمِ مادر میں قرار پکڑا - لکھا ہے کہ عمران کے پہلے دو اولاد تھیں - ایک لڑکا نام ہارون تھا - اور دوسری لڑکی کلثوم نام تھی - عمران نے کہا اپنی بیوی سے کہ اگر تجھ کو حمل رہیگا اور بچہ پیدا ہوگا تو اغلب ہے کہ یہ وہی شخص ہوگا جس سے فرعون ڈرتا ہے مگر اس راز کو بہت پوشیدہ رکھنا کبھی زبان پر نہ لانا - غرضکہ اسی شب کو بعد نصف شب کے منجموں نے آسمان پر نظر کی - نشان پایا کہ اُس پسر کا مادہ رحمِ مادر میں آیا - اور اُنہوں نے فریاد کرنا شروع کیا - فرعون نے پوچھا کہ کیا غل ہے - عمران نے کہا کہ بنی اسرائیل کی آواز ہوگی کہ آپس میں باری کرتے ہیں - جب صبح ہوئی منجموں نے اپنا منہ کالا کیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور فرعون کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ تیرا دشمن آج رات کو اپنی ماں کے پیٹ میں آیا - فرعون غصہ میں آیا - اور کہا جب اُسکی ماں

جنے گی تو میں اسکی تدبیر کروں گا۔ حکم دیا کہ جس عورت کے لڑکا پیدا ہو اُس بچہ کو مار ڈالو اور لڑکیوں کو چھوڑ دو۔

لکھا ہے کہ نوے ہزار لڑکے مار ڈالے۔ جو دایہ کہ حضرت موسیٰ پر موکل تھی۔ جب یہ پیدا ہونے لگے تو وہ حاضر ہوئی۔ اُسنے حضرت موسیٰ کی والدہ سے کہا کہ اے بی بی غم نہ کر کہ میں اس لڑکے کو ظاہر نہ کرونگی۔ اور جو اس کام پر متعین ہیں اُن سے کہونگی کہ بچہ لڑکی مری ہوئی پیدا ہوئی تھی۔ میں نے اُسکو خاک میں دبا دیا۔ اُنکی ماں نے تین مہینے تک پوشیدہ رکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ اُنپر موکل تھے۔ بعد ولادت وہ مکان میں گھس آئے۔ اور حضرت موسیٰ کی بہن نے اُنکو اُٹھا کر ایک تنور میں کہ روٹیاں پکانے کو گرم کیا تھا ڈالدیا۔ اِن لوگوں نے جب کوئی بچہ نہ پایا تو واپس ہوئے۔ بعد اُنکی ماں نے تنور میں جا کر دیکھا کہ آگ سراسر گلزار ہو رہی ہے۔ اور حضرت موسیٰ اُس میں کھیل رہے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ بعد جانے جاسوس فرعون کے مادر موسیٰ نے اُنکی بہن سے پوچھا کہ بھائی کو کیا کیا۔ اُسنے کہا بھائی کو تنور میں ڈالدیا ہے۔ یہ گھبرا کر تنور کے پاس آئیں۔ دیکھا کہ آگ بھڑک رہی ہے۔ اور اندر سے آواز آئی کہ اے مادر مہربان غم نہ کھا کہ حق تعالیٰ نے آتش سوزاں کو مجھ پر گلزار کیا ہے۔ جیسے کہ میرے جد امجد حضرت ابراہیم پر کیا تھا۔ یہ سُنکر وہ حیران ہوئیں۔ اور کہا کیونکر تم کو نکالوں۔ اُنہوں نے کہا کہ بسم اللہ کہکر ہاتھ ڈالو اور مجھ کو نکالو۔ تم کو بھی کچھ گزند اِس آتش سے نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ اُنہوں نے نکال لیا۔ اور اُنکو پوشیدہ پرورش کرتی رہیں۔ اور ہمیشہ ترساں اور ہراساں رہتی تھیں۔ اور ترجمہ قرآن شریف کی آیت کا ہے۔ وحی کی ہمنے طرف ماں موسیٰ کے کہ دودھ پلا اُسکو اور جب خوف ہو تو اُس کو دریا میں ڈالدینا۔ غم نہ کرنا۔ ہم پھیرنے والے ہیں اُسکو تیری طرف۔ اور کرنے والے ہیں اُسکو پیغمبروں سے۔ حضرت موسیٰ کی ماں کو الہام ہوا۔ یا اُنہوں نے خواب میں دیکھا۔

کہ کوئی کہتا ہے کہ اسکو دودھ پلا اور پرورش کر۔ اور جب تجھکو خوف و خطر ہو اُس کو
صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈالدے۔ اور دشمنوں کی طرف سے خاطر جمع رکھ
وہ اسکو ضائع نہ کرسکیں گے۔ اور اُسکے فراق میں غمگین و اندوہناک نہو۔ تھوڑے
عرصے میں ہم اسکو تیرے سپرد کردینگے اور جب دلخواہ تیرے پاس پہنچا دینگے اور
اسکو نبوت و رسالت کے ساتھ مشرف کرینگے۔ صبر و استقلال سے رہ ؛

جب موسیٰ کی والدہ کو معلوم ہوا کہ فرعون تجسس پسران بنی اسرائیل میں مبالغہ
کرتا ہے تو ایک نجار قوم نام کہ عمران کا آشنا تھا اس سے کہا کہ ایک صندوق پانچ
بالشت لمبا چوڑا بنا دیوے۔ جب وہ صندوق بن چکا تو عمران کے پاس وہ بڑھئی لیکر
آیا۔ اُسنے اُسکو حضرت موسیٰ کی ماں کے سپرد کیا۔ اور عمران کے خیال میں آیا کہ اسکے
پاس جو وہ لڑکا ہے تو وہ چاہتی ہے کہ اسکو صندوق میں رکھکر موکلان فرعون سے کہیں
پوشیدہ بھیجدیوے۔ یہ فرعون کے گماشتہ کے پاس آیا۔ اور چاہا کہ صورتِ حال
بیان کرے لیکن زبان بستہ ہو گئی۔ پھر اپنے گھر میں آکر چاہا کہ فرعون سے سب حالات
بیان کرے آنکھیں نابینا ہو گئیں آخر اور وہ ایمان لایا۔

پھر حضرت موسیٰ کی ماں نے صندوق کو رال سے لیپکر اور حضرت موسیٰ ع کو نہلا کر
اور لباس فاخرہ پہنا کر خوشبو لگائی۔ اور اُس میں لٹا کر رات کو کنارۂ نیل پر لے گئی
اور اُس صندوق کو دریا میں ڈالدیا۔ اور آپ روتی ہوئی گھر کو پھریں۔ چونکہ اس دریا کی
ایک نہر فرعون کے باغ میں جاتی تھی۔ وہ صندوق بہتا ہوا وہاں آیا۔ اور اُس وقت فرعون
اور آسیہ اُسکی بیوی اس نہر کے کنارے بیٹھے ہوئے سیر و تماشا دیکھ رہے تھے۔ آسیہ
قوم بنی اسرائیل سے تھیں۔ عین المعانی میں لکھا ہے کہ آسیہ حضرت موسیٰ ع کی پھوپی
تھیں۔ الحاصل صندوق اُنکے آگے پہنچا۔ انہوں نے اُسکو پکڑ لیا۔ اور کھولکر دیکھا کہ ایک
لڑکا خوبصورت اُس میں لیٹا ہوا ہے۔ جمال بیمثال دیکھکر حیران ہوئے۔ قتادہ کہتے ہیں

کہ حضرت موسیٰ کی آنکھوں میں ایسی سیاہی اور ملاحت تھی کہ جو کوئی اُنکو دیکھتا تھا
فریفتہ اور مفتون اُنپر ہو جاتا تھا۔ آسیہ نے جب آنکھیں اُنکی دیکھیں بیجان دل
اُسکو محبت اور اُلفت پیدا ہوئی۔ معالم میں لکھا ہے کہ فرعون کے ایک بیٹی تھی
سوائے اُسکے اور کوئی لڑکا بچہ نہ تھا۔ اور اُسکو بھی برص کی بیماری عارض تھی کہ
کسی طرح کا علاج فائدہ نکرتا تھا۔ اور کاہنوں نے کہا تھا کہ فلاں روز فلاں ساعت
وقت طلوع آفتاب کے رود نیل سے ایک بچہ نو پیدا آدمی کا دستیاب ہوگا۔
اور یہ بیماری اُسکے آب دہن سے زائل ہوگی۔ اُس روز کہ پیر کا دن تھا فرعون
اور آسیہ مع دختر اور دیگر محارم وہمراز کنارہ رود پر آکر طفل موعود کا انتظار کر رہے
تھے کہ ناگاہ وہ صندوق تلاطم امواج سے نمودار ہوا۔ فرعون نے اپنے نوکروں
کو حکم دیا کہ اسکو میرے پاس لاؤ قولہ تعالیٰ فَالْتَقَطَهٗ سے خَاطِئِیْنَ تک (ترجمہ) پس
اُٹھالیا اُسکو فرعون کے آدمیوں نے تاکہ ہو اُنکے لئے دشمن اور غم تحقیق فرعون
اور ہامان اور اُسکے لشکر تھے خطا کرنے والے ؀

لوگوں نے ہر طرف سے کشتیاں دوڑا کر اس صندوق کو لیکر کھولا تو اُس
میں ایک لڑکا خوش رو دیکھا۔ ناظرین کے دل میں اُسکی محبت پیدا ہوئی۔ فرعون
کے دل میں وغدغہ کہ اس فرزند کو قتل کرنے سے کیونکر محفوظ رکھے۔ مبادا وہ لڑکا
کہ جسکی خبر کاہنوں نے دی ہے یہی لڑکا ہو۔ فرعون کی بیوی نے کہا کہ میں نے منجموں
سے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ فلاں شب جس بات سے فرعون کے لئے خوف وخطر
تھا خاطر جمع ہوئی ہے۔ اِس بچے کے مارنے سے باز رہ اور اسکو رہنے دے۔
کہ ہم اپنی بیٹی کا اس سے علاج کرینگے۔ پھر قدرے آب دہن حضرت موسیٰ کا لیکر
برص کی جگہ پر ملا۔ برص فی الحال جاتا رہا۔ جلدی سے اُس لڑکی نے حضرت موسیٰ کا
منہ چوما اور گود میں لے کر گلے سے لگایا۔ قولہ تعالیٰ وَقَالَتِ امْرَاَتُ سے لَا یَشْعُرُوْنَ تک

یعنے فرعون کی عورت نے کہا کہ یہ ٹھنڈک آنکھوں کی ہے میرے اور تیرے لئے۔
شاید کہ نفع دے ہمکو یا اسکو بیٹا بنا لیویںگے۔ اور وہ نہ سمجھتے تھے۔ الغرض آسیہ نے
فرعون سے کہا کہ یہ فرزند میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی روشنی ہے کہ اسکے سبب
سے ہماری بیٹی نے شفا پائی۔ اسکو نہ مار شاید کہ اس سے ہمکو فائدے ہوں۔ اور یہ
فرزندی میں لینے کے لایق ہے۔ فرعون نے کہا کہ مجھکو بذاتِ خود اسکی حاجت نہیں ہے
لیکن جو تو اسکے ساتھ محبت کرتی ہے تو اسکو تجھ کو بخشا۔
ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہ نام اُس کا کلیم تھا۔
اُس سے کہا کہ تو رودِ نیل کے کنارے کنارے جا کر دیکھتی رہ کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے
جب صندوق فرعون کے باغ میں گیا تو یہ بھی باغ میں آئی اور صورتِ حال مشاہدہ کی۔
اور جلدی سے اپنی ماں کو خبر کی جب حضرت موسیٰ کی ماں نے سُنا تو بے صبر اور بے قرار
ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب سُنا کہ اُسکو فرعون نے فرزندی میں لیا ہے تو اُسکا
دل غم سے خالی ہوا۔ قولہ تعالیٰ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ
اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (ترجمہ) یعنے ہو گیا موسیٰ کی ماں کا دِل
صبر سے خالی۔ نزدیک تھا کہ ظاہر کر دیوے اُسکو اگر نہ باندھتے ہم اسکی ہمت تاکہ ہووے
ایمانداروں سے۔ اُسنے مارے خوشی کے چاہا کہ ظاہر کر دیوے کہ یہ فرزند میرا ہے۔
لیکن احتیاطاً صبر اختیار کیا۔ قولہ تعالیٰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ
هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (ترجمہ) اور کہا موسیٰ کی ماں نے بہن موسیٰ سے کہ پیچھے پیچھے چلی جا
اسکے پس دور سے دیکھتی تھی اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ موسیٰ کی بہن ہے۔ پس ہمشیرہ حضرت
موسیٰ اِس صندوق کے پیچھے پیچھے دور سے دیکھتی ہوئی فرعون کے باغ میں بھی بطور
تماشہ دیکھنے کے آئی۔ پس آسیہ نے چاہا کہ دائیوں سے اُنکو دودھ پلوائے۔ لیکن
اُنھوں نے مطلق کسی دایہ کا دودھ نہ پیا۔ اور اپنی انگشت شہادت چوستے رہے۔ جب

حضرت موسیٰؑ کی بہن نے دیکھا کہ یہ لوگ دایہ کے لئے حیران ہیں تو کہا قولہ تعالیٰ ہَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰۤی اَهْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَهٗ لَکُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ تک یعنی کیا بتلاوں میں تمکو ایک گھر والی کہ پالیں اسکو تمہارے لئے اور وہ اسکے بہت خیر خواہ ہوں۔ اور از روئے شفقت اسکو تربیت کردیں۔ ہامان کہ وزیر فرعون کا تھا اُسنے یہ کلمہ سن کر کہا کہ اس لڑکی کو پکڑلو کہ جسکے گھر کا یہ لڑکا ہے۔ یہ جانتی ہے۔ اُس نے کہا میں نے اسلئے کہا کہ میں خیر خواہ فرعون کی ہوں۔ مجکو نہیں معلوم کہ یہ لڑکا کس کا ہے۔ چنانچہ ہامان کی تسلی ہوئی۔ اور کہا کہ جا اُس عورت کو لے آ۔ یہ جا کر ماں کو لے آئی۔ قولہ تعالیٰ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤی اُمِّهٖ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ یعنے پھر پھیر لائے ہم اُسکو اسکی ماں کی طرف تاکہ اسکی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور غم نہ کھاویں۔ اور تاکہ جانے کہ وعدہ اللہ کا حق ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔ اُس وقت حضرت موسیٰؑ فرعون کی گود میں تھے۔ ہرچند فرعون اُنکو جو دایہ آتی تھی اُسکی گود میں دیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ اُس سے منہ پھیر لیتے تھے اور اُسکا دودھ نہ پیتے تھے۔ جب اُنکو اُنکی ماں کی گود میں دیا۔ اُس کا دودھ پینے لگے۔

فرعون نے پوچھا کہ تو کون ہے کہ اس بچے نے تیری طرف میل کیا ہے۔ کہا میں ایک عورت ہوں کہ میرا دودھ نہایت شیریں و پاک ہے۔ اور جو لڑکا میرے پاس لے آؤگے وہ میرا دودھ پینے لگے گا۔ فرعون نے کہا کہ اسکی اُجرت مقرر کرکے لڑکا اُسکو دیدو کہ یہ اپنے گھر لیجا کر اُسکو پرورش کرے۔ اور ہر ہفتے میں ایک دن ہمارے پاس لے آیا کرے۔ حضرت موسیٰؑ کی ماں اُنکو لیکر شاداں و فرحاں اپنے گھر چلی آئیں اور جانا کہ وعدہ الٰہی حق اور درست ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بے صبری کو دور کرکے صبر دیتا ہے۔ بیشک صبر اچھا ہے (پ ۱۴) النحل (۶) اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ؕ تک۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے مالک پر بھروسہ رکھتے ہیں ❁

نقل ہے کہ نمرود کی ایک بیٹی تھی نہایت بدصورت باوجود اس جاہ و حشم کے
کوئی اُسکو اپنی زوجیت میں قبول نہ کرتا تھا۔ جس وقت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں
ڈالا وہ لڑکی کوٹھے پر چڑھی ہوئی دیکھتی تھی (جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا دروازے
بہشتوں اور آسمانوں کے کھولدو۔ اور طبق نور کے تیار رکھو۔ نمرود کی بیٹی ہمارے
دوست کے دیکھنے کو آتی ہے۔ میں نے اُس سے صلح کی۔ جاکر اُسکے منہ پر اپنا ایک
پر پھیر دو کہ صورت اُسکی بدلجائے اور نہایت خوبصورت ہوجائے۔ جبرئیل علیہ السلام
نے جاکر اُسکے منہ پر اپنا ایک پر پھیر دیا کہ وہ حسن و جمال میں بےمثال ہو گئی) کیا دیکھتی ہے
کہ آگ گلزار ہے اور ایک تخت مرصع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے ہیں۔ اور مُرغان
خوش آواز ہر طرف چہچہے کر رہے ہیں۔ یہ دیکھکر کہنے لگی کہ لایق عبادت اور پرستش
کے وہ خدا ہے کہ جسنے اپنے دوست پر آگ گلزار کر دی۔ اور یہ میرا باپ سخت گمراہ ہوگیا
ہے کہ دعوی خدائی کرتا ہے۔ اور تمام خلق کو گمراہ کر رہا ہے۔ بے شبہہ سزاوار آتش جہنم
ہے۔ بعد اسکے اُسکے منہ سے بے اختیار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ نکلا۔ یہ
کہکر کھڑی ہو گئی۔ نمرود مردود نے اُسکو بایں حُسن و جمال دیکھا۔ حیران ہوکر پوچھنے لگا۔
تو کون ہے؟ وہ بولی خاک برسر دعوی خدائی کرتا ہے۔ اور اپنی بیٹی کو نہیں پہچانتا
خدائے عزوجل بیٹا بیٹی نہیں رکھتا۔ وہ لوازم بشریت سے پاک ہے۔ نمرود نے کہا
میری لڑکی نہایت بدشکل تھی۔ تو میری لڑکی نہیں۔ اُسنے کہا کہ تو میرا باپ نہیں۔ بحکم
خدا کے کبھی کچھ اذیت نہیں پہنچا سکتا مجھ تک کو۔ اُس شقی ازلی نے حکم دیا۔ اِس لڑکی کو
بھی آگ میں ڈالدو۔ جب اُسکو آگ کے نزدیک لے گئے وہ نہایت استقلال سے کہنے
لگی کہ تم میرے پاس سے دور رہو۔ میں خود آگ میں چلی جاؤنگی۔ جس شوق سے کہ حاجی لوگ
طواف کعبہ کو جاتے ہیں وہ بھی لبیک کہتی ہوئی آگ میں چلی گئی۔ اور جبرئیل علیہ السلام
اور میکائیلؑ آگے آگے جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئی آپنے پوچھا یہ کون ہے

فرشتوں نے کہا نمرود کی بیٹی ہے۔ اپنے باپ سے منکر ہوئی۔ اور اللہ کی توحید کی
قائل ہو کر ایمان لائی۔ سبحان اللہ جو اللہ کی آزمایش میں پورا ہوتا ہے۔ مصیبت میں
صبر و شکیبائی اور استقلال سے کام لیتا ہے۔ اُسکے دوستوں سے دوستی کرتا ہے یعنی
اُسکے پیغمبروں پر ایمان لاتا ہے۔ وہ عذاب آخرت سے نجات پاتا ہے۔ اور نمرود کی لڑکی
کی زبان سے جو لفظ مچھر کا نکلا تھا اللہ تعالیٰ نے مچھر کے ذریعے سے نمرود کو ہلاک کیا
اور جہنم میں پہنچایا۔ اور نمرود کی لڑکی نے اپنے باپ کے سخت و سست کلام پر صبر کیا
تھا اللہ کے لیے اس لئے اللہ نے اسکو اسکی مراد پر پہنچایا یعنی مستحق جنت کا کیا۔
اِس بارہ میں پ المؤمنون (۶) اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ہ
تک آج میں نے اُنکو اُنکے صبر کا بدلہ دیا۔ بیشک آج وہی (صابرین) اپنے مقصد میں
کامیاب ہیں ؁

صبر ایوبؑ اور اُنکی بیوی کی وفاداری

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت خاتون تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی
پوتی تھیں۔ اور حسن و جمال میں بھی حصہ اپنے دادا یوسف علیہ السلام سے پایا تھا۔
نہایت حسینہ جمیلہ صابرہ تھیں۔ اِن سے بارہ حمل میں چوبیس بچے پیدا ہوئے ہر حمل
میں دو بچے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوتے تھے۔ آپکی وفاداری اور ثابت قدمی اظہر من
الشمس ہے۔ آپنے اپنے خاوند کا ساتھ جبکہ آپکے جمیع مویشی اور اولاد خدا کی آزمایش
میں کام آئی (مرگئی) اور حضرت ایوب کے بدن میں کھجلی پڑگئی۔ ناخن گر گئے۔ لکڑی
اور لوہے سے کھجلاتے تھے۔ اور بدن میں سے بدبو آنے لگی۔ شہر والوں نے نکالدیا۔ اور
سب آپکی بیویوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر بی بی رحمت نے ایوب علیہ السلام کا ساتھ نچھوڑا
اور آپکی خدمت گذار رہیں۔ بی بی رحمت ایک دن کہیں جا رہی تھیں شیطان نے آگے

آ کے کہا۔ تو مجھے جانتی ہے کہ میں زمین کا معبود ہوں۔ ایوب آسمانی معبود کی پرستش کرتے ہیں۔ میں نے اُنہیں غضب سے اِس حال پر پہنچایا۔ مجھے اِیک بار سجدہ کرے تو تندرست ہو جائے۔ پھر ایک بچہ بکری کا دیکر کہا کہ اِسے میرے نام پر ذبح کر دینا بی بی رحمۃ حضرت ایوبؑ کے پاس آئیں تو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے بی بی رحمۃ یہ دشمن خدا شیطان تھا۔ بتا یہ سب مال و عیال کس کا دیا تھا۔ بی بی رحمۃ نے کہا اللہ کا دیا ہوا تھا۔ فرمایا کہ اب یہ بتاؤ کہ عیش و نعمت میں کتنے دن گذرے۔ بولیں اسّی برس۔ فرمایا کہ رحمت مصیبت میں کتنا زمانہ ہوا۔ عرض کیا کہ سات برس۔ فرمایا کہ رحمۃ تُو نے رحمٰن و رحیم کے حق میں انصاف نہ کیا۔ بھلا اسّی برس تو صبر کیا ہوتا۔ اور بہت غصہ ہو کر قسمیہ فرمایا کہ سو کوڑے مارونگا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام اچھے ہوئے اور چاہا کہ اپنی قسم پوری کریں۔ تو اللہ پاک نے بی بی رحمۃ کی سفارش کی اور کہا کہ جھاڑو کا مٹھا ایک دفعہ جسم اطہر سے چھوا دو۔ تمہاری قسم پوری ہو جائیگی۔ یہ آپکی وفاداری اور ثابت قدمی کا سبب تھا کہ خداوند تعالیٰ نے آپکی سفارش کی۔ سبحان اللہ وفا اور ثابت قدمی بہت اچھی خصلت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں پ۲۳ ص (۴) وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ تک اور اپنے ہاتھ میں (سو) سینکوں کا ایک مٹھا لے پھر (اپنی جورو کو) اُس سے مارو اور قسم جھوٹی نکرو۔ بیشک ہم نے اُسکو صبر کرنے والا پایا۔ اچھا بندہ تھا اور وہ خدا کی طرف بہت رجوع ہونے والا تھا۔ **ف** حضرت ایوبؑ کا وطن شام میں تھا۔ افرئیم بن یوسفؑ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ قصص الانبیا میں لکھا ہے کہ دس مسکینوں کو کھلا کر کھانا کھاتے تھے اور کپڑا جو نہ پہنتے تھے جب تک دس مسکینوں کو نہ پہنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت مال اور فرزند عنایت کئے تھے۔ شب روز عبادت میں مشغول تھے۔ ایک روز شیطان مردود نے درگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ اے رب تیرا بندہ ایوب جو اسقدر عبادت کرتا ہے

اور لوگوں سے سلوک کرتا ہے صرف یہ دولت اور فرزند کا باعث ہے۔ مجھکو اسکے پاس جانے دے دیکھوں پھر تیری بندگی کیونکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی آزمایش کے لئے شیطان کو ایوب علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اسنے جاکر دیکھا کہ حضرت ایوب عبادت میں مشغول ہیں۔ کسی طرح مغالطہ دے مگر مغالطہ نہ دے سکا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرشتے حضرت ایوب کی عبادت دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اور اُنہوں نے جناب باری میں عرض کی۔ کہ یا الٰہی ایوب مال و دولت فرزند وزن پانے کے سبب سے تیری بندگی کرتا ہے (اسواسطے ادائے شکر کرتا ہے) تونے دنیا میں سب طرح کا آرام دیا ہے خداوند عالم نے فرمایا اے فرشتو اسکی عبادت و بندگی بعوض دولت کے نہیں ہے بلکہ وہ خالص میرے لئے بندگی کرتا ہے۔ وہ ہماری رضامندی پر صابر و شاکر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بلا و مصیبت آپنے اللہ سے مانگی تھی۔ تاکہ بلا پر صابر رہیں۔ اور حضرت ایوب نے کہا اے پروردگار مصیبت بہتر ہے صحت و عافیت سے۔ خبر ہے کہ اول نقصان مال و اسباب میں پڑا۔ اور سب چیزیں ایک ایک کرکے جاتی رہیں۔ کُل مویشی وغیرہ۔ بعدہٗ تمام اسباب اثاث البیت گھر وغیرہ۔ بعدہٗ اولاد۔ فرزند کے غم سے صبر کرتے اور بی بی کو بھی سمجھاتے۔ الصبر مفتاح الفرج۔ صبر خوشی کی کنجی ہے۔ پھر بعد ایک ہفتہ کے حالتِ نماز میں حضرت کے پاؤں میں چھالا پڑا۔ اور وہ زخم ہوا۔ یہانتک کہ گوشت سڑ گیا اور کیڑے پڑ گئے۔ باوجود اسکے اسکی عبادت میں سستی نکرتے۔ ایک ہی جگہ پڑے رہتے اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح چار سال تک صاحب فراش رہے یہانتک کہ آنکھوں میں کیڑے پڑ گئے۔ خویش و اقربا۔ اپنا بیگانہ۔ محلہ والے ان سے نفرت کرنے لگے۔ سبنے اِن سے ملنا ترک کر دیا۔ چار بیبیاں تھیں۔ تین کو طلاق دی صرف ایک بی بی رحمتہ یا رحیمہ انکا نام تھا وہ رہ گئیں۔ جیسا کہ آپکی صحت و تندرستی۔ اور دولت و نعمت میں شریک تھیں ویسے ہی اِس مصیبت میں شریک رہیں *

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ایوب اٹھارہ برس تک مرض میں گرفتار رہے آپکے
بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ بدبو سے اُنکے محلہ کے لوگ نفرت کرتے تھے اور ڈرتے
تھے کہ کہیں انکی بیماری ہم میں سرایت نکر جائے۔ پس یہ سمجھ کر لوگوں نے اُنکو گاؤں
میں رہنے نہ دیا۔ اور خویش و اقارب نے نہ پوچھا۔ صرف حضرت کی بی بی رحیمہ اور دو
شاگرد اُنکو ٹاٹ میں لپیٹکر اُس گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے گئے۔ اس حالت
میں حضرت روتے اور یہ کہتے کہ خدایا ہماری ثروت کہاں گئی؟ اور زن و فرزند اور عزیز میرے
کہاں گئے۔ آج کوئی نہیں سوا تیرے۔ تو ہی مالک اور رحم والا ہے۔ مجھپر یہ خرابی ہے کہ
گاؤں سے بھی نکالا گیا۔ اس گاؤں والوں نے بھی اُن سے نفرت کی۔ اور یہاں
سے بھی بیچاروں کو جانا پڑا۔ اسی طرح سات گاؤں والوں نے نکالا۔ آخر ناچار ہوکر
دونوں شاگرد اُنکو ایک میدان میں لے گئے۔ اور سایہ میں جاکر اُنکو رکھا۔ بعد چند
مدت کے وہ دونوں شاگرد بھی چلے گئے۔ صرف بی بی رحیمہ اُنکی خدمت میں رہگئیں
کہتے ہیں کہ ہر روز رحیمہ حضرت کو میدان میں چھوڑکر شہر میں جاکر محنت مشقت کرکے کھانا
لاکر کھلاکر کھاتیں اور دست بستہ خدمت میں حاضر رہتیں۔ ایک روز بی بی رحمتہ گاؤں
سے محنت و مشقت کرکے حضرت ایوب کے واسطے کھانے کو کچھ لاتی تھیں۔ راہ میں
شیطان مردود سے ملاقات ہوئی۔ شیطان نے کہا تم کون ہو۔ کہاں سے آتی ہو
اور کہاں جاؤ گی؟ اور ایسی پریشان خاطر کیوں ہو۔ رحیمہ نے کہا کہ میں اس لئے
پریشان خاطر ہوں کہ میرا شوہر سخت بیمار ہے۔ اور صاحب فرش ہے۔ شیطان نے
کہا ایک دوا بتلاتا ہوں۔ اگر تم اس کا استعمال کروگی تو بہت جلد نفع ہوگا۔ وہ یہ کہ
اُسکو سور کا گوشت اور شراب کھلاؤ فوراً آرام ہوگا۔ بی بی نے جاکر خاوند سے کہا۔
مجکو ایک شخص نے یہ دوا بتلائی ہے اور کہا ہے اس سے فوراً شفا ہوگی۔ آپنے پوچھا
کہا کیا کہ شراب و سور۔ آپ اِس بات کو اپنی زوجہ سے سنکر نہایت غصہ ہوئے اور قسم

کھا کر کہا اگر میں اچھا ہو تو تیرے سو دُرّے مارونگا[1]۔ اور درگاہِ خداوندی میں رو کر نہایت عجز و زاری التماس کی کہ خدایا میں اتنے عرصہ بیمار رہا۔ صبر کیا۔ اب صبر نہیں ہو سکتا مجکو اس بلا سے نجات دے۔ قولہ تعالیٰ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ یعنے نجات دی ہمنے ایوب کو جبکہ اُسنے پکارا اپنے رب کو کہ الٰہی بیشک مجکو پہنچا ہے درد اور تو ہی ہے مہربان رحم والا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک روز دو کیڑے انکے زخم سے نکلے۔ انہوں نے انکو پکڑکر پھر زخم میں رکھدیا۔ اور کہا کہ کھاؤ اور اپنی جگہ میں رہو۔ وہ دونوں کاٹنے لگے۔ اِس سے انکو اسقدر درد ہوا کہ آپ پکار اُٹھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ ایوب تو کیوں روتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کیڑوں کے کاٹنے سے روتا ہوں۔ اِس درد سے بیتاب ہوں برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔ مجکو ایسی تکلیف ابتدائے مرض سے آجتک نہیں ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا تم نے اِس مرض کو آپ خداوند تعالیٰ سے مانگا ہے اور کیڑے خود اپنے زخم میں رکھے ہیں۔ خود تکلیف اُٹھاتے ہو۔ خدا تعالےٰ بے سبب تکلیف کسیکو نہیں دیتا ہے۔ جو شخص اُس سے جیسا چاہتا ہے ویسا پاتا ہے ہمارے حضرت کا ارشاد ہے کہ اللہ سے عافیت مانگو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک روز ایک قافلہ سوداگروں کا حضرت ایوب کے دروازے پر آیا اور پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ اس میں کون رہتا ہے لوگوں نے کہا اس میں ایوب پیغمبر رہتے ہیں۔ اور وہ بیمار ہیں۔ اور وہ نیک بندے ہیں۔ اُنہوں نے کہا اگر ایوب نیک بندہ ہوتا تو اس بلا میں کیوں گرفتار ہوتا۔ شاید اُسنے درگاہِ خداوندی میں کچھ گناہ کیا ہوگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام یہ بات سُنکر رو کر کہنے لگے تم شاید سچ کہتے ہو۔ مجکو معلوم نہیں کہ درگاہِ خدا میں میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک آواز آسمان سے آئی کہ اے ایوب تو کچھ اندیشہ نکر اور گھبرا نہیں۔ یہ بلا نہیں بلکہ خدا کی رحمت ہے اپنے دوستوں پر۔ ایوب علیہ السلام نے جانا کہ

[1] اسکے متعلق بہت سی روایتیں ہیں ہمنے صرف ایک دو روایتوں پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ ایک ضخیم کتاب ہو جاتی۔ مؤلف

شاید مجھپر عتاب آیا۔ پس آواز دی اے روح الامین تم کہاں ہو؟ آواز آئی کہ میں روح الامین نہیں ہوں بلکہ ایک فرشتہ ہوں خدا ے تعالی کے فرشتوں سے۔ پھر ایوب علیہ السلام نے درد سے اپنے اللہ کو پکارا قولہ تعالی وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ یعنے اور ایوب نے جس وقت پکارا اپنے پروردگار کو کہ تحقیق مجکو پہنچی ہے ایذا۔ اور تو سب سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر ہم نے سن لی اسکی پکار پس اٹھا دی ہنے جو اسپر تکلیف تھی اور دیئے ہمنے اسکے گھر والے اسکے برابر اسکے ساتھ اپنی رحمت سے اور نصیحت دی ہمنے بندگی والوں کو اور روایت ہے کہ جب ایوب کی بلا خدا نے دور کی اور جبرئیل نے بحکم خدا آکر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى رَحِمَكَ وَفَرَّجَكَ مِنَ الْغَمِّ یعنے اٹھ اللہ کے حکم سے خدا تعالے نے رحم کیا تجھپر اور نجات دی غم سے انہوں نے کہا اے جبرئیل کیونکر اٹھوں اس حال میں ہوں۔ مجھ میں کچھ طاقت نہیں ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا خدا تعالی فرماتا ہے کہ زمین پر پاؤں مار قولہ تعالی اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ لات مار اپنے پاؤں سے یہ ہے جگہ چشمہ نہانے کی اور پینے کی ٹھنڈی۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام نے لات ماری اس سے چشمہ نکلا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس میں نہاؤ اور یہ پانی پیو۔ خدا کے فضل و کرم سے آرام پاؤ گے۔ ایوب علیہ السلام اس سے نہانے سے فضل خدا سے صحیح و سالم مانند چودھویں رات کے چاند کے ہوگئے۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے بہشت سے لاکر ایک چادر ان کو اوڑھائی۔ بعدہٗ ایوب علیہ السلام ایک ٹیل پر جا بیٹھے۔ بعد ایک لحظہ کے بی بی رحمتہ گاؤں سے محنت مزدوری کرکے حضرت ایوب کے واسطے کچھ کھانے کو لائیں۔ آکر دیکھتی ہیں کہ جس جگہ انکو بٹھا گئی تھیں وہاں نہیں ہیں۔ پس پکار پکار کر رونے لگیں اور کہنے لگیں۔ افسوس صد ہزار افسوس اس ضعیف بیمار پر کاشکے اگر میں جانتی تو یہاں سے نہ جاتی۔

ای حضرت آپ کہاں گئے؟ آپ کو کون لے گیا۔ یا بھیڑیا کھا گیا۔ اگر میں موجود ہوتی تو آپکے ساتھ اپنی جان دیتی۔ تمہاری جدائی کی بلا و محنت سے نجات پاتی۔ اگر تمہاری کچھ نشانی ہڈی بھی ملتی تو تعویذ بنا کر اپنے گلے میں ڈالتی۔ آپ کہاں ہو؟ کس سے پوچھوں۔

غرض اس طرح بی بی رحمۃ میدان میں چاروں طرف ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔ اور روتی تھیں۔ آخر اس پل پر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ایوب علیہ السلام نے انکے رونے کی آواز سنی۔ اور سنکر بطور اجنبی کے پوچھا۔ کہ بی بی تم کون ہو۔ کیوں روتی ہو۔ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں پر ایک بیمار تھا میں اسکو ڈھونڈتی ہوں۔ اگر تم کو معلوم ہے تو بتادو۔ حضرت نے پوچھا اس کا کیا نام ہے۔ اور شکل و صورت کیسی ہے؟ بی بی رحمۃ نے کہا۔ آپکی سی شکل و صورت (جب اچھے تندرست تھے) اور اب کیڑے پڑ گئے تھے اور ایسے ناتوان تھے کہ کروٹ لینے کی طاقت نہ تھی۔ حضرت نے کہا میرا نام ایوب ہے تو پہچانتی نہیں۔ پس رحمۃ نے تھوڑا تامل کر کے پہچان لیا۔ اور خوش ہو کر پوچھنے لگی۔ فرمایئے کہ آپ کس طرح تندرست ہوئے۔ ایوب علیہ السلام نے اپنا حال بیان کیا اور چشمہ پانی کا دکھلایا۔ بی بی رحمۃ دیکھ کر شکر بجالائیں۔ بعد اسکے دونوں اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو انکے بیٹا۔ بیٹی۔ چھت کے نیچے دب گئے تھے سب زندہ کر دیئے۔ اور جو جو چیزیں جاتی رہی تھیں پھر عنایت فرمائیں۔ ایوب علیہ السلام نے حالت بیماری میں قسم کھائی تھی کہ جب میں تندرست ہونگا تو بی بی رحمۃ کو سو درے مارونگا۔ اب چاہا کہ اس قسم کو پورا کروں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بحکم خدا منع کیا اور کہا کہ رحمۃ قابل سزا کے نہیں ہے۔ پس اسکو رنج مت دے اسواسطے کہ تمہاری بیماری میں اور سب عورتیں علٰحدہ ہوگئیں اور چھوٹ گئیں صرف رحمۃ آپکی تیمار رہیں۔ اور آپ انکو اپنا رفیق جانی سمجھیں۔ اور انکو محبت سے رکھیں جیسے وہ تندرستی میں آپکے ساتھ تھیں ویسے ہی حالت بیماری میں اور تکلیف

صابرہ رہیں اور جان نثاری کی۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اسکو سو دُرّے ماروں گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مٹھا سینکوں کا لیکر ایک دفعہ چھوا دو۔ گویا تم نے اسکو سو لکڑیاں ماریں۔ تم اپنی قسم میں گنہگار نہو گے۔ اور ائمہ تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت ایوب بعد حصولِ شفا اسی برس زندہ رہے۔ اور معارف میں لکھا ہے کہ دو چشمہ جو انکے قدموں سے ظاہر ہوئے تھے وہ ابتک موجود ہیں۔ اور منزل ایوب علیہ السلام کی ملک شام میں درمیان دمشق اور رملہ کے تھی۔ اور وہ ایک شہر آباد ہے۔ اور ان چشموں میں اکثر بیمار و مریض اطراف و جوانب سے وہاں آکر نہاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ اور اپنی جائے سکونت کو لوٹ جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت ایوب نے مرض سے صحت پائی تو اہل روم کی دعوت پر مامور ہوئے اور وہاں تشریف لے لئے اور حویل کو جو انکی اولاد میں سے نہایت رشید تھا اپنا وصی کیا۔ شریعت آپکی شریعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی عمر آپکی دو سو برس کی تھی

صورت اور سیرت پر نظم

حسنِ سیرت گر نہو تو حسنِ صورت کچھ نہیں
ہمکو ایسی عارضی شے کی ضرورت کچھ نہیں

حسنِ صورت چند روزہ حسنِ سیرت مستقل
اِس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اُس سے خوش ہوتا ہے دل

زنگ ہو صاف اور دل میلا تو کیا حسنِ بشر
کیا صفائی صحن و در کی گر نہو شے صاف گھر

حسنِ صورت ہے شباب اور وہ ہے دو دن کے لئے
حسنِ سیرت زندگی کیساتھ ہر سن کے لئے

حسنِ صورت میں ہے داخل عارضی تصویر ایک
حسنِ سیرت میں ہے داخل سینکڑوں اوصافِ نیک

حسنِ صورت سے فقط انساں کا پیکر ہو حسین
حسنِ سیرت ہو جو انساں میں تو سب گھر ہو حسین

نازیبا ہے جو انسان حسنِ صورت پا گیا
پھول ادھر پھولا۔ اُدھر کُملا گیا مُرجھا گیا

اے سعید دکھ سُکھ دونوں ہیں ؎ رنج و راحت گیتی مرنجاں دل مشو خرم
کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد۔ انسان کی زندگی مجموعہ ہے دُکھ سکھ کا
اگر یہ چیزیں الگ کردی جائیں تو زندگی جسم بیجان کی مانند رہ جاتی ہے۔ دراصل دنیا
میں ان ہی دو چیزوں کی حکومت ہے۔ یہ حکومت آفرینش عالم سے برابر قائم ہے
اور اسی طرح تا ابد قائم رہیگی۔ خداوند کریم اپنی مہربانیوں سے چاہے تو آدمی کو عزت
دولت مال اولاد عطا کرے۔ اور چاہے مفلس۔ بیمار۔ محتاج بنادے۔ لیکن دُکھ
سکھ کے لحاظ سے امیر و غریب کی حالت یکساں ہے۔ کوئی کیسا ہی خوش حال کیوں
نہ ہو دُکھ کی گھڑی اُسکے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اور کوئی کتنا ہی مصیبت کا مارا کیوں
نہو۔ راحت و شادمانی کی جھلک اُسے بھی کبھی نہ کبھی نظر آہی جاتی ہے۔ یہ مت
خیال کرو کہ ہر شخص بظاہر خوشحال نظر آتا ہے اُسکو کبھی کوئی مصیبت پیش نہ آئی
ہوگی۔ مثال کے طور پر حضرت ایوب ہی کو دیکھ لو۔ اُنکی زندگی دُکھ و سُکھ سے خالی
نرہی۔ اِسی طرح بادشاہ سے لیکر فقیر تک سب ایک ہی حالت میں ہیں بقول شخصے
؎ شال و زربفت مبارک ہنہیں دولتمند و ہمکو کمبل میں دوشالے کا مزا آتا ہے
پس ہم کسیکی ظاہر حالت کو دیکھ کر اُسکی اندرونی حالت کا صیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔
کیونکہ ہم اپنے پروردگار کی قدرتوں کے جاننے سے قاصر ہیں۔ ہم نہیں جان سکتے کہ
خداوند تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اِس میں کیا بھید ہے۔ کسی عزیز کا مرجانا یا روپیہ و زیورات
کا نقصان وغیرہ سے نہایت رنج ہوتا ہے۔ لیکن کیا معلوم خداوند کریم جلشانہ نے
اِس دُکھ پہنچانے میں کیا مصلحت رکھی ہے۔

اے سعید اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اُس میں کوئی مصلحت مخفی ہوتی ہے
ممکن ہے کہ جسکو تم دکھ سمجھتے ہو وہ خدا کی نظر میں دُکھ نہ ہو۔ اور جس بات کو تم سکھ
خیال کرتے ہو اُس میں سو دُکھ پنہاں ہوں۔ اِس لئے جہاں تک ممکن ہو۔ ہمیں

اعتدال کا رستہ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنی خوشحالی سے نہ اتنا خوش ہوں کہ نکمے عیش پسند۔ یادالہیٰ سے غافل بے پروا ہو جائیں۔ کیونکہ خدا عیش پسندوں کو پسند نہیں کرتا۔ نہ اتنا اترائے کہ خودی میں گرفتار ہو جائے اور نہ مصیبت سے اتنا ملول ہو کہ صحت جیسی بے بہا چیز کو کھو بیٹھے لاغر و ناتوان ہو جائے۔ یہاں تک کہ زندگی وبالِ جان ہو جائے۔ کیونکہ یہ بھی تو ایک قسم کی خودکشی ہے۔ اور خودکشی شرع متیں میں جائز نہیں۔

اے سعید میانہ روی اختیار کر یہ سب سے اچھا راستہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا ہے۔ انسان کے ساتھ دُکھ سکھ لگا ہوا ہے۔ کہ وہ نہ کسی طرف بالکل جھک جائے۔ دُنیا میں صرف دُکھ ہی ہوتا یا نرا سکھ تو وہی باتیں ہوتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اِس لئے ہر فرد بشر کو لازم ہے کہ وہ اِس شعر پر عمل کرے۔ ؎

زرنج و راحتِ گیتی مرنجان دل مشو خرم کہ آئیں جہاں گاہے چنیں گاہے چنان باشد

صبر کی خوبی

صبر کرنا کام ہے انسان کا
جلد بازی شیوہ ہے شیطان کا
صبر خود ہے ایک دولت لازوال
صبر سے ہو جاتا ہے دل مالا مال
جسکے دِل میں صبر ہو وہ ہے غنی
سیم و زر سے ہو نہیں سکتا دھنی
صبر کا دامن پکڑ تو اُستوار
تاکہ آ جائے ترے دِل کو قرار
صبر ہی کا نام تو ایمان ہے
جسکے دل میں یہ نہ ہو وہ خام ہے
بادۂ توحید پیکر مست ہو
آرزوئے غیر کو دے دل سے کھو

نفس امارہ سے تو ہو جا بعید۔
دولتِ ایمان حاصل کر سعید

حصّۂ دوم

اسلامی دور

مؤمنین و مؤمنات کا صبر

عرب کی حالت قبل اسلام (زمانۂ جاہلیت)

اِس سے پہلے کہ ہم مومنین و مومنات اسلام کے صبر کی حکایتیں بیان کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت کی مختصر سی کیفیت لکھیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے اور وہ اچھی طرح موازنہ کر سکیں کہ ملک عرب کی اسلام سے پہلے کیا کیفیت تھی۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کی مبارک تعلیم نے اسکی اخلاقی حالت بدل کر کہاں سے کہاں تک اَوجِ ترقی پر پہنچا دیا ❊

تمام ملک میں قمار بازی اور شراب خواری کی عادت بمنزلۂ طبیعتِ ثانیہ ہو گئی تھی۔ اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت بڑا اثر ڈالا تھا۔ اِن میں خود مختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت اور خودسری کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ ممالکِ غیر سے الگ رہنے کی وجہ سے اِنکی زبان کھری اور نسل

صحیح تھی۔ لیکن فصاحت کا استعمال زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی طاقت ادا کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کے نام کی بھی خوب مٹی خراب کرتے تھے۔ ان بیہودگیوں کے علاوہ مدعیان شرافت بڑی دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔ جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کردی تھی۔ اور بت پرستی سے توہم پرستی تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ فطرت کی ہر ایک چیز مثلاً پتھر درخت۔ چاند۔ سورج پہاڑ دریا وغیرہ کو قابل پرستش سمجھتے تھے۔ اور اس طرح سے وہ خدا کی عظمت و جلال فراموش کردینے کے ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول گئے تھے۔ اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز لانے کے لئے کوئی قانون تھا۔ قتل۔ رہزنی۔ حبس بیجا۔ تصرف ناجائز۔ مداخلت بیجا۔ عورتوں کو بھگا لیجانا۔ بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کردینا۔ انکی معاشرت کے جزو اعظم ہو گئے تھے۔ برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے انکے دل و دماغ میں یہ ہی نقش کردیا تھا کہ انکی حالت سے بہتر کیسی حالت اور انکی معاشرت سے بہتر کیسی معاشرت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن نہیں ہے۔

عرب میں اس وقت اور بھی مذاہب موجود تھے مثلاً یہودی۔ عیسائی۔ صابی وغیرہ۔ ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان مذاہب میں عمدہ نمونے بھی پائے جاتے ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مذاہب خود بگڑ گئے تھے اور ان مذاہب کے علماء نے اپنی خودغرضیوں سے ان مذہبوں کو خراب کردیا تھا۔ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ و صالح علیہ السلام کو انکے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ ان مذاہب کے مقلدین کے عقائد یہ تھے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ عرب کے عیسائی مریم علیہ السلام کو

معاذاللہ خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اور یہودی حضرت
عزیرؑ کو توریت ازبر لکھ دینے کی وجہ سے ابن اللہ کہتے تھے۔ اور عرب کے یہودی
اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے پیارے بیٹے بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اور
آتش پرست بیٹی بہن کو گھر میں ڈال لینا ثواب عظیم جانتے تھے۔ عرب کے لوگ
حقیقی والدہ کے علاوہ اپنے باپ کی تمام ازواج کو اپنی لونڈیاں بنالیا کرتے تھے۔
ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور موت کو
اتفاق اور وقت سے موسوم کرتے تھے اور دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب
جانتے تھے۔ غرض ان تمام نقائص کی وجہ سے برائی کا مجموعہ تھا۔ ایسے وقت ایسے
مصالح کی ضرورت تھی جو دنیا کو ان تمام مصائب سے پاک و صاف کرے اور خدا کے
بندوں کو اعمال قبیحہ اور افعال ذمیمہ سے بچا کر نجات اخروی کا سیدھا راستہ بتلائے۔
چنانچہ غیرت حق کو حرکت ہوئی اور اس نے دنیا کو ان تمام آلائشوں سے پاک و صاف
کرنے اور اوہام پرستی شرک و کفر اور اخلاقی ذمائم کو بنی آدم سے دور کرنے کے لئے
ایک خاص رحمت مجسم اور نورانی ہستی کو مبعوث فرمایا جسکی پُر نور شعاعوں نے ظلمت
کفر کو ضیا سے بدل دیا۔ اور گمراہوں کو راہ راست بتادی ؎

دعائے خلیل اور نوید مسیحا ہوئے پہلوئے آمنہ سے وہ پیدا

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا متبرک ذکر زوج اول حضورؐ

آپ خویلد کی بیٹی ہیں۔ شرفائے عرب میں سب سے عقلمند اور خوبصورت و مالدار تھیں۔
سب سے پہلے ایمان لائیں۔ قبل اسلام لانے کے آپ بھی تجارت کرتی تھیں۔ مگر
بوجہ بیوگی کے اکثر غریب اور امین لوگوں کو اپنا مال بغرض تجارت دیا کرتی تھیں اور
بوجہ حسین و خوبصورت اور مالدار ہونے کے بہت لوگ آپکے ساتھ عقد کرنے کے

خواہشمند تھے۔ اُسی زمانہ میں ابو طالب نے بوجہ تنگی معاش حضرت محمد صلعم سے کہا
کہ خدیجہ اپنا مال امانتداروں کو بغرض تجارت دیتی ہیں۔ تم ان سے خواہش کرو۔
تو وہ بوجہ تمہاری دیانت داری کے ضرور مال تمہیں دینگی۔ اور اُسکے نفع سے
تمہیں بھی نفع ہوگا۔ ابو طالب کی اس تقریر کا حال خدیجہ سُنکر کمال رغبت سے
اپنا مال دینے کو تیار ہوگئیں۔ بلکہ اور لوگوں سے دو چند مال دینے پر مستعد ہوگئیں
جب قافلہ ملک شام کو بغرض تجارت روانہ ہونے لگا۔ تو حسب وعدہ خدیجہ نے اپنا
مال دیکر ایک غلام بھی جس کا نام میسرہ تھا۔ اور تجارت کے قواعد سے واقف تھا
آپکے ہمراہ کرکے تاکید خدمت گذاری کردی۔ اثنائے سفر میں جو معجزات وکرامتیں
آنحضرتؐ سے ظاہر ہوئیں۔ ان سب کو میسرہ بہ نگاہ حیرت اور عقیدت دیکھتا جاتا تھا
جب قافلہ دیر نسطورا راہب پر پہنچا تو میسرہ نے تمام حال جاکر نسطورا سے بیان کیا یہ
راہب علوم وکتب سماوی کا بہت بڑا واقف کار و ماہر تھا۔ اور کتب سماوی سے حال
حضورؐ کا دریافت کرکے آرزومند زیارت تھا میسرہ سے یہ باتیں سنکر آپ کو آکر دیکھا
اور پہچان کر علیحدہ جاکر کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزمان ہوگا۔ تم اُسکو شام کی طرف نہ لیجاؤ
کیونکہ یہود انکے دشمن ہیں۔ کہیں انکو پہچان کر قتل نکر ڈالیں۔ یہ سنکر تمام مال وہیں
قریب بصرہ کے بیچ میسرہ آپ کو مکہ کی طرف لیچلا۔ جسوقت میسرہ اور حضورؐ انور میدان
مکہ میں پہنچے دوپہر کا وقت تھا۔ اور بوجہ تمازت آفتاب ابر کا ایک ٹکڑا ان کے سر پر سایہ
کئے ہوئے تھا جس اتفاق سے خدیجہ نے اپنے بالاخانہ پر سے انکو دیکھ کر کہ ابر ان پر
پر سایہ کئے ہوئے تھا خدا سے دعا کی۔ یہ مسافر میرے یہاں ٹھیریں۔ تھوڑی دیر کے بعد
دونوں سوار خدیجہ کے یہاں پہنچے۔ اُس وقت خدیجہ نے پہچان کر کہ یہ میسرہ اور محمد بن عبد اللہ
ہیں۔ جو مال لیکر بغرض تجارت گئے تھے۔ اتنے میں میسرہ نے جاکر اپنی مالکہ یعنی خدیجہ سے
تمام وکمال کیفیت سفر اور ظہور عجائبات سے اطلاع دی۔ خدیجہ نے یہ اوصاف وکمال سنکر

آپ سے عقد کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اِس واقعہ کے دو مہینہ کے بعد خدیجہ نے ایک عورت سے جو کہ رازدار تھی بُلا کر اپنی خواہش ظاہر کی۔ اور اس امر میں اُس سے کوشش کرنے کا وعدہ کرالیا۔ چنانچہ حسب وعدہ اِس عورت نے رسول صلعم کے پاس جاکر کہا کہ اے محمد بن عبداللہ تم باوجود حسن ظاہری و کمالات باطنی کے کیوں نکاح نہیں کرتے۔ آپنے بوجہ نہونے سامان عقد کے مجبوری ظاہر کی۔ اِس عورت نے یہ جواب سُنکر کہا کہ اگر کوئی عورت صاحب حسب و نسب خوبصورت و مالدار یہ سب بار گوارا کرلے۔ اپنا مال و جمال آپکو نذر کرے۔ تب قبول کروگے۔ آپنے پوچھا وہ کون ہے۔ اُس عورت نے کہا کہ وہ خدیجہ بنتِ خویلد ہے۔ یہ سنکر آپنے کہا کہ کس کے ذریعہ سے کوشش کیجائے۔ اُس عورت نے اس کا بھی وعدہ کرلیا کہ اسکو بھی میں ٹھیک کردونگی۔ یہ کہکر اُس عورت نے جاکر حضرت خدیجہ کو اطلاع دیکر مبارکباد دی۔ حضرت خدیجہ نے یہ مژدہ جانفزا سُنکر اپنے عمزاد بھائی ورقہ بن نوفل کو رسول اللہ کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ اپنے اقربا میں سے کسیکو بھیجو۔ حسب الطلب امیر حمزہ نے جاکر تعین عقد کردیا۔ اور وہاں سے واپس آکر ابو طالب کو مع اور شرفاء قریش کے لیجاکر خدیجہ کے مکان پر بٹھلا دیا۔ خدیجہ کے طرف سے ورقہ بن نوفل نے آکر خطبہ نکاح پڑھکر عقد خدیجہ کا محمد بن عبداللہ کے ساتھ کردیا۔ اُس وقت عمر رسول اللہ کی پچیس سال اور خدیجہ کی چالیس سال تھی۔

نزول وحی اور تیسری مرتبہ شرح صدر مروی ہے کہ جب وقت نبوت اور وحی نازل ہونیکا قریب پہنچا تنقیہ اور تقویت کیواسطے سینہ مبارک آنحضرت کا تیسری مرتبہ پھر چاک کیا گیا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ایک مہینے کے اعتکاف کی نیت کی اور حضرت خدیجہ الکبریٰ بھی اِس اعتکاف میں تھیں۔ آنحضرت اور خدیجہ الکبریٰ غارِ حرا میں اعتکاف کرکے بیٹھے تھے اور رمضان المبارک تھا۔ ایک رات

نزول وحی و تیسری مرتبہ شرح صدر

حضرت غار سے نکلکر ستاروں کو دیکھتے تھے کہ کس قدر رات باقی ہے۔ ایک آواز آئی
السلام علیکم۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں نے گمان کیا شاید جنات کا گذر اس مقام
پر ہوا ہے۔ پس میں ڈرتا ہوا غار کے اندر گیا اور خدیجہ کو اس بات کی خبر دی۔ خدیجہ
نے کہا کہ یہ خوشخبری ہے آپ کو۔ کیونکہ السلام علیکم نشان امن وامان ہے۔ آپ
خوف نہ کیجئے۔ پھر ایک مرتبہ حضرت نے غار سے نکلکر دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام تخت
پر مانند آفتاب کے بیٹھے ہوئے ہیں ایک پر انکا مشرق میں اور ایک مغرب میں پہنچا ہوا
ہے۔ میں یہ حال دیکھ کر ڈرتا ہوا غار کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو مہلت
نہ دی اور جلدی سے آکر غار اور میرے درمیان میں حائل ہوئے۔ یہاں تک کہ مجھکو
ان سے محبت پیدا ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ فلان
وقت تم تنہا حاضر ہو پس میں وقت معین پر آکر کھڑا ہوا۔ جب دیر ہوئی تو میں نے
اپنے گھر کو جانا چاہا۔ اس عرصہ میں دیکھتا ہوں کہ جبرئیل ومیکائیل آسمان سے
زمین پر آئے اور مجھکو زمین پر لٹا کے سینہ میرا چاک کیا۔ اور میرے دل کو طشت
زریں میں دہوکر اور پھر اسکو اسکی جگہ رکھکر درست کردیا۔ اور میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کر
اس پر الٹا کیا جیسے برتن سے کوئی چیز گرانے کو الٹا کردیتے ہیں۔ بعد آسکے ایک
مُہر میری پشت پر ماری جس کا اثر مجھکو مطلقاً نہ معلوم ہوا۔ جب عمر شریف آنحضرت
کی چالیس سال ایک دن کی ہوئی۔ تب حضرت کو نبوت ملی۔ اور وحی نازل ہوئی۔ اور
معمول حضرت کا یہ تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ غار حرا میں تشریف لیجاتے تھے اور
ایک مہینے تک وہاں عبادت کرتے تھے۔ بعد ایک مہینے کے وہاں سے آکر پہلے
طواف خانہ کعبہ کا کرتے تھے آنحضرت نے فرمایا کہ ایک روز میں غار حرا میں عبادت
میں مشغول تھا۔ ایک شخص نورانی چہرہ ظاہر ہوا۔ اور کہا خوشخبری ہے تجکو اے محمد کہ اللہ تعالیٰ
نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے۔ میں خبر دیتا ہوں کہ تجکو خدا تعالیٰ نے نبی آخر زمان اس

اُمت کا کیا ہے۔ اور ایک روایت میں اِس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ جب میں میدان میں جاتا تھا تو ایک آواز سُنتا تھا کہ اے محمدؐ اور ایک شخص
نورانی کو دیکھتا تھا کہ سونے کے تخت پر آسمان اور زمین کے درمیان معلق کھڑا ہے
میں اُس آواز اور صورت سے ڈر کر بھاگتا تھا۔ جب کئی مرتبہ ایسا معاملہ ہوا تب ورقہ
بن نوفل سے جو خدیجۃ الکبریٰ کا چچیرا بھائی تھا۔ اور توریت اور انجیل کا علم رکھتا تھا۔
مَیں نے جا کر یہ بات بیان کی۔ اُسنے کہا کہ جب تم وہ آواز سنو تو مت بھاگو۔ بلکہ کان
لگا کر سُنو کہ کیا کہتا ہے۔ پھر میں نے ویسا ہی کیا کہ جب آواز یا محمدؐ میں نے سُنی تو
لبیک کہا۔ اُسنے کہا کہ مَیں جبرئیل ہوں اور تم اس اُمت کے نبی ہو۔ اور یہ کلمہ کہا
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ الخ حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ
فَاتِحَةُ الْكِتَابِ یعنی اول جو قرآن سے نازل ہوا سورۂ فاتحہ ہے (سورۂ فاتحہ کا بیان
ہماری کتاب اُم الکتاب میں دیکھو) تعلیم مناجات اور ہر نماز کے پہلے پڑھنے کیواسطے
علی ہذا جو ضرورت ظاہر ہوئی اُسکے موافق قرآن شریف نازل ہوتا گیا۔ اور شروع
نبوت سے پہلے آپکی یہ حالت تھی کہ جو خواب رات کو دیکھتے تھے وہی دن کو مثل صبح
صادق کے ظاہر ہو جاتا تھا۔ بعد اسکے آنحضرت غار حرا میں کہ متصل مکہ معظمہ کے ہے
تشریف لیجاتے تھے۔ اور کچھ کھانے پینے کا سامان ہمراہ لیجا کر تنہا اُس جگہ تسبیح و
تہلیل خدا تعالیٰ کرتے تھے۔ جب سامان کھانے پینے کا ختم ہو جاتا تو پھر دولتخانے
پر تشریف لے آتے۔ اِسی طرح دس بیس روز گھر پر رہتے۔ پھر غار میں جاتے۔ کبھی مہینہ
سے کم اور کبھی پورا مہینہ وہاں رہتے۔ ایک روز ایام خلوت میں غار سے باہر تشریف
لائے۔ اور طہارت کے واسطے پانی کے کنارے پر کھڑے تھے۔ یکایک جبرئیلؑ نے
ندا دی یا محمدؐ۔ آنحضرت نے اُوپر کی طرف نظر کی کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اسی طرح دو تین

نزول قرآن میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ

مرتبہ آواز آئی۔ تب آنحضرتؐ نے متحیر ہو کر اپنے دائیں بائیں دیکھا تو ایک شخص نورانی صورت تاج نور کا سر پر رکھے۔ لباس سبز پہنے ہوئے نزدیک اپنے نظر آیا۔ اور اُسنے کہا کہ پڑھ۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ٹکڑا حریر سبز کا تھا۔ اُس میں کچھ لکھا ہوا تھا وہ آنحضرت کو دکھلایا اور کہا پڑھ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں حروف کی صورت نہیں پہچانتا اور خواندہ نہیں ہوں۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا پڑھ اور آنحضرتؐ کو پکڑ کر زور سے دبایا۔ یہانتک کہ دبانے سے آنحضرتؐ کو سخت تکلیف پہنچی۔ اور بدنِ مبارک میں پسینہ آگیا۔ اور اسیطرح تین مرتبہ کیا۔ اور کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ پانچ آیت تک اور آنحضرتؐ نے اُنکو پڑھکر یاد کر لیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ بعد تعلیم ان آیتوں کے جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ اُس سے ایک چشمہ پانی کا جاری ہوا۔ اور آنحضرتؐ کو طریقہ وضو (وضو کا بیان ہماری کتاب آثار سعید میں دیکھو) اور استنجا اور غسل کا سکھایا۔ اور دو رکعت نماز اور سورۂ فاتحہ سکھلائی۔ کہ ہر نماز کے پہلے اسکو پڑھا کرو۔ بعد اس واقعہ کے آنحضرتؐ ترساں و لرزاں اپنے گھر پر آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ جلدی میرے بدن پر لحاف ڈالدو تاکہ میرے بدن سے لرزہ دفع ہو۔ بعد لرزہ دور ہو جانے کے حضرت خدیجہؓ نے کیفیت دریافت کی۔ آنحضرت نے تمام ماجرا اُن سے بیان کیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا کہ ہرگز خوف نہ کیجے اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ نے صفات رحمت کی آپ کو عطا کیں کہ آپ مسافروں کے ساتھ سلوک اور مہمانوں کی ضیافت اور محتاجوں کی مدد اور ضعیفوں پر رحم اور اپنے اقربا پر احسان کرتے ہیں۔ اور راست گفتار اور امانتدار ہیں۔ اور ایسا شخص مستحق رحمتِ خدا ہوتا ہے۔ نہ لائق غضب۔ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اِس اثنا میں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے کہا دیکھو جو شخص میرے پاس آئے تھے وہ یہ ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت کے پاس آ بیٹھیں اور کہا کہ صورت اُنکی آپ کو معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا
کہ ہاں ابتک موجود ہیں۔ تب خدیجہ نے اپنا سر برہنہ کیا اور کہا کہ دیکھو اب بھی نظر آتے
ہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ تب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ فرشتہ ہے
آپ کو خوشخبری دینے آتا ہے۔ اگر دیو ہوتا تو شرم نکرتا۔ اور غائب نہو جاتا۔

پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے کہ وہ دین عیسیٰ
علیہ السلام رکھتا تھا اور توریت و انجیل سے خوب واقف تھا۔ اور عبری زبان میں
اِن کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ جاکر پوچھا کہ اے بھائی تم نے کسی کتاب میں نام جبریل
کا دیکھا ہے اُس نے کہا کہ تمکو اس سے کیا مطلب ہے۔ تب خدیجہ نے تمام حال رسول
خدا کا اُس سے بیان کیا۔ اُسنے کہا جبرئیل نام ایک فرشتہ کا ہے۔ وہ اللہ کی
طرف سے پیغمبروں کے پاس وحی لاتے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آتے
تھے۔ اگر تم سچ کہتی ہو تو وہ محمد عربی ہے۔ اُنکی صفت میں نے دیکھی ہے۔ وہ عرب سے
نکلیں گے۔ بھلا کہو تو جبرئیل نے اُنکو دعوتِ اسلام کی ہے یا نہیں۔ خدیجہ نے کہا
کہ اُس نے حضرت کو اقرا باسم سکھلایا ہے۔ ورقہ نے کہا کہ اگر اُنکو حکم خدا ہوتا اور
دعوت اسلام کی ہوتی تو میں اول اسلام میں داخل ہوتا۔ پھر ورقہ نے خدیجہ سے
کہا کہ تم محمد سے کہو کہ تم خوف و اندیشہ نکرنا لیکن تمہاری قوم مرتبہ اِس نعمت کا نہیں
پہچانے گی۔ یہانتک کہ تم کو اِس شہر سے نکالیگی۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اُس وقت زندہ
ہوتا تو تمہاری مدد دل و جان سے کرتا۔ اور مجھکو سعادت دارین حاصل ہوتی۔ پس بعد
چند روز کے ورقہ نے انتقال کیا۔ آنحضرت نے اُنکو سفید کپڑے پہنے ہوئے خواب میں
دیکھا۔ تعبیر اس خواب کی لوگوں سے بیان کی کہ یہ علامت بہشت کی ہے۔ پھر حضرت پر بعد
اسکے یہ سورہ نازل ہوئی یَاۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ یعنے اے لحاف اوڑھنے والے کھڑا ہو
واسطے ادا کرنے مراسم نبوت کے اور ڈرا خلق کو عذاب الٰہی سے۔ یہ سُنکر حضرت نے لحاف

اپنے بدن سے اُتار دیا اور اُٹھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے حضرتؐ آپ کیوں نہیں سوتے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے خدیجہ میرا سونا اب نہیں ہوگا۔ کیونکہ جبرئیلؑ دوبارہ میرے پاس آئے اور وحی لائے اور کہا خلق اللہ کو خدا کی طرف بلاؤ کہ بُت پرستی چھوڑ دیں اور خدا کی عبادت کریں۔ اب میں کسکو کہوں۔ کون میرا کہنا مانے گا اور باور کریگا۔ خدیجہؓ نے کہا کہ اول مجکو ایمان کی راہ بتاؤ۔ میں ایمان لاؤں۔ پس حضرتؐ نے خدیجہؓ کو تلقین کی۔ وہ عورتوں میں سب سے اول مسلمان ہوئیں۔ اور سن حضرت علیؓ کا سات برس کا تھا۔ تمام دن رسول خداؐ کے پاس گھر میں رہتے تھے۔ جب اُنہوں نے حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ کہنے لگے آپ لوگ یہ کیا کام کرتے ہیں۔ کسکو پوجتے ہو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا میرا وہ ہے کہ جسکے دستِ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور سب جہان ہے ہم اُسکو پوجتے ہیں۔ اُسنے مجھکو جملہ خلائق پر پیغمبر کیا ہے تاکہ لوگوں کو ایمان کی راہ بتلاؤں تم بھی اِس راہ پر آؤ۔ باپ داد کی راہ چھوڑ دو۔ اِنہوں نے کہا میں بلا اجازت اپنے باپ کے کوئی کام نہیں کرتا۔ لہذا میں اُن سے پوچھوں۔ دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں۔ تب حضور نے کہا کہ خبردار یہ بات بجز چچا ابوطالب کے کوئی دوسرا سننے نہ پاوے۔ اِس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ خدیجہؓ کے گھر سے باہر آئے۔ اور دل میں سوچا کہ جس کو خداتعالیٰ ایمان بخشے اور راہ نجات کی بتلاوے ہم کیوں راہ دین اسلام سے پھریں اور اپنے باپ سے صلاح لیں۔ یہ سوچکر وہیں راہ سے واپس ہوئے اور رسول خداؐ کے پاس آکر ایمان لائے اور نماز پڑھی۔ پس جب خدیجہؓ اور حضرت علیؓ دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام رات آرام نہیں آتا تھا کہ یہ راز کسی دوسرے سے کیونکر بیان کریں۔ ایک روایت ہے خدیجۃ الکبریٰؓ نے بعد مشرف باسلام ہونے کے اپنا کل مال صدقہ کر دیا۔ چنانچہ بعد وفات خدیجہؓ کے رسول اللہؐ کہا کرتے تھے کہ بجید نفع بخشا مجھے خدیجہ کے مال نے اور آپ سے چند

لڑکے اور لڑکیاں ہوئیں۔ چنانچہ صاحبزادے صغرسنی میں انتقال کر گئے۔ آپکی ایک صاحبزادی عمر بن العاص کے نکاح میں تھیں۔ دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں اور اس وجہ سے انکا خطاب ذوالنورین ہوا۔ سب سے چھوٹی صاحبزادی جن سے رسول اللہ کی نسل کا سلسلہ ابتک جاری ہے۔ یعنی حضرت فاطمہ حضرت علی خلیفہ چہارم کے ساتھ منسوب ہوئیں۔ حضرت خدیجہ نے نبوت کے دسویں سال انتقال فرمایا۔ رسول اللہ کو اسقدر صدمہ ہوا کہ آپنے اس سال کا نام عام الحزن یعنے سال غم رکھا۔

ایک روز خاطر مبارک میں یہ خیال آیا کہ ابوبکر آدمی معتمد اور عقلمند ہیں اور ہم سے دوستی بھی رکھتے ہیں۔ اُن سے جا کر یہ راز کہنا چاہئیے۔ اور اُن سے صلاح کروں دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں صبح کو اُنکے پاس جانیکا قصد کیا۔ اتفاق سے ابوبکر صدیق بھی اسی شب کو متردد تھے کہ بت پرستی جو ہم اور ہمارے باپ دادا کرتے ہیں اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بتوں سے کچھ خیر و شر حاصل نہیں۔ کاشکے اگر کوئی مرد خدا ہوتا کہ راہِ خدا بتلاتا تو میں اس آفت سے بچتا۔ اور یہ خیال دل میں گذرا کہ محمد امین جو برادر زادہ حضرت ابوطالب کا ہے اور مرد عاقل ہے۔ اور ہم سے اور اُن سے جانی محبت ہے۔ وہ بت پرستی نہیں کرتے صبح کو اُنکے پاس جانا چاہیے کہ ہمکو راہ خدا بتلادیں۔ اور ہدایت کریں۔ پس صبح کو خواب سے اُٹھ کر پیغمبر خدا کے پاس جانیکا ارادہ کیا۔ اور ادھر رسول خدا نے ابوبکر کے پاس جانیکا قصد کیا۔ راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی اور باہم سلام علیک ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں آپکے پاس جاتا تھا کہ کچھ آپسے مشورت کروں۔ ابوبکر نے کہا کہ میں بھی آپ ہی کے پاس جاتا تھا کہ آپکی خدمت سے مشرف ہوں۔ کچھ رائے دیں آپسے پوچھوں۔ تب رسول خدا نے پوچھا کہیے کیا بات ہے۔ ابوبکر صدیق نے کہا اول آپ فرماویں کہ کیا بات ہے۔ آنحضرت نے کیفیتِ نزولِ جبرئیل کی اور انکا وحی لانا بیان کیا۔ ابوبکر صدیق

نے حضرت سے عرض کیا کہ خداتعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا۔ آپ کو پیغمبر کر کے بھیجا۔ خدا مجکو
ایمان کی راہ بتلائیے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو راہِ دین بتلائی۔
وہ ایمان سے مشرف ہوئے۔ وضو کیا اور نماز پڑہی۔
حدیث میں آیا ہے کہ جسکو میں ایمان کی راہ بتلاتا تھا وہ انکار کرتا تھا۔ مگر ابوبکر صدیق
کہ انہوں نے انکار نہیں کیا۔
مروی ہے کہ عورتوں میں سب سے اول خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ اور لڑکوں میں
سب سے پہلے حضرت علی۔ اور غلاموں میں سے اول حضرت بلال حبشی۔ اور آزاد شدہ غلاموں
سے اول زید ابن حارث۔ اور بڑے مردوں آزادوں میں سے سب سے اول ابوبکر صدیق ایمان
لائے۔ جس وقت ابوبکر صدیق ایمان سے مشرف ہوئے اُس وقت انکی عمر چالیس سال
کی تھی۔ اور اُنکے ماں باپ بھی ایمان لائے۔ اور یہ بہت بڑا مرتبہ انکا ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ
اور کسی صحابی کو نہیں ملا۔
بعد اسکے حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد
بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ ابن الجراح اور عبداللہ بن مسعود اور سعد بن زید رضی اللہ
عنہم ایمان لائے۔ سب انتالیس آدمی ایمان لائے تھے۔ اور ایمان اپنا پوشیدہ
رکھتے تھے اور نماز مسجد میں پڑہتے تھے۔ ایک روز کوہِ حرا میں حضرت نے ابوطالب
کو دعوت کی۔ اُنہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کا دین نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن تم کو
جو خدا نے فرمایا ہے اُسپر تم قائم رہو میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ کوئی تم کو ایذا نہیں دے
سکے گا۔ ابوجہل کو جب اشاعت اسلام کی خبر پہنچی تو وہ مردود کہنے لگا کہ اگر میں یہ جانتا کہ لوگ
محمد پر ایمان لائیں گے تو معاذ اللہ میں اُس کا سر پتھر سے کچل دیتا۔ اور آئندہ اگر محمد مسجد
میں سوائے ہُبل کے اور کسی کو سجدہ کریگا تو اُس کا سر پتھر سے کچلوں گا کہ اُس کا مغز نکل
پڑیگا۔ روایت ہے کہ کعبہ کے اندر کافروں نے تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ اور سب

بڑا بت ہبل تھا۔ اور لات ومنات دوسری جگہ پر تھے۔ اہلِ مکہ نے جب اسلام کی بات سُنی بہت ظلم اور بے ادبی آنحضرت کے ساتھ کرنے لگے اور نیز اصحاب کو بہت ستایا اور حضرت رسالت مآب کو بہت ایذا دی۔ یہانتک کہ آنحضرت کو مع اہل بیت درمیان شعب ابوطالب کے محاصرہ کر لیا۔ اور وہ اس محاصرہ میں تین برس رہے۔ پھر وہاں سے باہر نکلے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں مشغول تھے عقبہ بن ابی معیط حضرت کے گلو میں کپڑا باندھ کر کھینچنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے آکر چھوڑا یا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل لعین نے مٹی کی ٹوکری لاکر سر مبارک پر ڈالدی حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کسی روز آپ پر جنگ احد سے زیادہ تکلیف ہوئی ہے کہ اُس روز کافروں نے آپکا دندانِ مبارک شہید کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک روز میں چند کافروں کو ہدایت کرتا تھا۔ اُنہوں نے میری تصدیق نہ کی۔ اور طرح بطرح کا مجھپر ظلم کیا یہانتک نوبت پہنچی۔ کہ میرے پاؤں تلوے تک میرے خون سے تر ہو گئے ہیں میں نے اس حالت میں درگاہِ خدا تعالیٰ میں عرض کی جناب باری سے ایک فرشتہ جو پہاڑوں پر موکل ہے آیا اور مجھے سلام کیا۔ اور کہا کہ آپکی آزردگی موجب ملال جملہ ملائک ہے۔ آپ اگر مجکو حکم کریں تو دونوں پہاڑوں کو جو گرد مکے کے ہیں ملادوں اور تمام زمین مکے کی اُٹھا لیجاؤں کہ نام ونشان اس کا نہ رہے۔ سوا اسکے اور جو حکم ہو بجالاؤں۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو رحمت کیواسطے بھیجا ہے۔ نہ واسطے ہلاک کرنے قوم کے۔

مروی ہے کہ جب اہلِ مکہ نے ترقی اسلام کی دیکھی تو عتبہ بن ربیعہ کو رسولِ خدا کے پاس بھیجا۔ اُسنے آکر کہا اے میرے بھتیجے محمد تو حسب ونسب میں سب سے عالی رتبہ رکھتا ہے۔ باوجود اسکے تو نے ایسا کام کیا ہے کہ اس سے میرے اور تیرے ماں باپ کا کفر لازم آتا ہے۔ اور باپ دادوں پر طعن آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک کاہن قوم قریش میں

ظاہر ہوا ہے اور ہمکو سب لوگ طعن کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ باتیں بسبب شہوت و خواہش نفس کے کہتے ہیں تو جس عورت کو آپ قریش میں سے پسند کریں اُسکے ساتھ آپ کا نکاح کر دیں اور اگر آپ مال دنیا کی غرض سے یہ بات کرتے ہیں تو آپ کو ہم اسقدر مال دیں کہ آپ تونگر ہو جائیں۔ اور اگر حکومت مقصود ہے تو آپ کو ملک دیا جائے۔ اور اگر آپ کو خلل دماغ ہو گیا ہے تو طبیب حاذق آپکے علاج کے واسطے مقرر کر دوں۔ آنحضرت نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ یعنے اتاری ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے کتاب کہ علیحدہ علیحدہ کی گئی ہیں اُسکی آیتیں۔ قرآن عربی زبان کا واسطے قوم کے کہ جانتے ہیں خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے کو۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ یعنے اگر وے منہ پھیریں۔ تو کہہ اُن سے میں نے خبر سنا دی تم کو عذاب آسمان کی مانند عذاب عاد اور ثمود کے۔ تب عتبہ نے کہا کہ میں نے ایک ایسا کلام محمد سے سنا ہے کہ کبھی کسی سے نہیں سنا ہے۔ اب صلاح یہ ہے کہ تم اُنکے ایذا دینے میں کوشش نہ کرو۔ اُنکے حال پر اُنکو چھوڑ دو اگر اُنسے لڑو گے تو بیفائدہ ہے۔ کیونکہ اگر تم اُنپر غالب ہو گے تو کوئی چیز تمہارے ہاتھ نہیں آویگی۔ اور اگر وہ تمپر غالب ہوا تو جو ملک تمہارا ہے وہ اُسی کا ہو جاویگا۔

مشرکوں نے عتبہ سے یہ سنکر جواب دیا کہ شاید اُسنے تجپر جادو کر دیا ہے کہ تم اُسکی جانبداری کرتے ہو۔ عتبہ نے کہا کہ جو میری عقل میں آیا سو میں نے تم کو سنا دیا ہے آیندہ تم مختار ہو۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حق میں کبھی بد دعا نہیں کی۔ مگر ایک دن کہ آنحضرت قریب مکہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل لعین نے نجاست کی ٹوکری عتبہ بن معیط کے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے مبارک پر حالت سجدے میں ڈالدی۔ بعد فارغ ہونے کے نماز سے

آنحضرت نے اِن ملعونوں کے حق میں دعائے بد فرمائی۔ ابن مسعود قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے اِن کفاروں کو بدر کے روز بد حالت میں دیکھا۔ لوگ انکو کھینچکر کنوئیں میں ڈالتے تھے۔ **روایت** ہے کہ جب انیس صحابہ مشرف باسلام ہوئے۔ ابو بکر صدیق نے رسولِ خدا سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ اسلام کو کیوں چھپاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ باعلان عبادت اور دعوت اسلام کریں۔ آنحضرت ابو بکر صدیق کے کہنے سے مسجد الحرام میں تشریف لے گئے اذان ہوئی اور ابو بکر صدیق نے خطبہ پڑھا۔ عتبہ وغیرہ مشرکوں نے حضرت ابو بکر صدیق کے بازو پر سخت ضرب پہنچائی کہ اُس سے بیہوش ہو گئے۔ اور بنو تیم آکر وہاں سے اُٹھا لائے۔ اور تمام رات بیقرار رہے مگر صبر پر قائم رہے ؎

بود صبر بار درخت کمال	زبے صبری آید بسے اختلال
بود دست آن شخص را عزم ورائے	کہ چوں خس ز یک موج جنبد ز جائے
بہر کار اندیشہ لازم است	ز اندیشہ ز بیخ خرد قائم است
ضرورست بر مرگ صاحب خرد	کہ پیوستہ از صبر جو یاید مدد

جب ہوش آیا تو رسول خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکر تم نے بہت تکلیف اُٹھائی۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ خدا اور اُسکے رسول کی رضا میں مجھ پر گذرے اُس سے میں ناراض نہیں ہوں۔ بلکہ صابر و شاکر ہوں۔ مگر عتبہ سے مجکو بہت درد و رنج پہنچا۔ اور سب دشمن دین ہنستے ہیں۔ تب آنحضرت نے اپنا دست مبارک حضرت ابو بکر کے تمام اعضا پر پھیرا۔ فوراً درد سے صحت ہوئی ؎

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے کہ نہیں نفع دیا مجکو کسی مال نے ہرگز ایسا کہ جیسا نفع دیا مجکو مالِ ابو بکر نے یہانتک کہ کپڑے بھی بدن کے راہ مولیٰ میں دیدیئے تو ایک کمبل کا ٹکڑا بجائے کرتے کے گلے میں ڈالا۔ اور کانٹوں سے تہ بند کر کے حضرت کی خدمت میں بے ملال جیسے ہر وقت حاضر باش رہتے تھے حاضر ہوئے

آنحضرت نے اِن ملعونوں کے حق میں دعائے بد فرمائی۔ ابن مسعود قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے اِن کفاروں کو بدر کے روز بدحالت میں دیکھا۔ لوگ انکو کھینچکر کنوئیں میں ڈالتے تھے۔ **روایت** ہے کہ جب انتالیس صحابہ مشرف باسلام ہوئے۔ ابوبکر صدیق نے رسولِ خدا سے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ اسلام کو کیوں چھپاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ باعلان عبادت اور دعوت اسلام کریں۔ آنحضرت ابوبکر صدیق کے کہنے سے مسجد الحرام میں تشریف لے گئے اذان ہوئی اور ابوبکر صدیق نے خطبہ پڑھا۔ عتبہ وغیرہ مشرکوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے بازو پر سخت ضرب پہنچائی کہ اُس سے بیہوش ہوگئے۔ اور بنو تیم آکر وہاں سے اُٹھا لائے۔ اور تمام رات بیقرار رہے مگر صبر پر قائم رہے ؂

بود صبر بار درخت کمال	ز بے صبری آید بسے اختلال
بود سست آن شخص عزم ورائے	کہ چوں خس زیک موج جنبد ز جائے
بہر کار اندیشۂ لازم است	ز اندیشہ بیخ خرد قائم است
ضرورست بر مرگِ صاحب خرد	کہ پیوستہ از صبر جوید مدد

جب ہوش آیا تو رسول خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر تم نے بہت تکلیف اُٹھائی۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ جو کچھ خدا اور آپکے رسول کی رضا میں مجھ پر گذرے اُس سے میں ناراض نہیں ہوں۔ بلکہ صابر و شاکر ہوں۔ مگر عتبہ سے مجکو بہت درد و رنج پہنچا۔ اور سب دشمن دین ہنستے ہیں۔ تب آنحضرت نے اپنا دست مبارک حضرت ابوبکر کے تمام اعضا پر پھیرا۔ فوراً درد سے صحت ہوگئی ؂

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں نفع دیا مجکو کسی مال نے ہرگز ایسا کہ جیسا نفع دیا مجکو مالِ ابوبکر نے یہانتک کہ کپڑے بھی بدن کے راہ مولیٰ میں دیدیئے تو ایک کمبل کا ٹکڑا ابجائے کرتے کے گلے میں ڈالا۔ اور کانٹوں سے تہ بند کرکے حضرت کی خدمت میں بے ملال جیسے ہر وقت حاضر باش رہتے تھے حاضر ہوئے

اُس وقت جبرئیل علیہ السلام کا نزول ہوا۔ اور نبی اکرم سے دریافت کیا کہ آج ابوبکر کا کیا حال ہے اور کیسا لباس پہنا ہے۔ حضرت نے فرمایا انہوں نے تمام مال اپنا رضامندی اللہ جلشانہ میں صرف کر دیا اور مفلس ہو گئے کہ یہ نوبت پہنچی اُس وقت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حقتعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو سلام فرمایا ہے کہ اس مفلسی اور تہیدستی میں بھی ہم سے راضی ہے۔ حضرت ابوبکر نے یہ حال حضرت سے سنا تو بطور ارباب ذوق و شوق کے وجد میں آ گئے۔ اور اس نغمہ کو بار بار کہتے تھے۔ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ۔ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ۔ اِس لئے حضرت نے فرمایا ہے کہ تمام دنیا کے ایمان کے ساتھ ابوبکر کا ایمان وزن کیا جاوے تو آپکا ایمان وزنی رہیگا ۔ ؎

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا / دیں مال راہِ مولیٰ میں جو ہو دیں مالدار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمر اُٹھے / اُس روز اُنکے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور / بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ امیں کے پاس / ایثار کی ہے دستِ نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمر / اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا / مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے اہل و عیال کا / باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا / جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت / ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس / مال و منال و اسپ و زر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکرِ عیال بھی / کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر / اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس / صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا صبر

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ہمراہ جہاد کو تشریف لیگئے اور حضرت عائشہؓ بھی ساتھ تھیں۔ اتفاقاً شب کو وضو کرتے وقت اپنا گلوبند کھول کر میدان میں رکھکر بھول کر چلی آئیں۔ اور ہودہ کے اندر جا بیٹھیں۔ اور پردہ لگا لیا۔ جب گلوبند اپنے گلے میں نہ دیکھا تو جلدی سے ہودج سے نکلکر پردہ ہودج پر چھوڑ کر گلوبند کی تلاش کو گئیں۔ چونکہ تاریکی زیادہ تھی۔ گلوبند کی تلاش میں دیر لگی۔ اس عرصہ میں لشکر کا کوچ ہو گیا۔ شتربان نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاس آکر دیکھا کہ پردہ پڑا ہوا ہے۔ اُسنے سمجھا کہ عائشہ صدیقہؓ اُسکے اندر موجود ہیں۔ پس ہودج اُونٹ پر رکھ کر کوچ کیا۔ بعدہٗ عائشہ صدیقہ آکر دیکھتی ہیں کہ لشکر گاہ میں کوئی موجود نہیں۔ بہت متردد ہوئیں۔ دل میں اپنے کہنے لگیں کہ اگر میں پاپیادہ اُنکے پیچھے چلی اور وہ نہ ملے تو اور دقت ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ جبتک رسول خدا میرے واسطے ہودج نہ بھیجیں۔ میں یہاں سے نہ ہلوں۔ اسی جگہ بیٹھی رہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے صفوان کو پس رونده لشکر مقرر کیا تھا۔ جو چیز لشکر سے رہ جاتی وہ لے آتے۔ اور جسکی ہوتی اسکو لاکر دیدیتے تھے۔ صفوان رضی اللہ عنہ ڈھونڈتے ہوئے چلے آتے تھے جب اس جگہ آئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دور سے دیکھا کہ اکیلی بیٹھی ہیں۔ نزدیک پہنچکر اُسنے پوچھا اے سیدہ آپ یہاں کیوں اکیلی بیٹھی ہیں۔ عائشہ صدیقہؓ نے سب حال اُن سے بیان کیا۔ پس صفوان نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنے شتر پر سوار کر کے اور مہار شتر اپنے ہاتھ میں لیکر لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ رسول خدا عائشہ صدیقہؓ کا ساتھ چھوڑ کر لشکر کے ساتھ آگے تشریف لیگئے۔ جب مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ عائشہ صدیقہ ہودج میں نہیں ہیں۔ پس حضرت علیؓ کو عائشہ کی تلاش میں روانہ کیا۔ حضرت علیؓ تھوڑی دور جا کر دیکھتے ہیں

کہ صفوان رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کو اپنے شتر پہ سوار کئے ہوئے اور مہار شتر
پکڑے ہوئے چلے آتے ہیں۔ حضرت علی رضہ نے بعد سلام کے عائشہ صدیقہؓ سے
حال پوچھا۔ کہ یا اُم المؤمنین آپ پر کیا حادثہ گذرا تھا کہ پیچھے رہ گئیں۔ حضرت عائشہؓ
نے حضرت علی رضہ سے بیان کیا۔ حضرت علی رضہ نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے بیان کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد صفوان او حضرت عائشہ بھی آ پہنچے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عائشہ تمہارے پیچھے رہنے کا سبب کیا
تھا اُنہوں نے اپنے گلو بند کے جاتے رہنے کا حال بیان کیا۔ لشکر میں یہ مشہور ہوا
کہ عائشہ صدیقہ اپنے ہودے سے گم ہوئیں تھیں۔ صفوان اُنکو اپنے اونٹ پر لے آئے
اِس بات کو سُنکر جو کم بخت مردود تھے چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت عائشہ پر تہمت
لگانے لگے۔ چنانچہ ایک ماہ تک یہ چرچا رہا۔ عبداللہ ابن ابی لہب لعنت اللہ علیہ
نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ رسول اللہ کی عورتوں کے افعال بد ہیں۔ اور بعضے
منافق کہتے تھے کہ عائشہ لشکر سے نکلکر اِس واسطے پیچھے رہ گئیں تھیں کہ صفوان سے
مواصلت حاصل کریں۔ اور حسان بن ثابت نے کہا کہ عائشہ جوان او صفوان حضرت
سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ وہ اِس واسطے لشکر سے پیچھے رہ گئیں تھیں کہ صفوان سے
دوستی پیدا کر کے خوشی حاصل کریں۔ اور بہت سے آدمی مدینہ کے رسولِ خدا کے پاس
آکر بیہودہ گفتگو عائشہ صدیقہ کی شان میں کرتے تھے۔ غرضکہ جو شقی ازلی تھے۔ رسول
خدا کے پاس آکر عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگاتے تھے۔ پس پیغمبر خدا بغیر تحقیق کے کچھ نہ کہتے
تھے۔ لیکن دل میں خفا رہتے تھے۔ اور جب عائشہ صدیقہ کے گھر میں تشریف لیجاتے
تو اُن سے بول چال نہ کرتے بلکہ اُن سے علیحدہ بیٹھتے۔ حضرت عائشہؓ متردد تھیں
کہ رسولِ خدا مجھ سے کیوں بیزار ہیں۔ خدایا یہ ماجرا کیا ہے۔ آخر رفتہ رفتہ یہ ماجرا حضرت
عائشہ صدیقہؓ کے والدین تک پہنچا۔ اُنہوں نے حضرت عائشہ کو برا بھلا نہ کہا۔ ایک دن

مسطح کی والدہ نے عائشہ کے روبرو اپنے بیٹے کو گالی دی کہ مسطح پر لعنت ہے عائشہ بولیں اے بی بی تو کیوں اپنے بیٹے کو برا کہتی ہے۔ وہ تو رسول خدا کے اصحاب مہاجرین میں سے ہے۔ اسنے کہا اے عائشہ تم کو کچھ خبر ہے مسطح اور بعضے لوگوں نے تم پر کیا کیا تہمت لگائی ہے۔ یہ بات سنکر حضرت عائشہ اپنے ماں باپ کے پاس جاکر رونے لگیں اور کہا کہ اے اماں لوگوں نے مجھ پر کیا کیا جھوٹ تہمت لگائی ہے۔ آپنے سنا ہوگا لیکن مجکو اسکی خبر نہ کی۔ ماں نے عائشہ کی تسلی کے واسطے کہا کہ جو عورت اپنے شوہر کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور اسکے اور زوجہ بھی ہوں تو وہ عورتیں اسپر رشک و حسد سے جھوٹ تہمت لگا دیتی ہیں۔ اے جان مادر اس بات کو جانے دے صبر کر۔ خدا عالم الغیب ہے صبر کا بدلہ دیگا۔ عائشہ صدیقہ نے کہا کہ اے اماں رسول اللہ نے میری طرف سے دل اٹھا لیا۔ جو پہلے محبت کرتے تھے اب وہ نہیں ہے۔ اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے۔ انکی والدہ نے پھر حضرت عائشہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بھیجا۔ لیکن رسول اللہ نے پھر بھی التفات نکی۔ حضرت عائشہ کو اور زیادہ غم ہوا یہاں تک کہ اس غم سے بیمار ہوگئیں۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بیمار ہوں اور یہاں میری بیمار داری نہیں ہوتی۔ لہذا میں اپنے ماں باپ کے گھر جانا چاہتی ہوں۔ آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپنے فرمایا چاہے جاؤ یا یہاں رہو تم کو اختیار ہے۔ پس عائشہ رضی اللہ عنہ اپنی لونڈی بریدہ کو ساتھ لے کر اپنی ماں کے گھر گئیں اور وہاں پانچ روز رہیں۔ رسول اللہ ایک روز بھی انکی عیادت کو نہ گئے۔ بریدہ لونڈی جب آپکے پاس آتی تھی تو اس سے پوچھتے تھے کہ وہ بیمار کیسی ہے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ اور حضرت علی اور اسامہ کو بلا کر ان سے دریافت کیا کہ تم عائشہ کے حال سے کچھ واقف ہو۔ اسکی کبھی کچھ بدفعلی تم نے دیکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قسم ہے خدا کی ہمنے کبھی عائشہ صدیقہ کی کوئی بری

خصلت نہیں دیکھی۔ اور جو منافق لوگ باتیں کرتے ہیں یہ سب بہتان ہے۔ اس بات سے آنحضرتؐ کا دل شاد ہوا۔ بعدہ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر عائشہؓ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور کہا کہ اے عائشہؓ تم کو خبر ہے کہ شہر کے لوگ تم پر تہمت لگاتے ہیں اگر فی الحقیقت تم سے گناہ سرزد ہوا ہے تو توبہ کرو خدا تعالیٰ تمہارا گناہ عفو کرے۔ یہ سنکر عائشہ صدیقہ کو نہایت رنج ہوا۔ اور گریہ زاری شروع کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی روئے اور آنحضرتؐ کے بھی آنسو جاری ہوئے۔ اور حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے تو توبہ کیوں کروں۔ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگتی ہوں۔ کہ آپکی رسالت کے طفیل میری عصمت پر آپ کو مطلع کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر مکان کو تشریف لے گئے اور حضرت عائشہؓ تین روز تک روتی رہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی عصمت پر پ۱۸ النور (۲) اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ سے رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ تک۔ بیشک جن لوگوں نے تہمت تراشی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے اُسکو اپنے حق میں بُرا سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ اُن میں سے ہر شخص کے لئے جو گناہ بھی وہ کمائیگا (اُسکی اُتنی ہی سزا ہے) اور جس نے ان میں سے گناہ کا بڑا حصہ لیا تو اُسکے لئے بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اس لغو خبر کو سُنا تو ایمان لانیوالے مردوں اور ایمان لانیوالی عورتوں نے نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ صریح بہتان ہے۔ وہ اس بات پر چار گواہ نہ لائے تو وہ اللہ کے نزدیک ضرور جھوٹے ہیں اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی۔ تو جس بات کا تم نے چرچا کیا تھا۔ اُسکے سبب سے تم پر سخت عذاب نازل ہوتا۔ جبکہ تم اپنی زبانوں سے اسکی نقل در نقل کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات بکتے تھے جسکی تم کو خبر نہیں۔ اور تم نے اسکو ہلکی سی بات سمجھا حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی بات تھی۔ اور جس وقت تم نے اُسکو سنا تھا تو یہ کیوں نہ کہا کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں۔ حاشا و کلا یہ تو بڑا بھاری

بہتان ہے۔ خدا تعالیٰ تمکو نصیحت کرتا ہے اگر تم مؤمن ہو تو پھر دوبارہ ایسا نکرنا اور اللہ اپنے احکام تم سے کھولکر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کے حال سے واقف ہے اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے شرمی کی باتوں کو رواج دیں۔ انکے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تم پر نہوتی (تو وہ تم پر عذاب نازل کرتا) اور بیشک اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے ۔

واضح باد کہ رسول اللہؐ نے یہ بشارت حضرت عائشہؓ کو سنائی ۔ حضرت عائشہؓ یہ سنکر شکر خدا بجالائیں۔ اور رسول خداؐ سے بولیں کہ یا رسول اللہؐ خدا نے میری عصمت پر وحی نازل فرمائی ۔ میں خوش ہوئی اور میرا غم جاتا رہا۔ اور آپ میرے خاوند اور نبی اللہ ہیں آپنے میری طرف گمان بد کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور کہا کہ ایسی بات پیغمبر خدا کو نہ کہنی چاہیئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ انکو چھوڑ دو جو انکے دل میں آئے کہیں۔ کیونکہ انکا دل غم رسیدہ ہے۔

پھر جناب باری سے وحی آئی کہ اے محمدؐ جو آدمی عائشہؓ پر تہمت لگاتے تھے اُنکے اسّی اسّی درّے مارو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں سنا کر جنہوں نے تہمت لگائی تھی یعنے عبداللہ بن ابی لہب اور حسان ثابت۔ اور مسطح اور زینب جنت جحش وغیرہ کو اسّی اسّی درّے مارے اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کو راضی کر کے اپنے گھر لے گئے ۔

یہ اُنکے صبر کا اجر اُن کو ملا

کہ ہمیشہ ہمیشہ قرآن شریف میں ان آیتوں کی تلاوت کیجاتی ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی نسبت رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ دین کا دو ثلث اِس حمیرا سے حاصل کرو۔ ابو موسیٰ اشعری آپکے فن ادب کے بہت مداح تھے۔ ہزارہا اشعار آپ کو زبانی

یاد تھے۔ آپنے جو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اُنکی فصاحت و بلاغت اور مضمون آفرینی قابلِ ستائش ہے۔ عروہ بن زبیر کو ہزارہا شعر قدیم و جدید یاد تھے۔ لیکن اس بات کا وہ خود قائل تھا کہ حضرت ام المومنین عائشہ کو مجھ سے زیادہ یاد ہیں ٭

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ کسی سفر میں کھانا تناول فرماتی تھیں ایک محتاج کو دیکھ کر اُسکو روٹی دلادی۔ بعدہٗ اُسکے ایک سوار آیا۔ آپنے اُسکو بااکرہت حرمت سے بٹھایا اور کھانا کھلایا کسی نے کہا آپنے اُس پہلے محتاج کی اتنی خاطرداری نہیں کی جتنی اِس سوار کی کی۔ ارشاد کیا حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک درجہ دیا ہے اُسکے رتبہ کے موافق اُس سے سلوک کیا چاہیئے ٭

حکایت۔ عائشہ رضی اللہ کے پاس زبیر رضؓ نے دو خریطے سیم اور ایک لاکھ اسّی ہزار درہم بھیجے آپنے قبل از شام سب تقسیم کردیئے۔ شام کو جب افطار روزے کا کیا۔ تو روٹی روغنِ زیتون سے تناول کی گوشت نہ تھا۔ لونڈی نے کہا اگر ایک درم کا گوشت ہمارے لئے خرید کر دیتیں تو کیا ہوتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر تو یاد دلاتی تو البتہ میں خرید دیتی ؎ ہمہ وقت شو درکرم مستقیم ٭ کہ ہست آفرینندہ جان کریم ٭

اہلبیت اطہار رضؓ کا صبر

روایت ہے کہ حضرت امام حسن و امام حسین دونوں صاحبزادے ایک ہی مرتبہ بیمار ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تین روزے دونوں صاحبزادوں کی شفایابی کے متعلق نذر اللہ مانے کہ یہ اچھے ہوجائیںگے تو میں رکھونگا حضرت خاتون جنت زہرہ رضی اللہ عنہا نے بھی تین روزے اپنے اُوپر مقرر کئے۔ اور آپکی لونڈی فضہ نے بھی تین روزے اپنے اُوپر مقرر کئے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے دونوں صاحبزادوں کو شفا بخشی۔

تینوں شخص موافق نذر مقررہ کے روزہ دار ہوئے۔ اُس دن حضرت علی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے شمعون یہودی کے پاس سے تین سیر جو قرض لیے اور وہ گھر میں لاکے دیئے۔ حضرت خاتونِ جنت نے وہ چکی میں پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیوں کی گنتی کے برابر پانچ روٹیاں پکا کر تیار کیں۔ پھر افطار کیوقت پانچ روٹیاں اُن حضرات کے سامنے رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا کہ اُس میں سے لقمہ توڑ کر مُنہ میں ڈالیں اتنے میں دروازے پر آکر فقیر نے سوال کیا اور کہا کہ حقتعالیٰ کی سلامتی تم پر ہو جیو اے اہلبیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فقیر مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہے اور آپکے گھر میں پانچ آدمی ہیں اُنکو کھلائیے۔ حق تعالیٰ تمکو جنت کے خوانوں میں سے کھلائیگا۔ پانچوں حضرات نے پانچوں روٹیاں اس سائل کے حوالہ کر دیں۔ اور آپ سب پانی پیکر سو رہے۔ پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسی طرح دوسرے روز ایک سیر جو پیسکر پانچ روٹیاں پکائیں اور افطار کے وقت یتیم آیا اسکو وہ روٹیاں دیں تیسرے دن ایک قیدی آیا جو روٹیاں پکائی تھیں وہ اُسکو دیدیں۔ چوتھے دن صبح کو اُٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت بات کرنے کی نہ تھی۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے ان سب کو دیکھکر آپکو بیتابی ہوئی۔ پوچھا میری بیٹی فاطمہ زہرا کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اپنے مصلے پر نماز میں مشغول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لیگئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے۔ اور آنکھیں اندر گھس گئی ہیں یہ حالت دیکھ کر آنحضرت کے آنسو جاری ہو گئے۔ اُسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ دہر لیکر نازل ہوئے اور کہا یہ سورت تمکو اور اہل بیت کو مبارک ہو۔ اور یہ آیتیں پڑھکر سنائیں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا پھر اسکے بعد حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کی اور پھر کبھی ایسے فقر کی شدت میں مبتلا نہ ہوئے

ایسا راوی بیان کرتے ہیں کہ ان تینوں دنوں میں۔ فقیر۔ یتیم۔ یسیر کی صورت بناکر جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اہل بیت کے صبر کے امتحان کے لئے۔ اسی واسطے کہا ہے۔ حضرت علیؓ نے ملکِ دنیا کو اپنی سنان سے لیا۔ نیزہ کی نوک سے جہاد کرکے۔ اور عقبیٰ کو سہ نان سے خرید کیا یعنے تین روٹیوں سے؎

سخاوت بود کار صاحب دلاں سخاوت بود پیشۂ مقبلاں

خداوند تعالیٰ نے آپکی شان میں فرمایا ہے۔ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اللہ نے انکو اُس دن کی (قیامت) کی بُرائی سے بچالیا۔ اور فرمایا وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وہ تازگی دیکھیں گے جس وقت سب پریشان ہونگے جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا جزا دیگا اُن کو رب اُنکا بسبب اُنکے صبر کے جنت رہنے کے لئے اور حریر پہننے کے لئے ۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کیوقت ایک نیا کرتا تھا اور ایک پُرانا کرتا آپکے بدن مبارک پر تھا۔ ایک روز ایک سائل نے آکر کہا خدا کے واسطے ایک پُرانا کرتا ملجائے۔ آپنے یہ سوچکر کہ جبتک عمدہ اور دل پسند چیز اللہ کی راہ میں خرچ نکرونگی بھلائی حاصل نہیں کرسکتی۔ یہ خیال کرکے اپنا نیا کرتا سائل کو دیدیا۔ حالانکہ سائل نے پُرانا کرتا مانگا تھا؎

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا ہرچہ داری صرف کُن در راہِ او

اس آیت کا ترجمہ اسی طرح پر تفسیر قادری میں مرقوم ہے پ۴ العمران (۱۰) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا سے حلیہ تک۔ ہرگز نہ پاؤ گے نیکی۔ اور جو بھلائی تم چاہتے ہو وہاں تک نہ پہنچو گے یا نہ پاؤ گے بہشت یہاں تک کہ خیرات کرو اور صدقہ دو اُس چیز سے جسے دوست رکھتے ہو مال میں سے کہ فقیروں پر تصدق کرو۔ یا جاہ کہ اُسکے سبب عاجز اور درماندہ لوگوں کی اعانت کرو۔ یا بدن کہ اُسکی قوت عبادت میں صرف کرو۔

یا دل کہ اُسے محبتِ الٰہی میں وقف کرو۔ یا جان کہ رضائے حق کی یاد میں جان پر کھیل جاؤ۔ یا باطن کہ اُسے تعلق ماسوی اللہ کی آلایش سے پاک رکھو۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنی محبوب و مرغوب چیز کو دنیا میں خرچ کریگا عقبیٰ میں اپنے مطالب کو پہنچے گا۔ اور جو کوئی دنیا و عقبیٰ دونوں سے درگذر کرے وہ حضرت مولیٰ کے قریب میں پہنچے ہے۔

مئے صرفِ وحدت کسے نوش کرد ۔۔۔ کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

یہ آیت نازل ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا رحمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ سب باتوں سے زیادہ بہتر اور خوب اور سب سے بڑھ کر محبوب تر اور مرغوب میرے پاس رہا ہے جہاں خدا حکم کرے وہاں اُسے وضع کیجے۔ اور بیرحا ایک باغ تھا نہایت مرغوب اور بہت تروتازہ اور خوب اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ اُس باغ میں تشریف لاتے اُسکا پانی پیتے اور میوے تناول فرماتے۔ پس ابوطلحہ کے جواب میں فرمایا۔ واہ شاباش۔ مال بڑے فائدے کا ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ اُسکے قرابت داروں پر تقسیم کر دیا۔ اور جو چیز خرچ کرتے ہو کسی چیز سے تھوڑی خواہ بہت۔ یا اپنے مال میں سے جن چیزوں کو دوست رکھتے ہو پس تحقیق کہ خدا اسکے ساتھ دانا ہے اور تمہاری نیت کے موافق تمہیں بدلہ دیگا

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک چادر بازار میں بیچنے کے لئے لے گئے کہ غلہ خرید کر لائیں۔ اور چھ درم کے بدلے ایک خریدار کے ہاتھ فروخت کر دی۔ راہ میں ایک سائل کو سوال کرتا ہوا دیکھا۔ سب درم سائل کو دیدیئے اِس بات کا کچھ خیال نکیا کہ گھر لیجاؤں۔ گھر میں سب بھوکے ہیں۔ لیکن خدا کی شان دیکھیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اعرابی کی صورت میں ناقہ لئے ہوئے آپ

آپ کے سامنے آئے اور کہنے لگے علیؓ تم اس ناقہ کو خریدنا چاہتے ہو تو خریدلو قیمت پھر دیدینا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سو درم سے خرید لی۔ اتنے میں حضرت میکائیل ملے اور یوں کہا کہ اگر تم اس ناقہ کو بیچو تو ہم ایک سو ساٹھ درم دیتے ہیں۔ یہاں پہ بیچئے آپ بہت خوش ہوئے اور ایک سو ساٹھ درمؓ ان سے لیکر ناقہ دیکر روانہ ہوئے۔ اسکے بعد حضرت جبرئیل پھر ملگئے۔ آپنے فوراً سو درمؓ انکے قرض کے دیدیئے اور ساٹھ درم گھر کو لیکر واپس آئے۔ حضرت فاطمہ نے دریافت کیا کہ یہ ساٹھ درم کیسے مل گئے۔ فرمایا کہ خداوند کریم سے تجارت کی تھی۔ ساٹھ درم کا نفع ہوا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول خدا سے تمام ماجرا بیان کیا۔ آپنے فرمایا بیچنے والے جبرائیل۔ اور خریدنے والے میکائیل۔ اور ناقہ وہ تھا جو قیامت کے دن فاطمہؓ کی سواری میں ہوگا۔ دیکھو ! حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ درم اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کئے تھے چھ کے بدلہ میں ساٹھ درم ملے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا

عام مومنات اسلام کا صبر

نقلؓ ہے کہ جب اسلام کا شروع زمانہ تھا اور مرد و عورت مشرف باسلام ہوتے جاتے تھے اور کافر مسلمانوں پر قابو پاکر سخت تکلیف دیتے تھے ؑ اس ہی زمانہ میں ابوجہل کی خادمہ جن کا نام گرامی سمیہ تھا وہ ابوجہل کے قابو میں تھیں۔ ابوجہل یہ چاہتا تھا کہ انکے اوپر سختی کرکے ؑ انکو اسلام کی دولت سے محروم کرے۔ اس مقصد کے لئے اسنے یہ معمول کر رکھا تھا کہ ایک سل خوب گرم کرکے ؑ انکے سینہ پر رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ تمہاری اس ہی میں خیر ہے کہ اس نئے دین کو چھوڑ دو۔ مگر وہ ایسی ثابت قدم اسلام میں تھیں کہ گرم پتھر سینہ پر رکھا جاتا تھا اور وہ وحدہٗ

لاشریک لہ کے نعرے مارتی تھیں۔ اور اس عذاب پر صبر کرتی تھیں۔ اور اسلام سے نہیں پھرتی تھیں۔ اور ابوجہل نے اس تکلیف دینے پر بھی بس نہ کر کے دھمکی دی کہ انکا جو شیرخوار بچہ تھا اگر وہ اسلام سے برگشتہ نہ ہوگی تو اسکی زندگی سے ہاتھ دھولے وہ باوجود عورت ہونے کے بھی اس دھمکی کو خاطر میں نہ لائیں۔ یہ مصیبت برداشت کرتی تھیں اور یہ سب دکھ سہتی تھیں۔ ایک روز انکے بچے کو گرم پتھر پر جو انکے سینہ پر تھا اس زور سے پٹکا کہ وہ جان شیریں کو توڑ کر رہ گیا۔ اُنہوں نے اس پر بھی صبر کیا۔ اور اسلام سے ہرگز نہ پھریں۔ ایک روز ابوجہل نے اس حالت میں کہ گرم رسل انکے سینہ پر تھی اُنکی شرمگاہ پر ہتیار مارا کہ وہ شہید ہوگئیں۔ مراتب شہادت کے اُنہوں نے پائے۔ اور شہداء کے بارے میں قرآن شریف میں پ۴ آل عمران (۱۷) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ تک (ترجمہ اور دلے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُنکو مردہ مت خیال کر۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ انکو رزق ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اُس چیز سے جو اُنکو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔ اور جو لوگ اُنکے پاس نہیں پہنچے پیچھے رہ گئے ہیں اُنکی بھی اس حالت پر خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں۔ اور نہ وہ مغموم ہوں۔ **ف** شہیدوں کی ایک قسم کی زندگی ہے۔ یعنی مرنے کے بعد کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔ یہ زندگی اور مرنے والوں کو میسر نہیں آتی۔ اور وہ مسرور ہوتے ہیں ساتھ اُن لوگوں کے کہ نہیں پہنچے ہیں اُنکے پیچھے۔ یعنی جس وقت ملائکہ ان شہیدوں کو یہ بشارت سناتے ہیں کہ تمہارے برادران دین بھی درجہ شہادت پاکر آتے ہیں۔ اور تم سے ملنے والے ہیں مسرور اس بات سے ہوتے ہیں کہ انکے دوست اِنکے پیچھے اطاعت میں ثابت قدم ہیں۔ اور عبادت اور مجاہدہ نفس کے ذریعہ سے ہم سے ملنے والے ہیں۔ اور خوف

نہیں ہے اِن پرا ور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یعنی قاعدہ ہے کہ دنیا میں انسان جس وقت مالدار ہوتا ہے اُسیقدر اُسکو خوف بڑھتا جاتا ہے کہ کہیں میرا مال خطرہ میں نہ پڑجائے۔ کہیں اسکو کوئی چور نہ لے۔ کہیں سرقہ ہوجائے۔ لیکن جو دولت سرمدی شہدا کو حاصل ہے اُسکی نسبت شہیدوں کو کامل یقین ہے کہ یہ دولت ہم سے کبھی واپس نہ لیجاویگی۔ کیونکہ دولتِ عقبیٰ کبھی اور کسی حالت میں زوال پذیر نہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں وہ شہید ساتھ اُس نعمت کے۔ صلہ میں جو ملی ہے خدا کی طرف سے فضل پر یعنی زائد از استحقاق یہی نعمت ملی ہے اور بیشک خدا ضائع نہیں کرتا اجر مومنوں کا۔

اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰؓ نے رسول خداؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس وقت مؤمن جہاد کی تیاری کرتا ہے خدا تعالیٰ اُسکے نام پر دوزخ سے آزادی لکھتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور اُسکو بہشت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور شہید کو تلوار کا زخم جسم پر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہوائے گرم میں آبِ خنک کا پینا اس سے بھی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ صرف زخم جہاد میں۔ اور جب گھوڑے کی پشت سے نیچے گرتا ہے۔ زمین پر آتے آتے حور العین اُسکا سر آکر دامن میں رکھ لیتی ہیں اور بہشتی نعمتوں کی مبارکباد دیتی ہیں۔ اور ستر غرفہ فردوس کے شہید کو دیئے جاتے ہیں۔ نور اُس غرفہ کا ایسا تاباں ہے کہ جس سے مشرق اور مغرب معمور ہوسکتے ہیں۔ ہر ایک غرفہ میں ستر در ہیں۔ یہ در طلائی ہیں اور ان میں طلائی پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور ہر غرفہ میں ستر خیمہ ہیں۔ ہر خیمہ میں ستر تخت اور ہر تخت کے پائے زبرجد کے جن میں زمرد جڑا ہوا ہے۔ اور ہر تخت پر ایک حور العین بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک کے لئے ستر لونڈیاں اور غلام ہیں۔ جنکے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ کوزے

شراب طہور کی چھاگلیں ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں۔ اُس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے شہیدوں کو قیامت کے دن حشر میں اِس شان و شوکت سے لاوینگے کہ اگر انبیا اور صالحین راہ میں ملیں گے تو اُنکی خاطر سب پیادہ پا ہو جاوینگے۔ اور یہ شہید ستر ہزار قرابت والوں اور ہمسایہ کی خدا تعالےٰ سے سفارش کرینگے۔ خدا تعالیٰ اُنکی سفارش کو منظور فرمائیگا۔

نقل ہے کہ ایک مومنہ مع اپنے بچے کے تھی۔ کافروں نے ایک خندق کھودی تھی مومنین کو اُس میں ڈالتے تھے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے پ۳۰ البروج (۱) قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ سے فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ تک۔ قسم ہے کہ بہت ایندھن والی آگ کی خندقوں والے قتل کر دیئے گئے جبکہ وہ اِن خندقوں کے کنارے بیٹھے اِس (ظلم و ستم) کو (اپنی) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جو مومنوں پر کیا جا رہا تھا۔ اور انکو سوائے اِسکے اور کچھ ناگوار نہ گذرا تھا کہ (یہ لوگ) زبردست لائق خدا پر ایمان لائے تھے۔ جسکے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اور اللہ ہر شے کا نگرانِ حال ہے۔ بیشک جن لوگوں نے ایماندار عورتوں کو اذیت پہنچائی پھر توبہ نکی تو انکے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اُنکے لئے جلانے والی (آگ کا) عذاب بھی ہے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ اُن کے لئے ایسے باغات ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ یقیناً تمہارے پروردگار کی گرفت بہت سخت ہے بیشک وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا اور وہی (مرنے کے بعد) دوبارہ پیدا کریگا۔ اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور بڑا محبت کرنے والا بزرگ عرش کا مالک ہے۔ جو ارادہ کر لیتا ہے اُس کا پورا کرنیوالا ہے۔ کیا تمہارے پاس فرعون اور ثمود کے لشکروں کی خبر آگئی۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ تکذیب میں مصروف ہیں اور اللہ اُن کا ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

بلکہ یہ بزرگ قرآن لوحِ محفوظ میں ہے **ف** یعنے وہ گروہ جنے زمین کا شگاف کیا یعنے گڑھے کھودے اور گڑھوں میں آگ روشن کی مومنین کے ایذا دینے کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کے اس واقعہ کی اس طرح خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مرد حبشی کو ملک حبش کی طرف رسول کر کے بھیجا ان لوگوں نے اس کا انکار کیا اور بعض حوارین رسول کو قتل کیا اور جو باقی رہے اُنہیں گرفتار کیا اور ایک مقام تیار کیا اور اس میں آگ بھر دی اور سب آدمیوں کو اُسکے گرد جمع کیا اور ان سب سے کہا کہ جو کوئی ہمارے دین پر ہے وہ ایک طرف کھڑا ہو اور جو اس رسول کا دین اختیار کرے وہ دوسری طرف کھڑا ہو جائے اور وہ گروہ جس نے رسول کا دین اختیار کیا ہے وہ اس آتش سوزاں میں گر پڑے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے تئیں آگ میں گرا وے۔ اُس وقت اہل ایمان ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں گرے ایک زن مومنہ تھی اور اُسکی گود میں ایک لڑکا تھا ایک ماہ کا۔ قریب آگ کے آئی۔ اور چاہا کہ آگ میں گرے۔ لیکن لڑکے کے خیال سے تامل کیا اور چاہا کہ پھر جائے اُس وقت اس طفل نے جو ایک ماہ کا تھا کہا کہ اے ماں کچھ خوف نکر اور اپنے کو اس آگ میں گرا دے کہ یہ مصیبت راہِ خدا میں بہت کم ہے۔ حق تعالیٰ نے اُس قوم ظلم پیشہ پر لعنت کی پس وہ خدائے بزرگ جو غالب ہے عذاب کرنے میں۔ اُسکے عذاب سے ڈرنا چاہیئے اور رحمت و ثواب کا اُس سے اُمید وار رہنا چاہیئے۔ اور وہ خدا کہ اُس ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ اور وہ خدا ہر چیز افعال و اقوال مومن و کافر وغیرہ کا گواہ ہے اور عالم ہے پس جو شخص ان صفات سے متصف ہو وہ لائق ہے اس بات کا کہ اُسپر ایمان لاویں۔ پس جسوقت مومنین کو اصحاب اخدود نے آگ میں ڈالدیا شعلہ آتش بلند ہوا چالیس گز تک اور اُن سب کو احاطہ کر لیا اور جلادیا جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور اعمالِ نیک بجالائے ہیں۔ مراد اس سے مومنین ہیں

جنہیں اخدود میں ڈال دیا تھا خاص اُنکے لئے ہے وہ باغ کہ اُنکے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پس جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ یہاں مراد کفار مکہ سے ہے کہ وہ تکذیب کرنے میں دلیر ہیں۔ یعنے وقوعِ روزِ قیامت اور جزا و سزا کا یقین نہیں کرتے۔ خداوند عالم اِن لوگوں کا احاطہ کرنے والا ہے اور وہ کسی طرح اسکے قبضۂ قدرت سے بھاگ نہیں سکتے۔ اور وہ قرآن بزرگ ہے اور یکتا ہے معجزہ ہونے میں۔

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ کا گذر ایک مرد پر ہوا کہ وہ نیزہ کو کاٹتا تھا جس سے قلم بناتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے نیزوں سے آواز سُنی کہ یا روح اللہ اس شخص کو منع کیجئے کہ یہ مجکو جڑ سے نہ کاٹے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تیرا کاٹنا اسپر مباح کیا ہے۔ تیری اِس میں کیا غرض ہے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ جڑ میری باقی رہے پیغمبر آخر الزماں کے وقت تک کہ مجھ سے قلم تراش کر قرآن کو مجھ سے لکھیں اور رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو کوئی ایک قلم تراشے قرآن کے لکھنے کے لئے خدا تعالیٰ اُسکو بہشت میں ایک درخت دیوے۔ (مذکورۂ بالا اصحاب اخدود کی حکایت میں نہ تو کسی پیغمبر کا نام اور نہ اُنکی اُمت کا کہ یہ لوگ کون تھے نیز کلام الٰہی میں انکے حالات کے ضمن میں اہلِ مکہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اِس لئے اس حکایت کو اسلامی دَور میں لے لیا ہے) **اے سعید** صبر کو اپنا شعار کر دنیا میں رنج و راحت دونوں ہیں۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

رنج و راحت گیتی مشو خندان مرنجان دل
کہ آئینِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

کیسا اِس اہم مسئلہ کو حل فرمایا ہے۔ یعنی جبتک انسان کا وجود عالم سراب میں قائم ہے غم و خوشی کا سنجوگ تقاضائے فطرت ہے۔ اِس لئے کہا گیا ہے کہ رنج و راحت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مگر ساتھ ہی جہان کو دار المحن سے بھی تعبیر کیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ چند روزہ زندگی بجز غم و الم کے اور کچھ نہیں۔ اگر دنیا میں رنج ہی رنج ہوتا تو شاید

اس وقت تک حضرت آدم کی اولاد کا سلسلہ کب کا منقطع ہو چکا ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ تین چیزیں شجر حیات کے لئے مثل گھن قرار دیگئی ہیں۔ اول بیکاری۔ دوئم فکر سوئم غم۔ غم کو خصوصیت کے ساتھ مضر مانا جاتا ہے۔ خیال کرو اگر دنیا دار المحن ہی ہوتی تو بیچارہ انسان ضعیف و ناتوان جسکی ہستی بحرِ دنیا میں ایک حباب کی مثال ہے۔ اسکی بساط ہی کیا تھی جو ان مصائب کا سامنا کرسکتا۔

ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا حباب نہ تھا　　　　　　　　　نبود و بود بشر کیا محیطِ عالم ہیں

مگر نہیں یہ امر اس حکیم علی الاطلاق کی حکمت کے خلاف ہوتا۔ لہذا اس نے غم کے ساتھ خوشی کو بھی برابر مقدار میں ملحق کر رکھا ہے۔ مگر چونکہ غم میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور تکلیف خواہ کتنی کم مقدار میں کیوں نہو بہت معلوم ہوتی ہے۔ برعکس اسکے خوشی میں چونکہ راحت کی آمیزش ہوتی ہے۔ اور راحت انسان کو غافل کر دیتی ہے لہذا اسکی میعاد ہمیشہ بادی النظر میں خفیف رہ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خوشی کی ساعت کو رنج کے مقابلہ میں ہیچ خیال کرنے لگتا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ دنیا دار المحن بنجاتی ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اِس چند روزہ زندگی میں کونسا رویہ اختیار کیا جائے جس سے رنج و راحت مساوی اثر ہو اور غلط فہمی رفع ہو جائے۔ شاید اسی خیال کو مدنظر رکھکر یورپ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جس کا مذہب ہے کہ رنج کی حالت میں رنجیدہ نہو۔ اور خوشی کے وقت اچھر نہ جائے۔ اِس طریقے پر وہ اپنی زندگی کے دن کاٹتے ہیں۔ مگر یہ بھی درست نہیں کہ دونوں حالتیں یکساں رہیں۔ بلکہ وہ رویہ ہو جس میں دونوں کا برابر احساس ہو۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ غم کے وقت انسان کو ہنسنا چاہیئے۔ بالفاظ دیگر غم کے وقت چین کی گھڑی کا خیال رہے اور خوشی کے وقت رنج کی آمد کا انتظار کیونکہ غم خوشی کا پیش خیمہ ہے اور خوشی غم کی نقیب ہے۔ یعنی خوشی اِس امر کی بشارت دیتی ہے کہ میرے بعد غم کی سواری آرہی ہے۔ لہذا اس طریقہ پر کاربند ہونے سے یقیناً

دونوں وقت مساوی ہوجاوینگے اور دنیا عمکدہ نہ کہلاویگی۔ بلکہ رنج وراحت کا مرکب ہوجاویگا جو ہر صورت میں قابل برداشت ہوگا

جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گذار دے   دل دے تو اس طرح کا پروردگار دے

اور اللہ تعالیٰ رنج وراحت دیکر اپنے بندوں کی آزمایش کرتا ہے۔ چنانچہ پ البقر (۱۹) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ تک۔ اور البتہ ہم آزما وینگے تم کو تھوڑے ڈر سے اوبھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں سے اور خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو **ف** پہلے تو انکا ذکر تھا جنھوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنے شہدا ارباب۔ اب فرماتے ہیں کہ تمہارا علی العموم تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً صبر کا امتحان لیا جاویگا۔ اور تمہارے صبر کو دیکھا جاویگا۔ صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں۔ اسواسطے پہلے سے متنبہ فرمایا یعنے جن لوگوں نے اِن مصائب پر صبر کیا اور کفران نعمت نہ کیا۔ اِن مصائب کو وسیلہ ذکر وشکر بنایا تو انکو اے پیغمبر ہماری طرف سے بشارت سُنادو۔

نقل ہے ام ابان رضؓ۔ آپ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور بڑی دلاور جنگجو بہادر تیر اندازی میں یگانۂ روزگار صحابیہ تھیں۔ جنگ مشہور ۱۴ھ میں جنگ انطاکیہ ۱۶ھ میں جنگ اجنادین میں شریک تھیں۔ موخر الذکر جنگ کے دن ہی آپ کی شادی ابان بن سعید بن عاص سے ہوئی۔ مگر چند ہی روز کے بعد آپ کا خاوند جنگ دمشق میں جنرل توما ایک رومی کا جنرل کا تیر لگنے سے شہید ہوگیا۔ جسکے باعث آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ اور آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنے خاوند کا بدلہ اس ظالم کافر سے لیکر ہونگی غصہ میں بھر گئیں۔ چنانچہ رومی جنرل توما جبکہ اپنی بیشمار فوج سے گھرا ہوا میدانِ کارزار میں نکلا تو ام ابان رضؓ نے دور سے تیر کا ایسا نشانہ مارا کہ جنرل توما کی آنکھ میں

میں جا لگا۔ اور وہ سخت بیتاب ہو کر میدان کارزار سے بھاگا۔ مگر اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے لیا۔ ایسے گون کے بارے میں پ البقر (۱۲۱) اُولٰئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡھُدٰی سے النَّارِ تک یہی ہیں جنہوں نے خرید اگمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے سو کسقدر صبر کرنے والے ہیں وہ دوزخ پر **ف** یعنی وہ لوگ ہیں ایسی قابل کہ اُنہوں نے خود سرمایہ نجات کو غارت کیا اور گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند کیا اور اسباب مغفرت کو چھوڑ کر اسباب عذاب کو منظور فرمایا یعنی اپنی خوشی سے موجباتِ دخولِ نار کو اختیار کرتے ہیں۔ گویا کہ آگ اُنکو نہایت مرغوب ہے کہ اپنی جان و مال کے بدلے اُسکو خرید رہے ہیں۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ عذاب نار پر صبر کرنا کیسا ہے۔

اُم ابان رضؓ نے جو غصہ کیا وہ نہایت محمود تھا۔ **آے سعید** غصہ کو تو سب ہی بُرا کہتے ہیں لیکن یہ ایسا جذبہ نہیں ہے کہ جس میں سراسر بُرائی ہی ہو۔ جہاں اسکے ذریعہ بیشمار بُرائیاں ظہور میں آتی ہیں۔ وہاں بے شمار مثالوں میں اسکی بنیاد بہت نیک جذبے پر بھی ہوتی ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر انسان میں غصّہ[1] نہو تو دنیا سے ترقی بہت کچھ اُٹھ جائے۔ جوش اور ولولے مٹ جائیں۔ اور وہ ترقی جو انسان کو دنیا میں اسکی بدولت آج نصیب ہے نام و نشان کو بھی نہ رہے۔ اُمنگ نے قوموں کے دلوں میں آگ دہکا رکھی ہے۔ اور وہی انھیں ترقی کے میدان میں چھلانگوں کی رفتار سے آگے بڑھا رہی ہے۔ اگر انسان میں قوتِ غضبی نہو وہ انتہا درجہ کا بیغیرت ہو جاوے اور اُسے اپنی عزت کا بالکل خیال نہ رہے وہ بیحیائی پر کمر باندھ لے۔ درندے اِسے کھالیں۔ دشمن پامال کر ڈالیں اور وہ

---

[1] غصہ کی بابت ہماری کتاب آثار سعید میں بھی مفید بیان ہے ناظرین وہاں بھی دیکھیں۔

لش سے مس نہ ہو۔ اُسکی زندگی خوار ہو جائے۔ غرض یہ کہ غصے کے ہونے سے زندگی کے کاروبار میں خلل پڑ جائے۔ ہاں اسے قابو میں رکھنا اور اس سے ٹھیک موقعہ پر کام لینا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ اس غضب کا جذبہ ہے کہ جب ایک دفعہ حرکت میں آجائے تو انسان انسان نہیں رہتا۔ اسپر ایک جن یا ایک بھوت سوار ہو جاتا ہے اور اس جنون میں وہ افعال کر گذرتا ہے کہ اصلی حالت میں اُنکے خیال سے کانپ اُٹھے۔ جب انسان پر قوت غضبی اپنا تسلط کر لیتی ہے تو پھر اُسکے ہوش وحواس گم۔ آنکھوں سے شرارے۔ منہ سے کف۔ زبان بے قابو۔ ہاتھ پاؤں میں کپکپی ہونے لگتی ہے۔ کسی پر بس نہ چلے تو اپنی بوٹیاں آپ نوچنے لگتا ہے۔ دو ہتڑ مارتا ہے۔ کپڑے پھاڑتا ہے۔ اُسکی صورت اِس حالت میں دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

اے سعید اِس کا ہونا بھی بُرا اور نہ ہونا بھی بُرا۔ پھر کیا کرنا چاہیئے۔ اِس غصہ کے جوش کو ٹھنڈے پانی سے سمولو تو نتیجہ اعتدال نکلا نہ زیادہ گرم نہ بالکل ٹھنڈا۔ یعنی نہ اسقدر ٹھنڈا ہی ہو جانا چاہیئے کہ جہاں غصہ کی ضرورت ہو وہاں بھی خوش مزاجی دکھائی جائے۔ نہ اسقدر غصیل ہونا مناسب ہے کہ جہاں چھٹانک بھر غصہ کی ضرورت ہو وہاں من بھر غصہ ظاہر کیا جائے۔ بڑی بات یہ ہے کہ جب غصے کی آگ بھڑک اُٹھے تو جس طرح ہو اُسے مناسب حد کے اندر رکھیں۔ یہ اگرچہ مشکل بات ہے مگر ہمت کے آگے کچھ مشکل بات نہیں۔ غصے کے وقت اِس بات کو سوچیں کہ یہ وہی بھوت ہے کہ جس کا قابو کرنا بڑی بہادری سمجھا جاتا ہے۔ اور خود اسکے قابو میں آجانا ذلیل غلامی ہے۔ اُس وقت دل کو سخت کرو اور زور لگاؤ کہ وہ تمہیں اپنا غلام نہ بنا سکے۔ جہاں ایک دو دفعہ ایسے مشکل موقعوں پر فتح پائی۔ تمہارے مزاج کی نیکی کا سکہ بیٹھا۔ اور تم اِس شیطان کی غلامی سے آزاد ہوئے۔

نقل ہے اسمار رضی اللہ آپ مدینہ منورہ کی رہنے والی ایک بڑی بہادر اور جانباز صحابیہ

تھیں۔ کئی جنگوں میں شامل ہونے کے علاوہ آپ نے جنگ یرموک میں اِس بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا کہ باوجود بے سروسامانی کے صرف ایک لکڑی کے ڈنڈے سے ۹ کفار کو جہنم واصل کر دیا۔ جن بزرگواروں کی مستورات کے استقلال اور صبر کا یہ عالم تھا وہ کیوں نہ دنیا کے سردار بنتے۔ اور ہے بھی یوں کہ صبر واستقلال اُنکے حصّہ میں آگیا تھا۔ اور اللہ کی مدد اِنکے ساتھ تھی۔ قرآن شریف میں پ البقرہ (۳) وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

نقل ہے حمنہ رضؓ آپ کفار مکہ کے ایک قریشی رئیس کی لونڈی تھیں۔ آنحضرتؐ نے جب دعویٰ نبوت کیا تو آپ نے اوائل ہی میں اسلام قبول کر لیا۔ یہ سنکر اُنکا آقا اُنکو سخت اذیتیں دینے لگا۔ مگر آپکے قدم ثبات کو ذرا جنبش نہ آئی۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ کو جب آپکے حالِ زار کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے زرِ فدیہ ادا کر کے اُس کافر رئیس سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اللہ پاک کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور صبر کرنیوالوں کی تعریف میں پ العمران (۲) اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ سے اَلْحَکِیْمُ تک۔ وہ صبر کرنیوالے ہیں اور سچے اور حکم بجا لانے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں۔ اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی کہ یقیناً اُسکے سوائے کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ اور تمام فرشتے اور صاحبانِ علم نے جو انصاف پر تلے ہوئے ہیں (ایسا ہی کیا) اُس زبردست حکمت والے خدا کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں۔

ف اَلصّٰبِرِیْنَ یہ پرہیزگار جملہ واجبات اور مستحب کے ادا کرنے پر صابر ہیں۔ محرمات شرعی کے پاس نہیں پھٹکتے۔ اور جملہ مصائب پر صبر کرنے والے ہیں وَالصّٰدِقِیْنَ اور سچ بولنے والے ہیں **حدیث** شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص سچ بولنے کی عادت کرتا ہے تو راست گو مشہور ہوتا ہے اور اُس کا نام صدیقین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص جھوٹ بولنے کی عادت ڈالتا ہے تو برعکس اسکے وَالْقٰنِتِیْنَ اور یہ پرہیزگار لوگ ظاہرًا

باطن میں خدا کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں وَالْمُنْفِقِیْنَ اور پرہیزگار مال حلال سے جملہ مستحقوں پر خرچ کرتے ہیں۔ طاعت اور اطاعت کے ارادے پر حدیث شریف میں وارد ہے کہ آفتاب کے دونوں طرف فرشتے ہیں وہ دعا کیا کرتے ہیں کہ خداوندا خرچ کرنے والے کو عوض دے اور بخیل کا مال برباد کردے وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ اور بخشش چاہنے والے ہیں یہ لوگ خدا سے اپنے گناہوں کی سبالاسحار صبح کے وقت یعنی صبح صادق سے پہلے اور یہ وقت تہجد کی نماز کا ہے اور دعا کے قبول ہونیکا وقت ہے کیونکہ اس وقت میں نفس مطمئن ہوتا ہے۔ دنیا کے کاروبار سے آزادی ہوتی ہے آرام سے نیند آتی ہے۔ اس وقت کی نیند کے مقابلہ میں ہر شخص جملہ آسائش کو ہیچ سمجھتا ہے اگر ایسے خوش آیندہ وقت میں کوئی شخص خواب راحت کو چھوڑ کر خدا کی عبادت کرے تو ضرور تعریف کی بات ہے اور اسی لئے اُس وقت میں دعائیں قبول ہوتی ہیں حدیث شریف میں وارد ہے کہ خداوند تعالیٰ تین آوازیں دوست رکھتا ہے اوّل مرغ کی بانگ دوم قاری قرآن، سوم استغفار کرنیوالی کی آواز جو اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے صبح کے وقت ابی عبداللہ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح کیوقت ستر بار استغفار کرے وہ اس آیت کا اہل ہے۔ اور بعض کا قول ہے مستغفرین سے مراد صبح کی نماز پڑھنے والے ہیں اور منقول ہے کہ دو نصرانی عالم شام کے مدینہ میں آئے اور خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علامات نبوت دیکھ کر انہوں نے پہچان لیا اور کہنے لگے ہمکو آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے اگر آپ اس کا ٹھیک جواب دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کہو وہ کونسا سوال ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ فرمایئے سب سے زیادہ بزرگ کلمہ اور سب سے زیادہ سچی شہادت خدا کے کلام میں کونسی ہے اسپر یہ آیت نازل ہوئی شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ گواہی دی خدا نے یعنی خدا نے واضح دلیلیں اور اس قسم کی آیتیں جو وحدانیت پر مبنی تھیں نازل کر کے ظاہر کیا کہ بیشک اس کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ اور فرشتوں نے بھی

گواہی دی اسکی وحدانیت پر اور صاحبانِ علم نے بھی جنھوں نے قدرت کے عجائب غرائب دیکھ کر اپنے علم سے جانا کہ اِن سب کا آفریدگار برحق اکیلا خدا ہے۔ پھر سچّے دل سے مان لیا اور زبان سے اقرار کیا تاکہ اوروں کو بھی حجت ہو اے سعید نماز تہجد پہلے فرض تھی۔ تمام رات عبادت میں گذارتے تھے اور بہت سے صحابہ قیام شب کی وجہ سے زرد ہوگئے اور دن کو معاش کا کام جو کچھ کرتے تھے اُس سے بالکل ضعیف ہوگئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں فضل کیا حکم پہنچا رات کا جاگنا تم پر شاق ہو اسلئے ہم آسانی چاہتے ہیں۔ نہ کہ دشواری۔ ترجمہ قرآن کی آیت کا ہے۔ اللہ چاہتا ہے تمہارے ساتھ آسانی۔ دن میں ہماری عبادت کیا کرو۔ آنحضرت اِس حکم سے غمناک ہوئے۔ حکم ہوا اے محمد غمگین مت ہو جو کوئی آپکی اُمت میں سے آدھی رات میں دو رکعت نماز پڑھے گا اُسکے نامۂ اعمال میں عبادت جن و انس کی لکھونگا۔ اور جسکو تہجد کے بارہ میں زیادہ دیکھنا ہو۔ وہ ہماری کتاب آثار سعید کو دیکھیں۔

نقل ہے خزانہ رض جو بڑی صابرہ اور جہاد میں ثابت قدم صحابیہ تھیں عراق کی اکثر لڑائیوں میں مجاہدین کے ہمراہ رہیں انکے والد کا نام خالد بن جعفر بن قرط تھا انہیں شعر گوئی کا خاصہ ملکہ تھا چنانچہ واقدی میں انکا ایک مرثیہ شہدائے عراق کے بارے میں درج ہے۔ یہ عورت ہو کے ایسی صابرہ تھیں تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرتی تھیں۔ صابرہ و صابرین کی مدح میں پ۴ العمران (۱۵) فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ط وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ تک اور اللہ کی راہ میں جو بھی ان پر پڑی اِنکے تیور نہ بدلے اور نہ انکا حوصلہ پست ہوا۔ اور نہ انہوں نے ڈھیلا پن ظاہر کیا۔ اور اللہ کو ثابت قدم رہنے والوں سے محبت ہے **ف** اللہ کی راہ میں جو بھی پہنچیں اُنکو تکلیفیں۔ اور نہ تھکے وہ لوگ بہت لڑنے سے یا یہ کہ دینی حمیت سے سست نہ ہوئے اور نہ عاجزی ظاہر کی ان لوگوں نے دشمنوں کے روبرو بلکہ لڑائی میں ثابت قدم رہے جوانمردی کے جوہر دکھاتے رہے یہانتک کہ فتح پائی

خدا دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو یعنی جو لوگ جہاد میں بے سرو سامانی۔ اپنی کمی اور دشمنوں کی فراوانی پر خیال نہیں کرتے۔ بلکہ جسم وجان کو خدا پر چھوڑ دیتے اور جہاد میں جان لڑا دیتے ہیں اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔

نقل ہے حضرت معاذہ آپ قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتی تھیں اور آپکی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ بڑی صابرہ جہاد کے موقع پر پائی گئیں اور آپ اکثر غزوات میں شریک رہیں اور خدا کی راہ میں لڑنے والوں کے زخموں میں مرہم پٹی کرنے میں آپ تن و من سے مصروف رہتی تھیں اور آپ بہت پرہیزگار صحابیہ ہوگذری ہیں۔ اور آپنے آنحضرت کی صحبت سے حصہ لیا تھا۔ ایسی ہمت والوں اور ہمت والیوں کی شان میں پ۴ العمران (۱۹) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ رکوع۔ اور اگر تم صبر کئے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک یہ ہمت کا کام ہے **ف** حضرت علی نے کہا ہے کہ صبر کی نسبت ایمان سے ایسی ہے جیسے تن کی سر سے جس میں صبر کی صفت نہو وہ ایمان سے بے نصیب ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ صبر ایک خزانہ ہے بہشت کے خزانوں میں سے اگر صبر آدمی کو ہوتا ہے تو سخی جوانمرد ہوتا ہے اور اسی معنوں میں کلام مجید میں دوسری جگہ آیا ہے پ۴ العمران (۲۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اے مسلمانوں صبر کرو اور صبر میں (اپنے دشمنوں پر غالب آؤ اور ان سے زیادہ صبر کرو) اور مورچہ پر جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اسلئے کہ مراد کو پہنچو جنت اور مغفرت تم کو نصیب ہو **ف** کافروں کی ایذا دہی پر یا اپنے دین پر یا خدا کے حکم پر یا بلا پر یا فرض ادا کرنے پر یا قرآن پڑھنے یا قرآن و حدیث پر پیروی کرنے پر صبر کرو اور ہمیشہ جہاد کے لئے مستعد رہو اور سامان جنگ تیار رکھو۔

نقل ہے حضرت نہدیہ آپ مکہ کے رئیس کی جو قبیلہ بنی عبدالدار سے تعلق رکھتا تھا خادمہ تھیں اور باوجود آپنے آقاؤں کے مخالف اسلام ہونے کے آپ ہجرت سے پہلے ہی

مسلمان ہوگئی تھیں جسکے باعث کفار نے آپ کو بہت بہت دکھ دیئے۔ اور ناقابل برداشت سزائیں دیں مگر آپ اسلام کی خاطر صبر و شکیبائی کرتی رہیں آپنے اسلام سے منہ نہ موڑا اور اخیر وقت تک ثابت قدم رہیں۔ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ارشاد باریتعالی ہے کہ کفار کا اذیت دینا یہ نئی بات نہیں اور اولوالعظم انبیاء کو یہ کفار تکلیف دیتے رہے آپ بھی صبر کیجیے پ الانعام (۴) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا تک اور تجھ سے پہلے بہت پیغمبر جھٹلائے جاچکے ہیں پھر انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر صبر کیا۔ یہانتک کہ ہماری مدد انکے پاس آپہنچی۔

نقل ہے ام ابان رض جنگ یرموک میں شریک ہونیوالی صحابیہ عورتوں میں سے ایک ام ابان بھی تھیں جو ایک نیک سیرت صحابیہ حضرت کرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھیں۔ جب اسی جنگ میں انکے خاوند حضرت کرمہ شہید ہوگئے تب بھی اس جلیل القدر خادم اسلام صحابیہ نے ہمت نہ ہاری بلکہ اور جوش و خروش سے حملہ کرکے اپنے شہید خاوند کا بدلہ لے لیا۔ جب اللہ تعالی نے اسلام کو ایسے مرد اور ایسی عورتیں دیرکھی تھیں جو محض اسلام کی خاطر جانوں کو کچھ نہ سمجھتے تھے تو کیوں نہ دنیا انکا سکہ مانتی۔ یا اللہ ہمکو انکی پیروی نصیب کر۔ قرآن شریف میں یہ دعا ہے پ۹ الاعراف (۱۴) رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ تک۔ اے مالک ہمارے ہمکو صبر عنایت فرمایا اور مسلمانی پر دنیا سے اٹھا ف یہ دعا مشرف باسلام ہوکر جادوگروں فرعونی کی اور اللہ نے بھی انکو نیک توفیق دی کہ انکے دل میں ایمان سمایا بھی ایسا کہ جان تک کی پروا نکی قتل ہوگئے اور ایمان پر قائم رہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صبح کو جادوگر تھے۔ شام کو شہیدوں میں داخل ہوکر بڑے مراتب پر فائز ہوئے۔ کہ نہ مکلف شرع ہوئے نہ احکامات الہی کے مرتکب ہوئے۔ شہداؤں میں داخل ہوکر وارث جنت ہوئے بلا مشقت کے۔

اے سعید ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں سونے کے جواہر سے جڑے پہلے دروازے پر لا اِلٰہ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ لکھا ہے وہ پیغمبر ولی و شہید

اور جنتیوں کا دروازہ ہے۔ دوسرا نمازیوں کا جو نماز اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ اور تیسرا زکوۃ دینے والوں کا جو خوشی سے زکوۃ دیتے ہیں۔ چوتھا جو خلق کو نیک کام سکھاتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع فرماتے ہیں۔ اور پانچواں اُن لوگوں کا جو ظلم اور شہوت سے باز رہتے ہیں۔ اور چھٹا حاجیوں کا اور ساتواں جہاد کرنے والوں کا۔ آٹھواں اُن لوگوں جو حرام سے آنکھیں چھپاتے ہیں اور ماں باپ کے ساتھ اور ناطے والوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔

نقل ہے۔ حضرت اُمیہ آپ قبیلۂ غفاریہ سے ایک نامور صحابیہ تھیں غزوہ خیبر کے دن آپ نے وہ صبر و استقلال سے کام لیا کہ اپنی چند ہمجولیوں سمیت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ حضور ہمیں بھی میدانِ جنگ میں جاکر مجاہدین کی امداد اور زخمیوں کے علاج معالجہ کی اجازت عطا فرماویں کہ ہم بھی اطاعت اللہ و رسول کی بجالاویں جس پر آنحضرت نے بہت خوشنودی ظاہر فرمائی اور آپ بالاتفاق معہ اپنی کثیر تعداد ہمجولیوں کے شریک جہاد ہوئیں اور بہت امداد دی۔ یہ عورتیں ہوکر جہاد میں شریک ہوتی تھیں۔ طاعت اللہ و رسول میں سرگرم تھیں خدا ہمکو بھی اُنکی پیروی نصیب کرے کہ اللہ اور رسول کا کہا مانیں جیسا کہ ارشادِ ربی ہے پ۱۰ الانفال (۶) وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ تک اور اللہ تعالیٰ اور رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نکرو (اگر کروگے) تو بودے بنجاؤگے اور تمہاری ہوا جاتی رہیگی اور صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (یعنی مدد اُسکی ساتھ ہے) **ف** تمہاری ہوا جاتی رہیگی یعنی تمہاری عزت و ساکھ اور دولت بگڑ جاویگی۔ تمہارے دشمن تم پر غالب ہوجاوینگے پھوٹ اور اختلاف کا یہی نتیجہ ہے۔ سبحان اللہ اگر مسلمان اب بھی قرآن پر چلیں اور اُسکو اپنا دستور العمل بنا دیں تو قوم اُنکا جہاز جو افلاس اور محتاجی اور تباہی کے بھنور میں ڈوب رہا ہے بچ جائے۔ اے سعید اتفاق اچھا ہے اور نفاق بُرا ہے اتفاق میں جو راحت اور خوشی ہوتی ہے وہ نااتفاقی میں ہرگز نہیں ہوسکتی۔ جن دو دلوں میں اتفاق

ہوتا ہے انکی زندگی کیسی خوشی اور آرام سے بسر ہوتی ہے برخلاف اسکے نااتفاقی میں
ہزاروں ہی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اصلی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوتی ذرا ذرا سی
باتوں میں آئے دن جھگڑے اور فساد قائم ہوتے رہتے ہیں جن سے زندگی تلخ اور جینا
وبال جان ہو جاتا ہے اس حالت میں خوشی میں بھی کوئی لطف نہیں آتا ۔

نقل ہے کہ سبیعہ رضہ یہ شریف زادی عرب کے مشہور قبیلہ بنی عابد سے تعلق رکھتی تھی اول
اسلام میں مسلمان ہوگئی تھیں عہد جاہلیت کی پرانی خرابیاں اپنا اثر کرنے سے نہ رہیں ۹ھ
میں اس سے ایک ایسا گناہ سرزد ہوا جسکی سزا سنگساری تھی۔ چونکہ نور اسلام گھر کر چکا تھا اسلئے
باوجودیکہ گناہ خفیہ صادر ہوا تھا اور کسی دوسرے کو اس کا علم نہ تھا۔ اِس نیک عورت نے صبر نکیا
کہ خدا کے حضورؐ میں ایسی حالت میں جائے۔ اُس نے رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوکر
اپنا گناہ بیان کردیا اور سزا کی خواستگار ہوئی۔ آنحضورؐ نے اُس سے گواہ مانگے۔ آپنے کہا
کہ گواہ کوئی نہیں۔ آنحضرتؐ نے اُسے توبہ واستغفار کی تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ تیرا گناہ
معاف کردیگا۔ مگر اُسنے عذاب آخرت پر صبر نکر کے زیادہ اصرار کیا۔ اسپر رسول کریمؐ نے فرمایا
کہ چونکہ تو حاملہ ہے بعد وضع حمل یہ سزا دیجاویگی۔ کچھ عرصہ بعد جب بچہ پیدا ہو گیا تو پھر خدائے
عالم کے عذاب پر صبر نکر کے سزا کی طالب ہوئی۔ مگر رحمۃ العلمین نے فرمایا کہ جبتک بچہ دودھ
نہ چھوڑدے جبتک سزا سے معذور ہے۔ مگر یہ خاتون سزائے آخرت پر ایسا پختہ ایمان رکھتی تھی کہ کچھ
عرصہ کے بعد پھر اپنے بچے کو ہمراہ لیکر آئی جو دودھ چھوڑ چکا تھا۔ اور جسکے ہاتھ میں روٹی کا
ایک ٹکڑا تھا محبت مادری پر لات مار کر اور دنیاوی تعلق کو قطع کر کے پھر سزا کی خواستگار
ہوئی۔ آخر حضور اکرم نے اُسکے بچہ کو اُس سے علیحدہ کر کے سنگساری کا حکم دیدیا اور یہ بیوی
خوش و خورم سزا بھگتے بھگتے فوت ہوگئی۔ ایک آج کا زمانہ ہے کہ ایسی برائیوں کی پرواہ تک
نہیں کیجاتی اور خدا و رسولؐ کے احکام کو بالائے طاق رکھکر جو دل میں آیا کر گذرے۔ اللہ
تعالیٰ کا حکم ہے اپنے نبی کریم کو جو وحی تیری طرف آتی ہے اُسپر چل اس میں کسی کی رو رعایت

نکا اور صاف حکم دیتے رہتے پ۱۱ یونس (۱۱) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ یعنی اور تیری طرف جو وحی آتی ہے اُسپر چلتا رہ اور صبر کر یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے اور اللہ تعالیٰ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کافروں کی ایذادہی پر صبر کیا یہانتک کہ آپ مدینہ میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے جہاد کا حکم اُترا اور اسلام کو عزت دی

نقل ہے اُروی رضہ ایک بڑی صاف گو صابرہ صحابیہ تھیں۔ حارث بن عبدالمطلب کی بیٹی۔ اور حضرت معاویہ رضہ کی خلافت کے زمانہ میں بہت بڑی عمر رسیدہ تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب اُنہوں نے ملاقات کی تو اُنہیں بہت کچھ بہتہ کی سُنائیں۔ جب معاویہ نے دریافت کیا کچھ حاجت ہے۔ فرمایا نہیں مجھے تجھ سے کچھ حاجت نہیں اور وہاں سے چلدیں۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے صبر کا اجر ضائع نہیں کرتا اُسپر بھروسہ کیے تھیں قرآن شریف میں اس بارہ میں یہ آیت ہے پ۱۳ یوسف (۱۰) إِنَّهُ مَن يَتَّقِ سے الْمُحْسِنِينَ تک جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں کا حق برباد نہیں کرتا

نقل ہے کہ ایک عورت صالحہ نے تنور سُلگایا اور پھر نماز کی نیت باندھی خیال یہ تھا کہ نماز پڑھکر روٹی پکالونگی۔ اس عورت کا دو ڈھائی برس کا بچہ گھر میں کھیلتا پھرتا تھا شیطان لعین نے اُس بچہ کو تنور کے قریب پہنچا کر ماں کے پاس آیا اور یہ کہا دیکھ تیرا بچہ تنور کے پاس چلا گیا نماز توڑدے اور بچہ کو سنبھال لے ایسا نہو کہ وہ گر کر جل جائے۔ عورت نے اصلا خیال نہ کیا۔ بدستور اسی طرح نماز میں مشغول رہی شیطان بہت غصہ ہوا۔ اور بہت جلد بچہ کو اُٹھا کر جھٹ سے تنور میں پھینکدیا۔ اب عورت سے کہا تو نماز پڑھے جا تیرا بچہ تنور میں گر گیا۔ جلدی دوڑ۔ شاید ابھی بچایا جاسکتا ہو المجائے۔ اے عورت تو نماز پھر بھی پڑھ سکتی ہے۔ مگر بچہ مر گیا تو پھر نصیب نہوگا اتنا کچھ شیطان نے کہا مگر اس عورت کو ذرہ برابر نماز میں کوئی بات لغزش کی پیدا نہ ہوئی۔ اسی طرح محو ہو کر نماز بدستور پڑھتی رہی۔ شیطان عورت کی ثابت قدمی اور صبر و استقلال دیکھکر

جل بھنکر چلا گیا جب وہ عورت نماز سے فارغ ہوئی۔ نہایت اطمینان کے ساتھ تنور کے
پاس آئی دیکھا کہ بچہ تنور میں زندہ سلامت بیٹھا ہے آگ بھڑک رہی ہے۔ بچہ انگاروں سے
کھیل رہا ہے ایک انگارا بچہ نے اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا ہے۔ وہ انگارا ٹھنڈا یاقوت بن
گیا ہے۔ سچ ہے جو اللہ کا ہو گیا سب کچھ اُس کا ہو گیا۔ یہ عورت مردوں سے فوقیت لیگئی
بہتر وہ ہے جو خدا کی مرضی پر چلے خواہ مرد ہو یا عورت ؎

پڑھتے ہیں خوف حق سے جو باچشم تر نماز اُنکے لئے بجھائیگی نار سقر نماز

اور صبر کرنے میں خواہ مرد ہو خواہ عورت اُنکو اجر اُنکے صبر کا ملیگا پ۲۲ الاحزاب (۵) وَالصّٰبِرِيْنَ
وَالصّٰبِرٰتِ سے اَجْرًا عَظِيْمًا تک او صبر کرنے والے مرد او صبر کرنے والی عورتیں۔ اور
اللہ سے ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں۔ اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات
کرنے والی عورتیں۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی
شرمگاہوں کو گناہ سے بچانے والے مرد اور بچانیوالی عورتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنیوالے
مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں۔ اِن سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش اور بڑا ثواب
تیار کر رکھا ہے ف اور وہ ہر ایک کو اسکا بدلہ دیگا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا ہے منع امور سے اور بجالانا کسی فرض کا
اور چھوڑ دینا کسی معصیت کا بغیر صبر کے ممکن نہیں۔ مثلاً نماز پڑھتا ہے تو نماز میں کسی
طرف نہ دیکھے اور کسی چیز کا خیال نکرے اور ادھر اُدھر کے دیکھنے سے صبر کرے اور جو بڑا
درجہ ہے تقرب کا اُسکو صبر پر موقوف رکھا ہے۔ اور صابرین کو ثواب بیحساب دیگا۔ اور
صبر تین طور پر ہے۔ پہلا وہ جو طاعت میں ہے اُسکے ثواب کے تین سو درجے ہیں۔
دوسرا صبر جو حرام چیزوں سے کرے اُسکے ثواب کے چھ سو درجے ہیں۔ اور تیسرا درجہ وہ
ہے کہ معصیت میں کرے اور اُسکے ثواب کے نو سو درجے ہیں۔ اور بلا پر صبر کرنا صدیقوں
کا کام ہے اِس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات میں فرمایا ہے کہ خداوندا ہمکو

اتنا صبر و یقین دے کہ دنیا کی مصیبتوں کا سہنا ہمپر آسان ہو۔ حقتعالی نے کہا ہے جس بندے پر میں نے کوئی بیماری نازل کی وہ اُسپر صابر رہا اور لوگوں میں گلا نہیں کیا۔ اُسکو صحت دیکر اول سے بہتر توانا اور قوی کرونگا۔ اور اگر دنیا سے لیجاؤں اپنی رحمت کے سایہ میں لیجاؤنگا۔ اور داؤد علیہ السلام نے حقتعالی سے پوچھا بارخدایا جزا اُس شخص کی جو مصیبت میں تیرے واسطے صبر کرے کیا ہے؟ فرمایا کہ اُسکو بخشدونگا۔ اور اپنے دیدار سے ہمیشہ ہمیشہ کو مشرف کرونگا۔ اور اللہ دوست رکھتا ہے اُنکو جو ایمان لائے ؏

نظم۔ فرمان بردار بیوی

اے رازدانِ شوہر اے راز دار بیوی — بے عذر صاف باطن اے تابعدار بیوی
دانا فہیم عاقل اے ہوشیار بیوی — باشرم بالیاقت بااعتبار بیوی
اے غمگسار بیوی اے جان نثار بیوی

قسمت سے تو ملی ہے اے واہ میری قسمت — فضلِ خدا تھا مجھپر۔ اللہ کی تھی رحمت
سنتا تھا میں کہ شادی ہوتی ہے ایک زحمت — کچھ اور کہہ رہی ہے لیکن تری طبیعت
عفت مآب بیوی اے باوقار بیوی

تو ہے رفیق میری مونس انیس ہمدم — دل کو ترے ہے صدمہ مجھکو اگر ہوا غم
تو پھوٹ پھوٹ روئی کیسی ہوئی تھی بیدم — دیکھی جو تو نے میری کملائے چشمِ پرنم
ہمدرد با محبت اے غمگسار بیوی

جلتے تھے شمع ساں ہم جب سوزشِ الم میں — دل پھنک رہا تھا اپنا ہر وقت جبکہ غم میں
آتے تھے گرم آنسو جب اپنی چشمِ نم میں — اُسوقت بات اچھی کیا تو نے پائی ہم میں
صدقے ہوئی جو بڑھ کر پروانہ وار بیوی

رہنا ہے ساتھ تیرے مجھکو اگر دل آرا — تجھکو بھی ساتھ میرے کرنا ہے اب گذارا
تو دل سے مجھکو پیاری میں دل سے تجکو پیارا — دونوں طرف سے کہدے آنکھوں کا یہ اشارا

میں جاں نثار شوہر تو جاں نثار بیوی

وہ میں مریض ہی ہوں وہ بستر علالت — ہاں دیکھ لی بیبیوں نے سو وقت میری الفت
کاٹے نہیں تھی کٹتی راتوں کی جب مصیبت — کروٹیں تھی پریشاں جب مجکو دل کی کلفت

بالیں پہ کون تھا تب؟ تو جاں نثار بیوی

بے فائدہ بھی تجھ سے میں ہو گیا خفا گر — تصویر بن گئی تو۔ بت بن گئی سراسر
دیکھا نہ میری جانب ہو دکھ سے سر اٹھا کر — بہری بنی۔ تو گونگی۔ لائی نہ کچھ زباں پر

مجکو رولا گیا پھر یہ انکسار بیوی

گھر پر ہوا نہ اُس دن افسوس میرا آنا — اونگا یا نہیں میں۔ تیرا نہیں تھا جانا
بیٹھی رہی لئے تو شب بھر وہ حیف کھانا — منہ تک نہ لیگئی تو اپنے بھی ایک دانا

کرتی رہی صبح تک تو انتظار بیوی

خوش خو ہے خوش سلیقہ خوش انتظام ہی تو — مصروف خانہ داری ہر صبح و شام ہی تو
بچوں کے پیچھے پیچھے گھر خوشخرام ہے تو — اُنکی زباں میں اُنسے پھر ہم کلام ہے تو

آرام کا ہے تجھپر دار و مدار بیوی

ہو خوش سلیقہ یارب گھر میں جو آئے بیگم — ہو تند خو کسی کی خالق کرے نہ بیگم
شادی نہیں وگرنہ پردے میں ہی چھپا غم — دنیا میں ہی با تسلط خاوند کو جہنم

بخشے تو نیک بخشے پروردگار بیوی

نقل ہے حضرت عمر رضؓ کی خادمہ اوائل اسلام میں جبکہ حضرت عمرؓ ابھی مسلمان نہوئے تھے آپ مسلمان ہوگئی تھیں اسی باعث حضرت عمرؓ بیچاری کو سخت ایذا دیا کرتے تھے اور وہ صبر کرتی تھیں۔ باوجود سخت مصائب کرنے کے یہ عفیفہ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں۔ آخر حضرت عمرؓ بھی مسلمان ہوگئے اور لینے کئے پر بہت ہی پشیمان ہوئے اور صبر کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے پ ۲۱ الروم (۶) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

سے یٔوُ قِنوُنَ تک (اے پیغمبر صبر کیئے رہو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے (ایک روز ضرور تمکو غلبہ ہوگا) اور کہیں ایسا نہ ہو یہ بے ایمان لوگ تجھکو بے صبر بنا دیں۔ آنحضرت کا صبر یہ رنگ لایا کہ حضرت عمر رضہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ اس مقام پر آپکے اسلام لانیکا ذکر آگیا ہے اس لیئے اس واقعہ کو ذرا وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔

ایمان لانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

اکدن ابو جہل لعین نے ایک مجمع میں کہ جس میں عمر رضہ بھی موجود تھے متصل خانۂ کعبہ کے کہا کہ جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹ لاوے اُسکو سو اونٹ اور چالیس ہزار درم دونگا حضرت عمر رضہ نے کہا کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابو جہل نے قسم کھائی لات و عزیٰ کی سو اونٹ دینے کے لیئے بشرط مذکور کعبہ میں جا کر ہبل کو گواہ کیا۔ عمر بن خطابؓ باین مقصد روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص سے کہ انکا نام نعیم بن عبداللہ تھا ملاقات ہوئی۔ وہ مشرف باسلام ہوچکے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ کہا کہ محمدؐ کے قتل کو۔ اُنہوں نے کہا قبیلہ بنی ہاشم کے انتقام سے کیسے بچو گے۔ عمر رضہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی دین بدلا ہے۔ اگر ایسا ہو تو پہلے تمہیں ہی قتل کردوں اُنہوں نے کہا کہ میں اپنے آباء کے دین پر ہوں۔ نیت یہ رکھی کہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے دین پر ہوں۔ اور ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ آبائے مشرکین کے دین پر ہے۔ پھر اُس شخص نے کہا کہ تمہارے بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہوگئے ہیں۔ پہلے اپنے گھر سے قتل شروع کرو۔ عمر رضہ نے کہا کہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہوئے ہیں۔ کہا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھائینگے۔ یہ بات سنکر عمر رضہ طیش کھا کر اپنی بہن کے گھر کی طرف پھرے۔ اُس وقت اُنکے گھر میں خباب صحابی تھے اور سورۂ طٰہٰ کہ اُنہیں دنوں میں نازل ہوئی تھی عمر رضہ کی بہن اور بہنوئی کو پڑھا رہے تھے اور کواڑ دروازے کے بند تھے۔ عمر رضہ نے کواڑ کھلوائے۔ خبابؓ چھپ رہے اور جس صحیفہ پر سورۂ طٰہٰ لکھی تھی اُسے چھپا دیا۔ اور عمر رضہ نے آکر پوچھا کہ کیا

پڑھتے تھے۔ اُنہوں نے کہا باتیں کرتے تھے۔ پھر عمر رضہ نے ایک بکری ذبح کی اور گوشت اُس کا بھونکر بہن بہنوئی کو کھانے کو کہا۔ اُنہوں نے عار کیا۔ عمر رضہ کو اُنکے اسلام کا یقین ہوا اور اُنکو مارنا شروع کیا۔ یہانتک کہ اُنکی بہن کا سر اور منہ خون آلودہ ہوگیا اور اُنہوں نے بیتاب ہوکر کہا کہ چاہے مارو چاہے چھوڑو ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے ہیں اور وہ پیغمبر برحق ہیں۔ عمر رضہ نے اُنکی ثابت قدمی دیکھی اور بہن کے سر اور منہ کو خون آلودہ دیکھ کر رحم کھایا۔ الگ ہوکر ایک گوشہ میں جا بیٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ جو تم پڑھتے تھے میرے پاس لاؤ تب اُس صحیفے کو جس میں سورہ طٰہٰ لکھی تھی نکالا۔ عمر رضہ نے چاہا کہ ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ اُنکی بہن نے کہا کہ تم نجاست شرک سے آلودہ ہو اُسکو نہیں چھو سکتے مگر پاکیزہ لوگ۔ تب عمر رضہ نے غسل کیا۔ پھر سورہ طٰہٰ کو ہاتھ میں لیکر پڑھا۔ جب اِس آیت پہ پہنچے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی عمر رضہ نے اِس کلام معجز نظام سے متاثر ہو کر کہا (جسکے معنے یہ ہیں اللہ کے سوا کوئی لائق پوجنے کے نہیں اُسکے اچھے اچھے نام ہیں) کیا اچھا کلام ہے اور کیا پاکیزہ بیان ہے۔ خباب رضہ عمر رضہ کا حال متاثر دیکھکر نکل آئے اور کہا رسول مقبول نے کل تمہارے اور ابوجہل کے اسلام کے لئے دعا فرمائی تھی۔ سو میں جانتا ہوں تمہارے لئے قبول ہوئی۔ بعد اسکے عمر رضہ خباب کے ہمراہ ارقم کے گھر جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے پہنچے۔ آپ خبر پاکر باہر نکل آئے اور عمر رضہ سے بغلگیر ہوکر اُنہیں خوب دبایا کہ بند بند عمر رضہ کا ہل گیا۔ اور فرمایا کہ اے عمر رضہ مسلمان ہوجا۔ عمر رضہ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ آنحضرت نے اللہ اکبر باواز بلند فرمایا سب کے سب مسلمانوں نے جو گھر میں تھے آواز تکبیر کی بلند کی اور بہت خوش ہوئے۔ حضرت عمر رضہ نے پوچھا سب کے سب کتنے آدمی مُسلمان ہو چکے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ تم سے چالیس کا عدد پورا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضہ نے کہا یا رسول اللہ مشرکین عبادت لات وعزیٰ کی علانیہ کرتے ہیں۔ ہم لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں۔ یہ کہکر ابوجہل کے پاس خود حضرت عمر رضہ تشریف

لگے اور کہا اے معشر قریش میں اسلام میں داخل ہوا - اگر کوئی اب آیندہ محمد علیہ السلام کو ایذا دینے میں کوشش کریگا تو میں اسکو زندہ نچھوڑونگا - ای ابوجہل دین محمدی حق ہے اور تمہارا دین باطل ہے - خطاب عمرؓ کے باپ بھی وہاں موجود تھے - یہ باتیں سنکر کہنے لگے اے بیٹا تو دیوانہ ہوگیا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ کے جادو نے تجھپر اثر کیا ہے - تجکو مار ڈالونگا حضرت عمرؓ نے کہا اے باپ کفر کا کلام چھوڑو خدا اور رسول پر ایمان لاؤ مسلمان ہو جاؤ - خطاب نے ان باتوں سے طیش میں آکر کہا کہ اے عمر بیہودہ باتیں جو تو بکتا ہے - آج تیری شامت آئی ہے - موت قریب ہے - عمرؓ نے شمشیر میان سے نکالی - یہ دیکھکر ابوجہل بھاگا - خطاب بھی چاہتا تھا کہ بھاگے - عمر رضی اللہ عنہ نے ایک وار میں اُس کا سر کاٹ لیا - جب یہ خبر لوگوں کو پہنچی کہ عمرؓ نے ایمان کے بارہ میں اپنے باپ کا سر کاٹ لیا تو حضرت عمرؓ کے رعب سے مکہ اور گرد و نواح میں زلزلہ پڑگیا - اور سب مسلمان خوش حال ہوئے - جس روز یہ واقعہ ہوا - اُس دن طائف اور مکہ میں کوئی باقی نرہا کہ اُس تک دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو - نماز اور اذان آشکارا ہوئی اور جماعت ہونے لگی - اُسیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوکے سب مسلمانوں کو ساتھ لیکر مسجد حرام میں آئے اور برملا باجماعت نماز ادا کی اور اُس دن سے مسلمانوں کو بہت عزت و قوت حاصل ہوگئی ✽ زمانہ عمرؓ کے چند واقعات ہدیۂ ناظرین ہیں ✽ -

نقل ہے کہ پردہ ابتدائے اسلام میں نہ تھا - لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رات دن اِس بات کا خیال رہتا تھا کہ کسی طرح اسلام میں پردہ کے احکام جاری ہو جائیں - قرآن شریف میں پ النور (۸) یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ سے حَکِیْمٌ تک - ای مُسلمانوں تمہارے پاس آنے کے لئے محکوموں (لونڈی غلام) میں سے جو لڑکے لڑکیاں ابھی جوان نہیں ہوئے وہ تین وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی اجازت لیا کریں - ایک تو فجر کی نماز سے پہلے - دوسرے دوپہر کو جب تم سونے کے لئے اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور تیسرے عشا کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے لئے بے پردگی کے وقت ہیں - اِن وقتوں کے سوا بے اجازت

آنے میں نہ تم پر گناہ ہے نہ اُن پر۔ تم ایک دوسرے پر آتے جاتے رہتے ہو یونہی اللہ تعالیٰ اپنے حکم تم پر کھول کھول بیان کرتا رہتا ہے تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ اور اس پر عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے حکمت والا **ف** اس آیت میں اُن لوگوں سے پردہ کا حکم ہے جو کوئی غلام ہوں۔ یا ملازم گھر میں آنے جانے والے ہوں۔ ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ دوپہر اور صبح اور عشا کیوقت بلا اجازت گھر میں نہ آویں۔ نہ معلوم صاحب خانہ کس حالت میں ہے اور داخل ہوں تو اجازت لیکر ہوں۔ یہ تین وقت واقع میں ایسے ہیں کہ انسان اپنے گھر میں خاص کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ نابالغ لڑکوں سے اُسوقت تک پردہ نہیں جبتک وہ بالغ نہوں۔ اور جب بالغ ہوں تو ان سے بھی پردہ کرنا چاہیئے۔ بالغ بچوں کے ہوجانے پر ان سے بھی پردہ کرو۔ اور سیطرح پ ۲۲ الاحزاب (۴) یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ سے جَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی تک۔ اے نبی کی بیبیوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو (تو تم نامحرم مردسے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت نکرو۔ اس سے ایسے شخصوں کو (طبعًا) خیالِ فاسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ جسکے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدہ عفت کے موافق بات کرو۔ تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو **ف** یہ آیت عورتوں کے متعلق ہے اس سے قبل پردہ کے متعلق فیصلہ نہیں ہوا تھا یہاں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جس طرح عورتوں کو آزادی حاصل تھی اسکی ممانعت کیجاتی ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے قبل عورتوں کا یہ حال تھا کہ عمدہ عمدہ کرتے پہنکر بازاروں سے گذرتیں تھیں۔ اور کسی قسم کا حجاب نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات بُری معلوم ہوتی تھی اور بار بار آپ فرماتے تھے کہ کسی طرح پردہ کا حکم ہوجاوے چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد دن کا نکلنا بند ہوگیا تھا اور رات کو نکلتی تھیں اور پردہ سے نکلتی تھیں۔ اور پیخانہ وغیرہ گھروں میں بنائے گئے تھے۔ اور دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اے نبی کے گھر والوں اللہ تبارک وتعالیٰ

چاہتا ہے کہ تمکو پاک کردے اور تم سے نجاست دور کردے پ۲۲ الاحزاب (۷) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ سے عَظِيْمًا تک اور جب پیغمبر کی بیبیوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس سے تمہارے دل اور اُنکے دل دشیطان کے وسواس سے) خوب پاک رہیں گے۔ اور تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو تکلیف پہنچاؤ اور یہ کہ اُسکے پیچھے اسکی عورت سے کبھی نکاح کرو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے ؎

نظم پردہ نکرنے کی مذمت میں

گل دیتی رہی گو مجھے شیطان کی خالا
میں نے نہ کبھی پاؤں مگر گھر سے نکالا

پردہ ہی میں پیدا ہوئی پردہ ہی میں آئی ں
پردہ ہی میں بچپن سے رہی ہوش سنبھالا

پردے میں ہے جو راحت و آرام میسّر
اُسکی نہ نظیریں نہ مثالیں نہ حوالا

تکلیف ہی کیا پردہ میں کیوں پردہ کو چھوڑیں
پھر پھر کے عبث پاؤں میں کیوں ڈالئے چھالا

بیجا ہیں نہیں عیش کو کیوں اپنے گنوائیں
کیا ہمکو جو دکھ پائیں شب و روز نکالا

دیکھیں نہ ہمیں غیر نہ ہم غیر کو دیکھیں
پردے ہی میں رکھے ہمیں اللہ تعالیٰ

پردہ ہے اسی طرح سے عورات کو زینت
جس طرح سے ہو چاند کے اطراف میں ہالا

پردہ نہو دنیا میں تو طوفان بپا ہو
پردہ ہی سے قائم ہے یہ گھر گھر میں اُجالا

بدیوں سے بچے رہتے ہیں عیبوں سے ہیں محفوظ
پردہ میں ہر اک عیب کا ہوتا ہے ازالا

ہم غیر میں کیوں جائیں ہمیں اُن سے غرض کیا
قائم رکھے اپنوں کو خداوند تعالیٰ

دیتا ہی بہت کام مثاتا ہے یہ اندھیرا
رس رس کے جو آتا ہے چھتوں سے اُجالا

ہے حسن بھی پردے کا اسیطرح درخشاں
کر دیتا ہے واللہ اندھیرے میں اُجالا

پردے ہی کے باعث سے عورت کی ہے زینت
ہو جائے کی بے قدر اگر پاؤں نکالا

نئی روشنی والوں نے اپنے صاحب بہادر بننے کے زعم میں اپنے دینی احکام کو فراموش کردیا۔ ہمارا پاک اسلام ہمیں ایسی آزادی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ہم عام طور پر میم صاحب

کی طرح سایہ جاکٹ ڈوانٹکر موٹر پر سوار ہو کر۔ تھیٹروں۔ سرکسوں کمیٹیوں۔ پارٹیوں میں بے حجاب پھریں خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف انتہا درجہ کے شرو فساد کا زمانہ ہے بے ایمانی و بیحیائی مثل وبا کے تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ کیسے عقل اجازت دیتی ہے کہ پردہ کو چھوڑ دیا جائے اور اجنبی اور غیر مردوں کے سامنے عورتیں بے محابا مردوں کے جلسوں میں۔ پارٹیوں کمیٹیوں میں شریک ہوں۔ ترجمہ حدیث کا ہے جو کوئی بند کریگا اپنی آنکھ کو اُسپر جو خدا نے اُسپر حرام کیا ہے تو خداوند تعالیٰ حرام کردیگا اُسپر دوزخ کو۔ الحاصل جنکو خدا نے حرام کیا ہے اُنکی کئی قسمیں ہیں۔ ایک عورت اجنبی ہے کہ اُس کا تمام بدن دیکھنا حرام ہے اور ایک اپنی قرابت والی جیسے ماں بہن وغیرہ اُنکے نیچے ناف سے زانو تک دیکھنا حرام ہے **حدیث** میں آیا ہے کہ بندہ کسی نامحرم کیطرف دیکھتا ہے تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیری طرف دیکھتا ہوں اور تو کس طرف دیکھتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ عورتوں ایماندار سے کہدو کہ اپنی آنکھوں کو بند کریں۔ نہ کسیکو دیکھیں نہ اپنے کو دکھائیں ٭

اور **حدیث** میں ہے جو کوئی بیگانی عورت کو دیکھے گا تو قیامت کو اُسکی آنکھ میں گرم سیسا ڈالا جاویگا۔ **حدیث** میں ہے جو کوئی مسلمان کسی خوبصورت عورت کو اچانک دیکھ لے بلا قصد پھر نظر پرہیزگاری سے پھیرلے وہ خدا کے نزدیک عابد و پارسا ہے ٭

ہندوستانیوں کی تہذیبی و اخلاقی حالت بہت خراب ہے بیحیائی حد سے سوا ہے ممکن نہیں کہ انکے سامنے سے کوئی برقعہ پوش عورت گذر جائے اور یہ اُسکی طرف دیکھ کے متجسس نگاہیں نہ ڈالیں بلکہ ایسا دیکھنے اور سننے میں آتا ہے کہ اگر کوئی بازاروں یا اسٹیشنوں میں کوئی برقعہ پوش آئی پھر کیا تھا۔ بیسیوں شہدے نوجوان پھبتیاں اُڑا تے مذاق آپس میں کرتے ہیں۔ غرضکہ غریب عورت کو سخت شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اور ہندوستان میں صرف مسلمان ہی نہیں یہاں کئی قومیں آباد ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری قومیں ہماری طرح مذہبی احکام

کی پابند نہیں ہوسکتیں پھر ایسی حالت میں پردہ کو توڑنا خلاف از عقل اور نہایت دشوار امر ہے کیونکہ اسوقت کئی قومیں آپس میں منافقانہ طور سے ملتی ہیں۔

اور پردہ اُسوقت اٹھانا مناسب ہے کہ جب ہر شخص کو اس امر کا خیال ہوجائے کہ ہم سب انسان ہیں اور ہر انسان ایک دوسریکا بھائی ہے جیسی ایک بھائی کی عزت ویسے ہی دوسرے کی اپنے دوسرے بھائی کی ماں بہنوں کو بھی اپنی ماں بہنوں کے برابر سمجھے۔ اور انکی عزت کو بھی اپنی ماں بہنوں کی عزت سمجھے تو البتہ پردہ کو توڑ کر بھی عورتیں عزت و آبرو سے رہ سکتی ہے لیکن ہمارے وطنی بھائیوں سے ایسی توقع نہیں۔ فرض کیجئے۔ اگر سو میں ایک ایسے ہوئے بھی تو کیا ہوسکتا ہے۔ بھلا ایک چنا کیا بھاڑ پھوڑیگا۔ ہر پہلو سے غور کرنے سے میرے ناچیز خیال میں پردہ کا قائم رکھنا ہی بہتر ہے۔ پردہ نہایت کام کی چیز ہے۔

اب رہی یہ بات کہ پردہ کے اندر تعلیم نہیں ہوسکتی۔ یہ محض غلط بحث ہے۔ ایسے واہی خیالات کی بنا پر ایک نہایت مہذب دینی احکام کو اپنی آزادی کے زعم میں یوں بالائے طاق رکھنا یہ کسی درجہ قابل اطمینان نہیں ہے۔ دوسرے اسلام میں آزادی نہیں۔ ہر امر میں پابندی ہے حتیٰ کہ جائے ضروری کے جانے اور بیت اللہ کے جانے سب میں پابندی ہے۔ اسلام آزادی سے کوسوں دور ہے۔ ہاں رہی یہ بات اگر زنانہ اسلامی مدرسوں۔ سکولوں۔ کالجوں میں پردہ کے ساتھ تعلیم دی جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اور علم کی فضیلت میں اس رسالہ میں ایک مضمون انشاءاللہ رہے گا۔ ایک پہلے ہم تھے کہ لوگ ہم سے اچھی رسمیں لیا کرتے تھے۔ یہی پردہ ہے کہ ہماری دیکھا دیکھی بہت سی قوموں نے قبول کیا اور اب تک اُسپر قائم ہیں۔ طرفہ ماجرا ہے۔ پردہ کی بیٹھنے والی بہنوں میں سے تو آجتک کسی نے نہیں کہا کہ پردہ اٹھاؤ۔ یہ تو دنیا کی دیکھا دیکھی خدا جانے کیوں بعض انگلش خواندوں۔ مردوں کے دل میں آئی ہے وہ بھی کون مرد پرانے زمانے جہاں دیدوں کے نہیں۔ آج کل کے لڑکے اپنی سمجھ میں وہ جانتے ہیں کہ ہم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ بھلا اپنے بوڑھوں سے تو پوچھیں اور عالموں

اور اماموں نے بھی منع فرمایا ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے اللہ کے حکم کو جو اُس نے اپنے پیارے نبی کی معرفت بھیجا ہے اُسے مانو۔ نافرمان نہ بنو۔

اور اب ہم ہیں کہ اوروں کی دیکھا دیکھی بری رسم بے پردگی کو ہم لینا چاہ رہے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب رہا یہ کہ میم صاحبان نکلتی ہیں اور پارسنیں اور بعض قومیں تو ہماری عورتیں بھرے مردوں میں نکل پڑیں تو انکی ہماری کیا برابری۔ اِنکے یہاں پردہ نہیں ہے اور بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے یہاں اور اُنکے یہاں مختلف ہیں اور اسکے علاوہ اپنا اپنا مذہب اور اپنا اپنا دین۔ پردہ اُٹھا دینا تو درکنار ذرا پردے کے بارے میں اگر ڈھیل ہی چھوڑ دیجائے تو بڑی بُرائیاں پیدا ہو جائینگی۔ ضرورت اسکی ہے کہ عورتوں کو قرآن شریف پڑھا دیا جائے اور دینی کتابیں تاکہ خدا و رسول کے حکم کے موافق وہ نیکی و بدی سمجھنے لگیں۔

الغرض مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کا شکرگذار رہنا چاہیئے کہ وہ پردہ کی مفید رسم مسلمانوں میں رائج کر گئے اور مسلمان اِس پردہ کی رسم کی بدولت بڑی بڑی آفتوں سے محفوظ رہے اور جبتک یہ رسم قائم ہے محفوظ رہیں گے۔

حضرت عمر کا خط بنام رود نیل

زمانہ عمر فاروق میں ایک دفعہ دریائے نیل خشک ہوگیا۔ ہمیشہ چڑھا کرتا تھا۔ اِس سے آبپاشی ہوتی تھی اِس دفعہ طغیانی پر نہ ہوا۔ عمرو ابن عاص یا عبداللہ بن عمر العاص مصر کے عامل تھے۔ لوگوں نے آکر عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے تو تم نے کیا کیا ہے۔ لوگوں نے کہا جب ایسا ہوتا تھا تو ہم ایک جوان حسین لڑکی بھینٹ دیتے تھے اِس سے وہ جاری ہو جاتا تھا۔ آپنے فرمایا یہ جاہلیت کی رسم کبھی نہ ہو گی۔ خلیفہ کو لکھتا ہوں۔ انہوں نے حضرت عمر کو لکھا حضرت عمر نے رود نیل کے نام ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا اے نیل اگر تو خدا کے حکم سے جاری ہے تو کسی شیطان کے تصرف سے بند ہونے کے کیا معنی اور اگر یہ نہیں ہے تو ہمکو تیری کچھ پروا نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارا رزاق ہے۔ آپکے لکھنے پر مخالفین ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دریا پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ آپ کو شبہ بھی نہ ہو

دیا نہوا تو غرت کر کری ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاص اس رقعہ کو ڈنکے کی چوٹ لیکر چلے اور مخالفین کا گروہ بھی آپکے پیچھے چلا ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس رقعہ سے اور دریائے نیل کے جوش سے کیا نسبت۔ مگر وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ دریا کو جوش آیا اور لبریز ہو کر بہنے لگا۔ یہ اُن اصحاب کا تقویٰ تھا کہ جسکی بدولت دریا کی بھینٹ کی رسم جاتی رہی اور اس دن سے آجتک دریائے نیل اپنی طغیانی سے جاری ہے یہ لوگ تھے متقی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ؕ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں ؂

نقل ہے کہ ہندہ رضؓ آپ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی۔ حضرت ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ علاوہ فصاحت وبلاغت اور دانشمندی کے آپ فن سپاہ گری میں یدطولیٰ رکھتی تھیں۔ جنگ احد میں مسلمانوں سے بڑی بہادری سے لڑیں اور اسلام لاکر مخالفان اسلام کے مقابلہ میں بڑی بڑی جانبازیاں کیں۔ جنگِ یرموک میں اپنے خاوند ابوسفیان کی ہمراہی میں شریک تھیں (آپنے ۱۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا) یہ دنیا کشت عقبیٰ ہے۔ جس نے اللہ کے لئے تکلیف اٹھائی اُسکو وہاں اچھا اجر ملیگا۔ چنانچہ ارشاد ہے ۲۳پ الزمر (۲) قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ سے حَسَنَۃٌ تک (اے پیغمبر کہدے میرے ایماندار بندوں سے کہ اپنے مالک سے ڈرتے رہو۔ جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کرینگے اُنکے لئے آخرت میں اچھا بدلہ ہے۔

نقل ہے کہ حضرت صفیہ رضؓ حضرت زبیر کی پھوپی ایک مشہور صحابیہ تھیں۔ آپ جنگ احد وجنگ خندق میں شریک تھیں۔ جب مسلمانوں کے بچے اور عورتیں موخر الذکر موقعہ پر مقیم تھیں۔ مدینہ کے یہودی شرارت کے ارادے سے وہاں پہنچے۔ یہانتک کہ ایک ان میں سے جائے پناہ پر چڑھ ہی گیا۔ حضرت صفیہ نے ایک لاٹھی لیکر اس بہادری سے اُس کا مقابلہ کیا کہ وہ مرگیا۔ آپنے اُسکی لاش اُٹھاکر اُسکے ہمراہیوں کے سامنے پھینکدی۔ جس پر وہ سارے

کے سارے اپنا سامنہ لیکر واپس بھاگ گئے (اور آپ آنحضرت پر اسقدر نثار تھیں کہ آنحضرت کی وفات پر جو دردناک مرثیہ آپنے کہا ہے وہ آپکے دلی صدمہ کو ظاہر کر رہا ہے) آپ نہایت مستقل مزاجی سے صبر کئے رہیں اور اپنے عدو کا مقابلہ کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم کیا پ۲۴ المومنون (۷۶) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَكَ حَقٌّ تک (اے پیغمبر صبر کئے رہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ تمکو ضرور فتح ہوگی۔ یا تم غالب ہوگے اور وہ مغلوب ۔

مختصر حال غزوہ اُحد۔ جنگ بدر کے دوسرے سال کے بعد کفار نے مدینہ پر حملہ کیا۔ مسلمانوں میں اختلاف تھا بعض کہتے تھے کہ مدینہ میں لڑو اور بعض کہتے تھے کہ میدان میں لیکن میدان ہی میں لڑائی قرار دی گئی۔ عبداللہ ابن ابی منافق خود واپس ہوا اور تین سو آدمی بھی اُسکے ساتھ واپس ہو گئے۔ اگرچہ پہلے ہی مسلمانوں کی تعداد کم تھی لیکن خدا نے فتح دی۔ مگر جو لوگ کہ گھاٹیوں پر مقرر تھے وہ اتر آئے جنکی وجہ سے کفار نے موقعہ پایا اور مسلمانوں کو ہزیمت پہنچ گئی ۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے۔ کہ

قریش پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ابکی مرتبہ اُنہوں نے بڑی تیاری کی تھی۔ عام چندہ جمع کیا تھا ابو عزہ شاعر نے گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کیا تھا۔ تجارت شام کا ۵۰ ہزار مثقال سونا ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہیں ہوئے تھے چندہ میں شامل کر دئے الغرض پانچ ہزار کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار۔ دو سو اسپ سوار۔ اور ۷۰۰ زرہ پوش پیادہ تھے مدینہ کی طرف بڑھا ۔

نبی علیہ السلام کی رائے تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کیجائے۔ مگر کثرت رائے سے مسلمانوں نے اُحد کے پہاڑ کے قریب جو مدینہ سے باہر نکلکر چار کوس ہے مقابلہ کیا مسلمانوں کی تعداد ایکہزار تھی۔ عین موقعہ پر عبداللہ بن ابی سلول نے دغا کی اور تین سو آدمی لیکر واپس چلا گیا۔ سات سو مسلمانوں پر پانچہزار حملہ آوروں کا بار آپڑا۔ انکی مدافعت کرنی پڑی۔ ابتدا میں مسلمانوں نے دشمن کو شکست دی۔ انکے بارہ میں مشہور علمبردار جن میں کا

علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے مارے گئے لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اُس گھاٹی کو چھوڑ دیا جہاں حضور نے اُنکو متعین کیا تھا اور لوٹ کے مال پر گر پڑے۔ خالد بن ولید نے یہ دیکھ کر چکر کاٹ کر اس گھاٹی پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا اس وقت مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا ستر صحابی شہید ہوئے۔ لشکر تتر بتر ہو گیا۔ نبی علیہ السلام کے پاس صرف بارہ صحابی ابو بکرؓ علیؓ عبد الرحمٰن بن عوف سعد بن وقاص طلحہ بن عبید اللہ زبیر بن عوام ابو عبیدہ بن جراح باقی رہ گئے میدان جنگ میں صرف ستر صحابہ نے جوانمردی کی اور دشمن کے مقابلہ پر کامیاب رہے۔ دشمنوں نے حضور پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کا پتھر آپ کی پیشانی پر لگا۔ ابن شہاب کے پتھر سے بازو زخمی ہوئے آپ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ خبر اڑ گئی کہ حضور شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم خواتین دوڑی ہوئی آئیں حضرت فاطمہ بتولؓ اور ام سلیمؓ مشکیزہ اٹھائے زخمیوں کو پانی لا لا کر پلا رہی تھیں جنگ کے نقصانات میں سب سے زیادہ نقصان یہ ہوا کہ حضرت امیر حمزہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ کفار نے آپکی نعش کی بے حرمتی کی۔ مصعب عمیرؓ شہید ہوئے۔ انصار کے اوس و خزرج قبیلے انہی کی سعی سے مسلمان ہوئے تھے۔ انس بن نضر نے جام شہادت پیا۔ اس بہادر نے دیکھا کہ چند مسلمان مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ شہید ہوئے۔ کہا کہ آؤ جہاں رسول اللہ نے جان دی ہم بھی وہیں اپنی زندگی کا خاتمہ کریں۔ یہ جان نثار ستر زخم کھانے کے بعد شہید ہوئے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور حضرت کی جانب آنیوالے تیر اپنے ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ مثل چھلنی ہو گیا تھا۔ اور آنحضرت کی شہادت کی خبر نے مسلمانوں کو سخت شکستہ خاطر کر دیا تھا۔ اس اثنا میں کعب بن مالک شاعر کی نظر آنحضرت کے جمالِ جہاں آرا پر پڑی اور اُنہوں نے پکار کر کہا مسلمانوں خوش ہو جاؤ حضور یہ موجود ہیں۔ آنحضرت صلعم نے خاموش کیا۔ یہ آواز سنکر صحابہ آپکے پاس جمع ہو گئے اور آپ مع صحابہ کے پہاڑ کی بلندی

چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے نیچے سے پکار کر کہا۔ کیا اس جماعت میں محمدؐ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ زندہ
ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا جواب نہ دو۔ ابوسفیان نے مکرر سہ کرر یہی سوال کیا اور جواب نہ
ملنے پر خوش ہو کر کہنے لگا۔ اے ہبل تو بلند ہو جا۔ تب حضرتؐ نے فرمایا کہ جواب دو حضرت عمرؓ
نے جواب دیا کہ یہ تینوں شخص تیرے ذلیل کرنے کو زندہ ہیں۔ ابوسفیان نے آگے بڑھ کر
جواب دیا کہ الحرب یوم احد بیوم بدر (اگلی پچھلی لڑائی ختم ہوئی یوم احد یوم بدر کے برابر
ہو گیا۔ اے ہبل بلند ہو جا) موعدکم العام القابل (آئندہ سال پھر لڑائی کا وعدہ ہے)
آنحضرتؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ بیننا و بینکم (ہماری طرف سے بھی یہی میعاد
ہے) اس سوال وجواب کے بعد مشرکین مکہ کو واپس ہوئے ٭

نقل ہے۔ حمنہؓ ام المومنین حضرت زینبؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں اپنے پہلے خاوند مصعب بن
عمیر کی شہادت کے بعد آپکی شادی طلحہ ابن عبداللہ سے ہوئی جن سے محمد بن طلحہ معروف
بہ سجاد پیدا ہوئے۔ آپ تمام جنگوں اور اکثر لڑائیوں میں شریک رہیں۔ احد اور خیبر کی جنگ
میں آپ پیاسوں کو پانی پلا کے زخمیوں کو میدان جنگ سے باہر لیجاتیں اور انکا معالجہ کرتی
تھیں۔ آنحضرتؐ آپکے جوش دینی پر بیحد مسرت ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ اور بشارت ہو صبر کرنے
والوں کے لئے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے پ۲۴ المومن (۸) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ اے پیغمبر صبر کئے رہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ف ضرور ان کافروں پر عذاب
اترے گا یا وہ مغلوب ہونگے یا شکست کھائینگے ٭

غزوہ خیبر۔ مدینہ میں تشریف لانے کے بعد خیبر کی تیاری کا حکم ہوا۔ صحابہ میں چرچا ہونے
لگا کہ خداوند تعالیٰ نے فتح خیبر اور غنائم کا وعدہ کیا ہے۔ آپ مع لشکر خیبر کی طرف روانہ ہوئے
خیبر میں حضورؐ کی لشکر کشی کی خبر پہلے ہی پہنچ گئی تھی مگر انکے مسلح سوار ہر شب قلعہ کے گرد
گشت لگاتے تھے اس دن سب سو گئے صبح کو آلات زراعت لیکر نکلے تھے۔ لشکر ہمایوں
کو دیکھ کر وہ لوگ جھٹ پٹ قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ نبی علیہ السلام

محاصرہ کیا۔ سات قلعہ خیبر میں تھے سب بتدریج مفتوح ہو گئے۔ مگر بعضے قلعہ والے خوب لڑے ایک قلعہ پر لڑائی ہو رہی تھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی سرداری میں مسلمانوں نے بار بار حملے کئے مگر ناکامیاب رہے۔ حضور نے فرمایا کل ایسے شخص کو نشان دونگا کہ خدا اُسے اور وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا اُسکے ہاتھ پر فتح دیگا۔ صبح کو لوگ منتظر تھے کہ یہ دولت کسکو نصیب ہوتی ہے۔ آپنے حضرت علی کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بوجہ آشوب چشم غیر حاضر ہیں۔ آپنے اُنہیں بلوایا اور آب دہن مبارک اُنکی آنکھوں میں لگایا۔ آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ نشان اُنکو دیا۔ حضرت علیؓ قلعہ پر گئے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اور مرحب یہودی جو بڑا مشہور شجاع تھا حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اُس دن سات دلاور یہود کے دیگر حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوئے۔ روایت ہے کہ لڑائی میں حضرت علی کی سپر گر پڑی آپنے قلعہ کا کواڑ بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا۔ اور دن بھر وہ آپکے ہاتھ میں رہا۔ بعد از جنگ اُسکو پھینکدیا وہ... بہت دُور جا کر گرا۔ اتنا بھاری تھا کہ سات آدمی ایک طرف سے دوسری طرف نہ پھیر سکتے تھے۔ قلعہ فتح ہوگیا۔ یہود جو خیبر میں باقی رہے آپنے اُنکو جلاوطن ہونیکا حکم دیا اور اموال و باغات سب ضبط ہوئے۔ یہود نے التماس کیا کہ آپ کو باغات کی رکھوالی اور زراعت کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ آپ ہمکو جلاوطن نکریں تو ہم یہ کام کرینگے یہ التماس اُنکی قبول ہوئی۔ اور بٹائی پر اُنکو رکھ لیا۔

نقل ہے۔ حضرت زینب حضرت زبیرؓ کی ہمشیرہ اور نامور مستقل مزاج صحابیہ تھیں اور حضرت زبیر کے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھیں۔ جنگ جمل میں انکے بیٹے حکیم بن حرام شہید ہوئے۔ آپنے اپنے بھائی کا ایک دردناک مرثیہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

تغلتم حواری النبی وصہرہ ۔۔۔ وصاحبہ فاسبشر و بجحیم الخ

(ترجمہ) تم نے آنحضرت کا حواری و ہم زلف مار ڈالا ہے اسلئے تمکو جہنم کی بشارت ہو۔ اے پیغمبر صبر کئے رہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ ایک دن ان کافروں پر عذاب اُتریگا یا یہ ذلیل و

خوار ہونگے شکست کھائینگے پ ۲۴ المومن (۷) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بشارت ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کیے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ انکو وہ محکوم بنا ئیگا تمکو حاکم تم غالب ہو گے وہ مغلوب ہونگے۔

نقل ہے حضرت ربیع آپ ایاس بن بکیر کی بیوی ایک نامور صحابیہ گذری ہیں۔ آپکی ماں کا نام معوذ بنت عقبہ بن حرام بن جندب انصاری بخاری تھا۔ آپ اکثر غزوات میں آنحضرت کے ساتھ شریک رہیں اور بیعت شجرۃ الرضوان میں بھی شریک تھیں۔ آپسے اکثر صحابیہ اور تابعین نے احادیث کی روایت کی ہے ۳۵ھ میں اپنے خاوند سے اپنے تمام مال و اسباب کے عوض خلع کیا۔ آپکا قول ہے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ جہاد کے لئے جایا کرتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے اور زخمیوں اور شہدا کو مدینہ منورہ میں پہنچایا کرتے تھے اور مجاہدین کو پانی پلایا کرتے تھے اور یہ بات نصیبہ وروں کو نصیب ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ پ ۲۴ حم السجدۃ (۵) وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ تک اور یہ بات انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل مزاج صاحب نصیب ہیں۔ جہاد میں شریک ہونا بڑے حوصلے والے کا کام ہے

مختصر حال بیعت شجر الرضوان

نبی علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں تشریف لے گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے اصحاب سے بیان کیا تو سب سنکر شوق سے بیقرار ہوگئے اور تیاری سفر مکہ کردی حضرت سب کو ہمراہ لیکر قریب پہنچ گئے۔ قریش کو خبر پہنچی تو سب نے متفق ہوکر کہا کہ ہم ہرگز نہ آنے دینگے حضور کی اونٹنی قصویٰ نامی جسپر آپ سوار تھے مکہ کے سامنے بیٹھ گئی۔ سب حیران ہوئے کہ اسکی عادت بیٹھ جانے کی نہ تھی۔ آپنے فرمایا یہ بحکم خدا بیٹھی ہے جیسے ہاتھی اصحاب فیل کا بیٹھ گیا تھا۔ پھر آپنے بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی قریش

مجھ سے جو امور تعظیم کعبہ کے متعلق چاہیں گے اُنکے بجالانے میں کوتاہی نکرونگا۔ اونٹنی کھڑی ہوگئی آپؐ نے وہاں سے پیچھے ہٹ کے مقام حدیبیہ میں قیام کیا۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اُسکے پاس ایک میدان وسیع ہے۔ اُس جگہ صحابہ کو پانی کی قلت سے بہت تکلیف ہوئی۔ ایک ظرف میں تھوڑا سا پانی تھا وہ آپکے سامنے لاکر رکھدیا کہ سوائے اسکے اور پانی نہیں ہے۔ آپنے اُس میں دست مبارک رکھدیا۔ پانی اُنگلیوں سے چشمہ کی مانند اُبلنے لگا۔ تمام لشکر سیراب ہوگیا۔ اور لوگوں نے اپنے اپنے ظروف بھر لئے اور وضو کرلیا۔ یہ روایت حضرت جابر کی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے اُنہوں نے جواب دیا کہ ہماری ۱۵سو کی تعداد تھی۔ پانی اسقدر تھا کہ اگر لاکھوں بھی ہوتے تو سیراب ہوجاتے۔

اِسکے بعد قریش اور آنحضرت میں نامہ و پیام شروع ہوئے۔ بدیل ورقا خزاعی آپکے لشکر میں آیا۔ قریش کا آمادہ جنگ ہونا ظاہر کیا۔ آپنے فرمایا ہمیں لڑنا منظور نہیں۔ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور اگر قریش چاہیں تو ایک مدتِ معینہ کے لئے صلح کرلیں اُسنے قریش سے سارا حال بیان کیا اور کہا کہ محمدؐ لڑنے کے واسطے نہیں آئے۔ اِن کا مقصود صرف عمرہ کرنا ہے۔ انکو روکنا مناسب نہیں۔ مگر قریش نے نہ مانا اور رو براہ نہوئے پھر عروہ بن مسعود ثقفی آپکے حضور میں آیا۔ اور اس بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت ابوبکرؓ سے نوبت سخت کلامی تک پہنچی۔ مگر کوئی بات طے نہوئی۔ عروہ واپس گیا اور قریش سے جاکر کہا۔ مَیں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر جیسا کہ محمدؐ کے اصحاب کو جان نثار اور تابعدار پایا۔ کسی بادشاہ کے نمکخوار خیرخواہ کو ایسا نہیں دیکھا۔ وضو کا پانی اس طرح تبرکاً لیتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے اسپر آپس میں لڑائی ہوجائیگی۔

نبی علیہ السلام نے چاہا کہ اپنی جانب سے کسی کو قریش کے پاس بطور سفارت بھیجیں حضرت عمرؓ کی تجویز کی مگر اُنہوں نے عذر کیا کہ قریش کی عداوت مجھ سے ظاہر ہے یہ معاملہ

مجھ سے نہ دیں گا۔ پھر حضرت عثمان رضہ کا بھیجنا قرار پایا کہ انکے حامی اور قرابتدار بہت تھے حضرت عثمان رضہ قریش میں پہنچے اور حضرت کا پیغام قریش کو پہنچایا وہ ان سے باخلاق پیش آئے مگر آنحضرت کو مکہ آنے دینے پر راضی نہ ہوئے ✤

یہاں مسلمانوں کے لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان کو کفار نے شہید کر دیا یہ خبر سنکر بہت مغموم ہوئے اور کیکر کے درخت کے نیچے آپنے تمام اصحاب سے بیعت لی کہ جبتک جان میں جان ہے قریش سے لڑ کر عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے اور منہ نہ موڑینگے۔ یہ بیعت جناب باری میں بہت مقبول ہوئی۔ قرآن شریف میں یہ آیت نازل ہوئی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ط اللہ تعالیٰ راضی ہوا مسلمانوں سے جب وہ بیعت کرتے تھے تم سے درخت کے نیچے سو جان لیا اللہ تعالیٰ نے جو اُنکے دل میں تھا یعنی اخلاص قلبی۔ پھر اُتارا اطمینان اور چین ان پر اور انعام میں دی اُنکو ایک فتح نزدیک اور بہت سی غنیمتیں کہ انکو حاصل ہونگی اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے قریش کیجانب سے سہیل بن عمرو حضور اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بہت قیل و قال کے بعد ان شرائط پر صلح قرار پائی ✤

(۱) امسال حضورؐ بغیر عمرہ کئے واپس جائیں۔ سال آئندہ آکر عمرہ کریں مگر ہتھیار ساتھ نہ لائیں سوائے تلواروں کے کہ وہ بھی میانوں میں ہوں۔

(۲) تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔

(۳) دس برس مدت صلح قرار پائی۔

(۴) جو حلیف حضورؐ کا ہو اُس سے قریش نہیں لڑینگے اور قریش کے حلیف سے حضورؐ نہ لڑیں

(۵) قریش میں سے جو کوئی مسلمان ہو کر جائے آپ اُسکو واپس کر دیں اور جو کوئی مسلمان مرتد

ہو کر قریش میں آجائے وہ واپس نہ دیا جائے گا۔ یہ آخر شرط غیرت مند مسلمانوں کو سخت ناگوار ہوئی حضرت عمرؓ کو بہت طیش آیا اور کہا یا رسول اللہ یہ بہت حقارت آمیز شرط ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا ہماری طرف کا جو مرتد ہو کر ان میں جا ملیگا وہ ہمارے کس کام کا ہے اور اُن کا جو ہم میں آئیگا اگر ہم اسکو واپس کر دینگے تو خدا اُسکی کوئی اور صورت بہتری کی کر دیگا۔ القصہ حضرت علی رضؓ صلح نامہ کے لکھنے کے لئے مقرر ہوئے حضورؐ نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں جانتے لکھو باسمک اللھم اس پر تکرار ہونے لگی آخر حضورؐ نے فرمایا باسمک اللھم ہی لکھدو۔ پھر فرمایا ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہؐ والقریش (ترجمہ) یہ صلحنامہ ہے فیما بین محمد رسول اللہ اور قریش کے، قریس نے کہا کہ آپکو رسول اللہؐ نہیں مانتے محمد بن عبداللہ لکھو آپ نے فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمدؐ بن عبداللہ بھی ہوں حضرت علیؓ سے فرمایا محمد بن عبداللہ لکھدو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں کلمہ رسول اللہؐ محو نکرونگا۔ آنحضرتؐ نے اس لفظ کو خود مٹا دیا (آپ اُمی تھے اِس لفظ کو لکھنا بطور معجزہ کے تھا) غرض بڑی مشکل سے یہ صلحنامہ مرتب ہوا۔ اور جانبین کی گواہی ہوئی۔ آپ نے اونٹ ہدی کے وہیں قربانی کر دیئے اور بال منڈوا دیئے ❖

مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حساب نہوگا برکت اُس دعا کے جو رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے حق میں کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے حساب معاف کیا۔ وہ دعا اِس بارہ میں تھی کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو گھروں میں فاقہ تھا جب رسول اللہؐ عید گاہ کو جانے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپکو معلوم ہے کہ آپکی سب بیویوں کے ہاں عید کے دن کھانے کو نہیں ہے۔ رسول اللہؐ خوش ہوئے اور فرط خوشی سے آپ سر ہلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اب میری نعمت پوری ہوگئی اور میرا فقر کمال کو پہنچ گیا۔ اے عائشہ کیوں غمناک ہوتی ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ اُس امر سے خود خوش ہوں۔ مگر فقیر اور بیوہ عورتیں اور یتیم دستور کے مطابق

بیان حضرت عثمانؓ کا حضورؐ کے طفیل معاف کیا جانا

آ دینگے اُن سے شرمندگی ہوگی۔ آپنے فرمایا انکو اور ہمکو اللہ دیگا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپکے دولتخانہ مصطفوی سے فقیروں کو کھانا پکا اور کچا دیا جا رہا ہے۔ آپنے پوچھا اے حمیرا یہ کھانا کہاں سے آیا۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ حضرت عثمان غنی نے ساٹھ اونٹ آٹے کے اور دس اونٹ روغن کے اور دس اونٹ شہد کے اور سو بکریاں اور پانسو دینار نقد بھیجے تھے آپنے فرمایا کہ سب بیویوں کو حصہ دیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہر گھر برابر سیقہ بھیجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے رحمن عثمان بن عفان پر حساب آسان کر حضرت جبریل پہنچے اور کہا یا رسول اللہ آپ کی دعا عثمان غنی رضہ کے حق میں قبول ہوئی اور اُن سے قیامت کے دن حساب نہ ہوگا۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ سخی کی عمر کا ایک برس بخیل کی عمر کے سو برس سے بہتر ہے ✤

نقل ہے کہ حضرت ام علی رضہ آپ خالد کی بیٹی اور ایک بڑی زاہدہ صابرہ صحابیہ تھیں۔ آپ ہی کے خانۂ مبارک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی وحی ہوئی۔ اور سب سے پہلے حضرت بلال نے آنحضرت کے فرمان کے مطابق حضرت ام علی کے مکان پر کھڑے ہو کر اذان بلند آواز سے دی اور آنحضرت اور جمیع امت کو حکم ہوا کہ اسکی تسبیح سے غافل نہ ہوئیں الطور (۲) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ سے النجوم تک اور آپ اپنے رب کی اِس تجویز سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اُٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجے اور رات میں کبھی اُسکی تسبیح کیا کیجے۔ اور ستاروں سے پیچھے بھی **ف** مراد اِس اُٹھنے سے یہ ہے کہ انسان اگر کسی نیک مجلس میں بیٹھا ہو اور مجلس برخاست ہوتے وقت سبحان اللہ وبحمدہ پڑھکر کھڑا ہو جاوے تو بہتر ہے اور اگر مجلس ٹھیک نہیں ہے بلکہ مجلس بری ہے اور اُس مجلس کے برخاست ہونے کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ پڑھکر اُٹھے گا تو اُس مجلس میں جو کچھ بھی کیا ہے یہ سبحان اللہ اُسکے لئے کفارہ ہو جائیگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُسکو معلوم ہوا کہ بلال مسلمان ہو گئے۔ گوناگوں تکالیف دینی شروع کیں۔ گردن میں رسی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ

میں دیجاتی کہ وہ مکہ کے کفاروں میں گھسیٹتے پھرتے۔ وادی مکہ کی گرم ریت پر انکو لٹایا جاتا اور گرم پتھر چھاتی پر رکھدیا جاتا۔ مشکیں باندھکر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔ دھوپ میں بٹھلا دیتے۔ بھوکا رکھتے۔ مگر اسلام کا وہ اثر تھا کہ حضرت بلال کو ان تکالیف کی کچھ پرواہ نہیں تھی۔ وہ احد احد کے مستانہ نعرے لگاتے تھے اور خوش تھے۔ آخر یہ حالت دیکھ کر ابوبکر صدیق رضؓ نے انکو خرید لیا اور آزاد کردیا۔

حضرت بلال

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجکو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آزادی
تری غلامی کے صدقہ ہزار آزادی

وہ آستانہ چھٹا تجھ سے ایکدم کیلئے
کسی کے شوق میں تونے مزے ستم کیلئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہو وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورت سلماں ادا شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا
اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا

مدینہ کیا تھا نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دلے کہ طپید و دمے نیاسائید

گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پر

طپش ز شعلہ گرفتند بر دلِ تو زدند
چہ برق شعلہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ تھی
نماز اُسکے نظارے کا اک بہانہ تھی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا تیرا

نقل ہے حضرت عفیرہ رضؓ آپ عفار حمیری کی بیٹی ایک مشہور صحابیہ تھیں۔ بڑی زاہدہ صابرہ۔ عابدہ اور بڑے بڑے غزوات میں شریک رہ کر میدان کارزار میں کفار سے لڑتی رہیں ۱۴ھ بموقعہ جنگ شحورا اور ۱۵ھ میں بمقام یرموک آپنے خاص بہادری کے جوہر دکھائے۔ جب عورتوں کی شجاعت کا یہ حال تھا تو اُنکے مردوں کا کیا کہنا ہے۔

اور صابرہ ایسی تھیں کہ تکالیف کی ذرا پروا نہ کرتی تھیں صبرِ جمیل انہیں کو حاصل تھا۔ اور کیوں نہ ہو قرآن شریف میں صبر کا ذکر بار بار آیا ہے۔ یہ انکی عاملہ تھیں پ ۲۹ المعارج (۱) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا تک آپ انکی مخالفت پر صبر ایسا کیجئے جس میں شکایت کا نام بھی نہ ہو۔

نقل ہے۔ خولہ انصاریہ آپ مدینہ منورہ کی رہنے والی ثعلبہ بن احرم کی بیٹی اور اوس بن ثابت کی زوجہ محترمہ ایک نامور صحابیہ تھیں۔ حضرت عمرؓ اپنے عہدِ خلافت میں آپکی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپکے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ آپ علی ابن المعلی کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت خولہ سے ملاقات ہوگئی جنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم آپ کو عُمیر و عُمیر و کر کے پکارا کرتے تھے۔ بعد ازاں عمیر سے آپ عمر کہلائے اور اب خدا نے آپ کو عمر سے امیر المومنین بنا دیا۔ جسکے بعد حضرت خولہ رضہ نے بہت بہت نصیحت آمیز باتیں کیں کہ حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوگئے۔ علی ابن المعلی نے کہا کہ او نیکبخت تُو نے امیر المومنین کو رُلا دیا۔ اسپر حضرت عمرؓ نے کہا او ابن المعلی چُپ رہ تو نہیں جانتا کہ تیری مخاطب کون ہے؟ یہ وہ خولہ ہے جسکی بابت اللہ تعالیٰ نے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ قرآنِ مجید میں نازل فرمایا ہے۔

آپ علاوہ دیندار ہونے کے فنِ جنگ میں بھی خوب ماہر تھیں۔ چنانچہ جنگ یرموک میں شریکِ کارزار تھیں۔ اے سعیدہ جو کہ خولہ رضہ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کا مختصر حال اور آیت کا ترجمہ لکھا ہے تاکہ عام فہم ہو جائے۔ اِس آیت میں ذکرِ ظہار یعنی بیوی کو ماں کہنا اسپر کفارہ آئیگا۔ ظہار اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنی بیوی سے یوں کہے تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ جس کا ذکر اس آیت میں ہے پ ۲۸ المجادلہ (۱) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا سے عَذَابٌ اَلِيْمٌ تک۔ بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو (اے نبی) تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کرتی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی

بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں وہ (ظہار کرنے سے) اُنکی مائیں نہیں (ہوجاتیں) ہیں۔ اُنکی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اُنکو جنا ہے۔ اور بیشک یقیناً وہ ایک بُری بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور بیشک یقیناً اللہ درگذر کرنیوالا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر جو کہا اُسکے خلاف کرتے ہیں اُنکے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اِس سے پہلے کہ دونوں ایک جا ہوں (ضروری) ہے۔ اِسکی تمہیں نصیحت کیجاتی ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اُس سے باخبر ہے۔ پھر جو کوئی (آزاد کرنے سے پہلے) غلام نپائے تو (اُسکے ذمے) پے درپے دو مہینے (کے روزے) قبل اسکے کہ دونوں یکجا ہوں (ضروری) ہے۔ پھر جو کوئی اتنا مقدور نہ رکھے تو اُسکے ذمے ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلا دینا ہے فرض۔ یہ حکم اسلئے دیا گیا کہ تم اللہ اور اُسکے رسول کا حکم مانو (اور آئندہ ظہار نکرو) اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور اللہ کا کافروں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے ف مختصر روئداد اس قصہ کی یہ ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ اور اُنکے شوہر اوس بن صامت میں شکر رنجی رہا کرتی تھی ایکمرتبہ اس شکر رنجی کو ایسا طول ہوا کہ انکے شوہر نے اُنسے یہ کہدیا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی تو میرے اُوپر ایسی ہے جیسے کہ میری ماں کی پیٹھ۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اس قسم کے الفاظ سے مفارقت ہوجایا کرتی تھی۔ جب اُس کا غصہ فرو ہوا (جسکو حضرت نے فرمایا ہے کہ غصہ کرنا کار شیطان کا ہے۔ اور شیطان پیدا کیا گیا ہے آگ سے اور بجھائی نہیں جاتی آگ مگر پانی سے۔ پس جس وقت غصہ ہو تم میں سے کسیکو پس چاہیئے کہ وضو کرے) تو وہ بھی نادم ہوئے اور اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہا۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا اور کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر پوچھتی ہوں۔ جیسا اللہ و رسول کا حکم ہوگا ویسا ہی کرونگی۔ چنانچہ وہ حضور نبوی میں آکر عرض حال کرنے لگیں آپنے موافق دستورِ قدیم کے فرمایا کہ اب تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں۔ یہ سنکر وہ کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ اُنسے طلاق تو دی نہیں۔ پھر میں کیوں حرام ہوگئی

خولہ کی پریشانی۔ وکامیابی

پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولیں۔ کہ اے اللہ میں اپنے درد وغم کی شکایت تجھ سے کرتی ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں انہیں شوہر کے حوالے کردوں تو وہ انکی اچھی طرح پرورش نکرسکے گا۔ وہ خراب ہو جاوینگے۔ اور اگر رکھ لوں تو انکے کھانے کو کہاں سے لاؤں۔ میری جوانی تو سب اسی کے پاس صرف ہوگئی۔ اب بڑھاپے میں کہاں جاؤں۔ یہی شکایت اور مجادلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رہی تھی کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ اے نبی اللہ نے اس عورت کی گفتگو سن لی۔ یعنے اُسے درد وغم سے نجات دی۔ اب یہاں ظہار کا حکم بیان ہوتا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں یہ بھی ایک قبیح رواج تھا۔ ایسے لفظ کے کہدینے سے مفارقت ہو جایا کرتی تھی۔ حق جلشانہ نے اس رواج کو مٹا دیا۔ مگر اصلاحِ اقوال وافعال و درستی اخلاق کے لئے یہ ضرور تھا کہ ایسے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ منہ سے نہ نکالے کہ شریعت کی طرف سے کوئی تازیانہ مقرر ہو۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ ظاہری و باطنی دونوں قسم کی اصلاح کی ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اس قولِ ناروا کے تلفظ کی سزا میں بطور جرمانہ کے شریعت نے یہ قانون مقرر کیا کہ وہ کہنے والا قبل اسکے کہ اپنی بی بی سے ہم خلوت ہو ایک غلام آزاد کرے۔ اتنی مقدرت نہو تو ساٹھ روزے پے درپے رکھے اتنی قوت نہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم سنکر خولہ نے عرض کیا کہ میرے شوہر میں نہ ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت ہے نہ ساٹھ روزوں کی قوت اور نہ ساٹھ مسکینوں کے کھلانے کی مقدرت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر حکم کی تعمیل کریں۔ ایک عرق چھوہارون کا دونگا۔ اب وہ کہنے لگیں میں بھی ایک وسق دونگی (عرق اور وسق پیمانوں کا نام ہے) واضح ہو کہ ظہار کے معنی لغوی بلند کے ہیں۔ کیونکہ اس قول میں قابلِ تعظیم شخص سے تشبیہ ویکجائی ہے اسلئے اسکو بھی ظہار کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہار کے حکم میں وہ الفاظ داخل ہیں جن میں اپنی

بی بی کو کسی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دیجائے جس کا دیکھنا جائز نہیں مثلاً سینہ۔ پیٹ
پیٹھ وغیرہ کے۔ نہ مثل کف دست و پا وغیرہ کے خواہ وہ محرم ماں ہو یا بہن۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اِس مسئلہ میں دو قول منقول ہیں۔ ایک تو امام ابوحنیفہ رح
کے موافق ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ صرف ماں کے ممنوع النظر عضو سے تشبیہ دے تو ظہار
ہوگا ورنہ نہیں۔
کفارہ میں مسکینوں کا کھانا کھلانا ذکر ہے اِس سے یہ مقصود ہے کہ ایک دفعہ پیٹ بھر کے
کھلائے یعنی مسلمان کو کھلاوے جتنا کھا سکے۔ مقدار شارع نے بتصریح بیان نہیں کی۔ یہ
بھی اختیار ہے کہ خواہ ایک دن ایک ہی مجلس میں ساٹھ مسکین کھلائے یا علیٰحدہ علیٰحدہ۔
علیٰ ہذا اگر کوئی شخص بسبب ناواقفی یا از خود رفتگی کے قبل کفارہ دینے کے اپنی بیوی
سے ہمبستر ہوجائے تو اسکو چاہیئے کہ توبہ کرے اور اب بغیر کفارہ ادا کئے ہوئے ایسا نہ کرے۔
یہ سب غصہ کا وبال ہے اور غصے میں یہ بات تجربہ کرکے دیکھی گئی ہے کہ عقل اوندھی
ہوجاتی ہے اونچ نیچ کچھ سوجھتا نہیں۔ جب غصہ اُترتا ہے عقل ٹھکانے لگتی ہے تب پچھتاوا
ہوتا ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں۔ عقلمند وہ ہے جو غصہ پی جائے اور جو کام کرے سوچ سمجھکر کیا کرے
ضرور ہے کہ گرما گرمی میں ہتھیلی پر سرسوں جمائی جائے اور ٹھنڈے دل اور مناسب موقع اور
مناسب وقت اور نرمی سے کیوں نہ کام نکالا جاوے۔ گڑ دینے سے کام نکلے تو زہر کیوں دے۔
مثل مشہور ہے جلدی کام شیطان کا ہے۔ غصہ مردوں اور عورتوں دونوں میں ہوتا ہے
جب شکر رنجی ہوتی ہے تو دونوں طرف کھچاؤ سے اور زیادہ بدمزگی ہوتی ہے۔ ایک گرم ایک
نرم ہو تو کام بنجائے۔ عورتوں کو بہت ضرور ہے کہ اپنے شوہروں کی مزاجداری کریں۔ مانا کہ مرد
کی ہی زیادتی ہے مگر عورت کے لئے چارہ کار ہی کیا ہے۔ کیوں نہ وہ طریقہ اختیار کرے کہ
سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ کیا ضرور ہے کہ لڑائی کیوقت اگلے پچھلے سب جھگڑے نکال دھرے
کئے جائیں ممکن ہے غصہ کے بعد وہ کام سہولت سے نکل آوے۔ جو شخص برسر زیادتی ہو وہ

دل میں پشیمان ہی ہوگا اور اُسکے تحمل کا شکر گذار۔ گرما گرمی میں کسی بات پر ہٹ کرنے سے کیا فائدہ وہ بات تو ہوتی ہوائی نہیں۔ اور تفرقہ ہو جاتا ہے دلوں کا غبار نہیں نکلتا۔ مآل اندیشی نہ مردوں میں ہے نہ عورتوں میں ورنہ اطاعت اور فرمانبرداری ایسی چیزیں ہیں کہ دشمن کو دوست بنا لیتی ہیں۔ عورت کو چاہیئے کہ مرد کی عظمت کو نگاہ رکھے۔ نہ کہ کوسے اور ستائے۔ عورتوں کا غصہ کھانے پر نکلتا ہے۔ دانہ پانی بند۔ بھلا کسی سے کھانا بھی چھوٹتا ہے۔ چولھے میں آگ تک نہیں پڑی۔ بچے بھوکے بلبلاتے رہتے ہیں۔ یہ کس لئے کہ مرد زیر ہوں۔ بھلا اِن باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ سیدھے سے رنج کا اظہار کیا جاتا اور بعد میں جو بات خلاف مرضی ہے اُسکے دفعیہ کی تدبیر۔ حضرت خولہ کی وفاداری اور شوہر کے ساتھ محبت قابل داد ہے کہ باوجود ظہار ہو جانے کے جو ایام جاہلیت میں ایک قسم کی طلاق تھی خاوند کو نہ چھوڑا۔ اور اپنی جد وجہد سے ہمیشہ کے لئے قانونی رستہ کو صاف کرا دیا کہ ظہار طلاق نہیں ہے ؁

وفادار بیوی

خدا کی رحمت وفادار بیوی — خدا کی ہے رحمت نکوکار بیوی
میاں کی محبت میں مٹ جانے والی — تکالیف میں اُسکے کام آنیوالی
مصیبت میں شوہر کا غم کھانیوالی — تردّد میں دل اُس کا بہلانیوالی
غریبی ہو افلاس ہو بے زری ہو — گوارا ہے شوہر کی خاطر سب اُسکو
نہ کرتی ہے دُکھ میں جلاپے کی باتیں — نہ راحت میں ناحق دکھاوے کی باتیں
نہ کچھ مال و زر کی طلبگار ہے وہ — میاں کی خوشی کی خریدار ہے وہ
اگر خوش ہے شوہر خوشی ہے اسے بھی — اسے غم ہے تو بیکلی ہے اسے بھی
زر و سیم لعل و گہر کے خزانے — محبت کے آگے وہ سب ہیچ جانے
ہو جس جھونپڑے میں وفادار شوہر — وہ ایوان شاہی سے ہو اُسکو بڑھکر
بیاباں میں گر اس کا پیارا میاں ہے — وہی اسکی نظروں میں اک گلستاں ہے

اے سعید غصہ ایک آگ ہے۔ اسکی نسبت شیطان کے ساتھ ہے۔ شیطان کا قول ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور آگ کا کام اضطراب ہے اور مٹی کا کام سکون ہے۔ حضرت یحییٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جو خدا کے غضب سے بچاوے کہا غصہ نہ کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غصہ ایمان کو بگاڑ دیتا ہے جیسے شہد کو ایلوا غصہ پی جانا ضروری امر ہے چنانچہ ارشاد ہے وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اس میں تعریف کی ہے اُن انسانوں کی جو غصہ پی جاتے ہیں۔ غرضکہ حلم و صبر سے بہتر کوئی کام نہیں۔ اور آپنے فرمایا ہے بہتر تم میں وہ ہے جو دیر میں غصہ ہو اور جلد اُس کا غصہ فرو ہو جائے اور بدتر وہ ہے کہ جلد غصہ میں آجائے اور دیر میں غصہ ٹھنڈا ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ سے فرمایا کہ غصہ نہ کر اُنہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں بشر ہوں تب انہے فرمایا۔ مال جمع نہ کر۔ کہا یہ کام ہو سکتا ہے ٭

نقل ہے کہ حضرت سلمیٰ آپ زارع بن عروہ کی بیٹی اور ایک جانباز سپاہی صحابیہ ہیں۔ اکثر معرکوں میں صحابہ کے ہمراہ شریک رہیں ۱۶ھ میں جنگ سحورا کے دن آپنے ایسی بہادری دکھائی کہ دوست و دشمن سب انگشت بدندان تھے۔ لڑائیوں میں زخمی غازیوں کی مرہم پٹی اور دلجوئی کرنے میں بہت کوشش کیا کرتی تھیں۔ آنحضرت آپکی خدمت دینی سے بہت خوش تھے اور آپنے اکثر صحابیہ کے لئے دعائیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمت والے رسولوں کی تعریف کی ہے اور انکو صبر کی ترغیب دی ہے پ ۲۶ الاحقاف (۴) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ تک دلے پیغمبر جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو اور اُنکے لئے عذاب کی جلدی نکرو **ف** اس آیت شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ مکہ کے کفار کی دغابازی اور بیہودگی سے بیزار نہوں اور رنجیدہ نہوں بلکہ صبر جمیل اختیار فرما دیں جس طرح سے کہ آپکے قبل اور بڑے بڑے رسولوں نے اس مقام پر صبر سے کام لیا ہے۔ خدا کے نیک بندوں سے اِن بدمعاشوں نے ہمیشہ مخالفت

کی ہو اور ہمیشہ جبر سے کام لیا ہو ہمیشہ تعدی اور ظلم کیا لیکن اللہ کے نیک بندوں نے ایسے موقعوں میں صبر و تحمل سے کام لیا اِن نفس پرستوں کو شکست دی ہے

لیلیٰ کی یاد میں مجنوں کی فریاد

محبت میلانِ طبیعت جو ایک خوش آیندہ چیز کی طرف ہو۔ اگر وہ رغبت قوی ہو اور اُسکے بغیر نہ رہا جائے۔ صبر ہاتھ سے جاتا رہے تو اُسکو عشق کہتے ہیں اِس ہی محبت کے جال میں مجنوں گرفتار ہوا تھا۔ ایک رات مجنوں تنہائی میں پروردگار عالم سے عرض کرنے لگا خداوندا تو نے لیلیٰ کی محبت میرے دل میں ڈالکر کیوں مجھے مجنوں کر دیا۔ اسی محبت کیوجہ سے میں نہایت درد و غم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ اے مجنوں اِس محبت میں تجھے اسلئے مبتلا کیا کہ تو اس محبت کی وجہ سے جورات کو جاگتا ہے اور یارب یارب کے نعرے مارتا ہے تیری گریہ وزاری اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ لیلیٰ کا کام نہیں ہے بلکہ میرا ہی کام ہے کیونکہ لیلیٰ کے اندر جو کچھ خوبصورتی تجھے محسوس ہو رہی ہے وہ بھی تو میری ہی دی ہوئی ہے ؎ کو بچشمان دل مبیں جز دوست ٭ ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست ٭ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جو کچھ کہ لیلیٰ میں نظر آتا ہے وہ میرا ہی تو ہے ؎ اگرت چشم دیدہست رسد جلوۂ یار با ببیں ہر جا ٭ اور حافظ شیرازی کا شعر ہے ؎

حسن خود از روئے خوباں آشکارا کردہ ‌ ‌ ‌ پس ز چشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

وہ لوگ گرویدہ محبت ہیں جنہوں نے جامۂ صبر کو چاک کر دیا ہے اور نام مجنوں کھوایا ہے وہ لوگ ہیں مرفوع القلم جن سے حساب نہ کتاب۔ مصرع

نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

زن نیک خو

جناب سید غلام مصطفےٰ خان صاحب ذہین

ایک تمام و سبے ہنر۔ جاہل		زشت خو۔ جنگ جو۔ غبی۔ کاہل

اُسکو زوجہ ملی تھی صاحب علم — باہنر نیک۔ اہل عفت و حِلم

اُسکے گھر میں یہ حورِ جنت تھی — خوبصورت تھی نیک سیرت تھی

مرد کرتا تھا زن پہ جور و جفا — زن نہ کرتی تھی ترک مہر و وفا

کرتی رہتی تھی وہ اطاعت بھی — صبر بھی شکر بھی۔ قناعت بھی

مرد کہتا بری بُری باتیں — زن اُٹھاتی کڑی کڑی باتیں

فکر رہتی تھی اسکو شام و سحر — کہ رہے مجھ سے خوش مرا شوہر

اُسکی خدمت میں رہتی تھی سرگرم — نرم ہو جاتی جب وہ ہوتا گرم

کرتی رہتی تھی رات دن خدمت — تاکہ گھر میں اُسے ملے راحت

اُسکو آرام سے بٹھاتی تھی — زحمت اُسکے لئے اُٹھاتی تھی

وقت پر کرتی انتظام طعام — تاکہ اُس کا ہرج نہ ہو کوئی کام

گھر جب آتا تھا مرد باہر سے — بات کرتی تھی ہنس کے شوہر سے

وہ جھڑکتا تو چُپ یہ رہتی تھی — ہنس کے شوہر سے پھر یہ کہتی تھی

کہ تمہارا ہے کس طرح کا مزاج — اسقدر مجھ سے کیوں ہو برہم آج

غم سے خالی بشر نہیں ہے کوئی — کہو غم کا سبب اگر ہے کوئی

تم جو پھرو اداس ہو رہتے — حالِ دل مجھ سے کیوں نہیں کہتے

کیسی تشویش میں اُٹھاتی ہوں — چپ ہو تم ڈر میں سہمی جاتی ہوں

کرنا پڑتا ہے جبر انساں کو — چاہیئے شکر و صبر انساں کو

مرد ہمت کبھی نہیں ہارے — کام بن پڑتے اِس سے ہیں سارے

سنتا تھا وہ مگر نہ بات اُسکی — کبھی چپ رہتا غصہ ہوتا کبھی

کم لیاقت تھا اور کم آمد — اِس پہ اسراف کی تھی عادت بد

خوش سلیقہ تھی عورت اُسکی مگر — سینکڑوں جسکے ناخنوں میں ہنر

اسکے حق میں وہ حق کی نسبت تھی — تھی تو گھر کی اسی سے زینت تھی
لکھنے اور پڑھنے میں وہ تھی مشاق — اور سینے پرونے میں بھی طاق
گو نہایت تھی پردہ کی پابند — کام اُس کا مگر نہ رہتا بند
گھر میں ساری اسی کی تھی برکت — مرد کے پاس زر نہ کچھ دولت
پھر بھی کوئی خطا جو ہو جاتی — قہر ہو جاتا اک بلا آتی
جی میں جو آتا تھا وہ کہتا تھا — چُپ یہ رہتی وہ بکتا رہتا تھا
کھانا کھانے جو بیٹھتا شوہر — اک نہ اک آفت آتی زوجہ پر
کبھی کہتا کہ ہے زیادہ نمک — اور کئے جاتا پہروں ہی بک بک
کبھی کہتا ہے بے مزہ سالن — اور کبھی چھین سے توڑتا برتن
آتا باہر سے جب وہ بدسیرت — گھر میں آجاتی یک بیک آفت
دیر کھانے میں گر ذرا ہوتی — کیا طبیعت چراغ پا ہوتی
پکتی ہوتی جو کوئی چیز اُسوقت — پھر یہ کرتا وہ بے تمیز اُسوقت
آگ وہ چولھے کی بجھا دیتا — سارا گھر سر پہ وہ اُٹھا لیتا
زوجہ اُسکی کہ نیک عورت تھی — وہ ہزاروں میں ایک عورت تھی
مرد کی دیکھ کر یہ بدعادت — دل میں آنے نہ دی کبھی نفرت
کام اچھا ہو اُس سے یا ہو بُرا — رہتا تھا وہ مگر ہمیشہ خفا
باحیا زن تھی رنج سہتی تھی — جب وہ بکتا تھا چپ یہ رہتی تھی
پہلے آہستگی سے سمجھاتی — وہ بگڑتا تو چُپ یہ ہو جاتی
ہوتی تھی زن اگر علیل کبھی — درد و ایذا کو ضبط کر لیتی
درد دکھ وہ نہ کیوں چھپائے رہے — مرد ہمدرد ہو تو حال کہے
کرتی تھی رنج و غصہ ہر دم ضبط — تا بڑھے مرد سے محبت و ربط

کرتی آگاہ اُسکو شام و سحر / کارِ بد - بد کے بد نتیجہ پر
تھی یہ مشکل کہ زود رنج تھا مرد / پھر بھی اُسکی بنی رہی ہمدرد
بولی اِک دن کمال نرمی سے / صاحب ایسی زبان تیزی سے
ہے بڑا غم مجھے تو ہے اِس کا / کہتے ہونگے محلے والے کیا
بولا وہ اپنا گھر کسی کو کیا / کہنے والا ہے کون ہم کو بھلا
گھر میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں / کہنے والوں سے کوئی ڈرتے ہیں
جب یہ دیکھا کہ ہو گیا برہم / دل میں اپنے وہ ہو گئی ملزم
بات کر کے قصوروار ہوئی / کر پشیمان و شرمسار ہوئی
ہوتا جس وقت غصہ میں شوہر / رکھتی زن مرضی اُسکی مدِ نظر
جوڑتی ہاتھ منتیں کرتی / کرتی برداشت شدت و سختی
ہوا دھیما جو غصہ شوہر کا / بولی کیوں اتنا ہو گئے تھے خفا
رنج کس بات کا ہے کیا ہے فکر / مجھ سے بھی تو کرو کچھ اس کا ذکر
بولا بل کھا کے غیظ میں شوہر / کیوں نہ ہو رنج جب نہیں ہے زر
بولی یہ سنکے وہ قصور معاف / تم میں بیجا ہے عادتِ اسراف
اِس پہ ہے کاہلی بھی اک آفت / پھر جو چاہو تو کیا ملے راحت
تم میں پیدا اگر ہوں نیک صفات / عید گھر میں رہا کرے دن رات
نہیں گھر کا خیال کچھ صاحب / رہتے ہو آٹھ آٹھ دن غائب
کام چلتا ہے سخت زحمت سے / ایک پردہ نشین کی محنت سے
دل میں سمجھو گے تم کہ ہے کبتی / کام سے میں ذرا نہیں ہٹتی
تھی جو بے فکری اور آزادی / تم نے پھر کیا سمجھ کے کی شادی
ہے ابھی سے جو رنج حد سے زیاد / کیا کرو گے جو ہو گئی اولاد

فکر انجام چاہیئے صاحب
کرنا کچھ کام چاہیئے صاحب

ہے وہی مالدار و صاحبِ زر
جس میں ہو جوہرِ کمال و ہنر

سیم و زر کی ہر اک کو حاجت ہے
جس سے حاصل ہو زر لیاقت ہے

چاہیئے پہلے کسبِ علم و کمال
کہ مآلِ کمال ہی تو ہے مال

مرد بولا یہ زوجہ سے سُنکر
سیکھنے بیٹھوں اب میں علم و ہنر

بیوقوفی پہ مت کو اپنی ہے ناز
سنو مجھ سے تونگری کا راز

ملتی ہے دو طریقہ سے دولت
جاہلانہ کرو نہ تم حجت

یا تو ترکے میں باپ دادا کے
یا کوئی مالدار زوجہ سے ملے

کہتے جاہل ہیں مال و زر والے
خاک چھانا کئے ہنر والے

کیسا بدبخت میں بھی ہوں افسوس
دونوں جانب سے ہو گیا مایوس

ہائیں عورت ملی بھی تو نادار
زر و زیور ہے کچھ نہ ملک و وقار

کیا کریں لیکے نیک سیرت کو
کسکو دکھلائیں اچھی سیرت کو

تنگی لچی اگر ملے عورت
ایسے پھوٹے نصیبوں پہ لعنت

فائدہ تم سے کیا ضرر کے سوا
کچھ نہ حاجت مجھے تھی زر کے سوا

بولی زوجہ یہ طعنے سن سُن کے
آپکی عقل و فہم کے صدقے

آپ مجھ سے رکھیں ضرر کی اُمید
خیر ہے آپ کو ہے شر کی اُمید

نیک سیرت اگر ملے عورت
مال و زر ہے وہی۔ وہی دولت

نیک خوئی کے ساتھ ہو جو حسیں
ایسی بی بی ہے حورِ خلد بریں

اسپر اُسمیں اگر ہو علم و ہنر
اُس سے دنیا میں کون ہے بہتر

سب یہ باتیں ہیں مجھ میں شکرِ خدا
اک نہیں مال و زر تو تم ہو خفا

گھر میں جسکے زنِ بد جنت ہو
ہو وہ مفلس۔ اگر تونگر ہو

مردِ مفلس کو نیک خو عورت — کرتی ہے صاحبِ زر و دولت
تجربہ ہی نہیں نہیں اس کا — گر کہوں اور کچھ تو ہوگے خفا
یہ سخن سن کے بے ہنر بولا — کہ ہنر کا تمہارے کیا کہنا
مجھکو رہ رہ کے آتی ہے حیرت — تم کو آتی نہیں ذرا غیرت
اپنی تعریف آپ کرتی ہو — دم لیاقت کا اپنے بھرتی ہو
نفع تم سے مجھے ہے کیا پہنچا — پہلے تو یہ بتادو مجھکو ذرا
بیاہ کر جب سے آئیں میرے گھر — کیا ملا تم سے مجھکو مال و زر
اچھی سیرت سے نفع پہنچا کیا — ہنر و علم کام آیا کیا
بڑھ گئی خوب اب تمہاری زبان — اب دکھانے لگی ہو اپنی شان
دیکھ کر مرد کا یہ جوش و خروش — زنِ خوش خلق ہوگئی خاموش
دل میں کہنے لگی بعجز و نیاز — ہے خدا کارساز بندہ نواز
ہاتھ میں اسکے تھے ہنر صدہا — یہ کشایش کا اک ذریعہ تھا
دوراندیش و عاقبت بیں تھی — فکر رہتی تھی وہ کفایت کی
کام کی جو کچھ اجرت آتی تھی — خرچ کچھ کرتی کچھ بچاتی تھی
ہوگئی جب وہ صاحبِ اولاد — تھی نہ کچھ فکرِ خرچ دل تھا شاد
فکر بھی دور رنج تھا مفقود — نانِ گرم آبِ سرد تھا موجود
اسکو تشویش زر نہ تھی اب کچھ — تھا خدا کا دیا ہوا سب کچھ
اسقدر جمع ہوگیا تھا زر — کہ رہا تھا نہ مفلسی کا ڈر
گھر کی ہر طرح ہوگئی زینت — فرش اجلا تھا اور مصفا چھت
رکھتی تھی زر چھپا کے شوہر سے — اسکے اسراف محض کے ڈر سے
وہ اسی بات پر بگڑتا تھا — بات کرتا کبھی تو لڑتا تھا

ایک دن لڑکے چلد یا شوہر
پھر جو آیا تو اس طرح آیا
اسنے دیکھا بگڑتے گھر اپنا
رہتی تھی بسکہ مضطرب گھر میں
سمجھی دیدار مرد کو نعمت
گل کے پھولوں میں اسنے پایا خار
سوت کا غم اسے ہوا تو ضرور
تھا جو منظور خوش رہے شوہر

اور اک عرصہ تک نہ آیا گھر
دوسری بیوی بیاہ کر لایا
رہ گئی دل مسوس کر اپنا
مبتلا درد ہجر شوہر میں
اور زحمت کو باعث رحمت
دیکھی اک ساتھ میں خزان و بہار
قرب شوہر سے ہو گیا غم دور
کرتی دونوں کی خاطر آٹھ پہر

نقل ہے شیخ الاسلام احمد جامی سے کہ ایک لڑکا اپنی ماں کے ہمراہ راہ میں چلا جاتا تھا۔ کہ یکایک اسکو بھیڑیا لے گیا۔ ماں اسکی روتی رہ گئی بجز صبر کے چارہ کیا تھا۔ عورت کی ذات کیا کر سکتی تھی۔ اتفاق سے ایک فقیر راہ میں ملا۔ اسنے کھانے کو مانگا۔ اسکے پاس ایک روٹی تھی وہی اسکو دیدی۔ اسی وقت اس لڑکے کو بھیڑیا صحیح وسلامت راہ میں رکھ گیا۔ اور خود بھاگ گیا۔ (مصرع) سخاوت ہمہ دردہا را دواست،،

حدیث ہے صدقہ پوشیدہ دینا خدا کے غصہ کو فرو کرتا ہے۔ ظاہر دینا دوزخ کی آگ کی سپر ہے آنحضرت نے فرمایا ہے مرنے سے پہلے سخاوت کرو چاہے تھوڑی ہو اللہ تعالیٰ سخاوت کو دوست رکھتا ہے مرنے سے پہلے۔ اس واسطے کہ بعد مرنے کے اسکے قبضہ کی بات نہیں رہتی۔ حضرت نے ایکبار اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کون ہے تم میں ایسا کہ جو اپنے مال کو وارثوں سے زیادہ دوست رکھتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو اپنے ساتھ لیجائے اور جھوڑا وہ تو وارثوں کا مال ہے وارثوں کے مال کو عزیز سمجھتے ہیں۔ واقعی اگر آدمی حضور کے فرمانے کو دیکھے اور غور کرے تو معلوم ہو کہ ہم سب غفلت میں پڑے ہیں۔ اپنے مال سے حسرتیں ساتھ لیجاتے ہیں

اور اپنے مال بنانے کی جو وہاں کام آئے ذرا بھی فکر نہیں کرتے ۔

حکایت ۔ ایک میاں بیوی ملکر کھانا کھا رہے تھے اور دسترخوان پر مچھلی تھی ۔ ایک سائل نے سوال کیا اُسکو کچھ نہ دیے گئے اُس رزاق کو یہ بات پسند نہ آئی ۔ اُنکے ہر کام میں نقصان آنا شروع ہوا اور یہانتک مفلسی کا بازار گرم ہوا کہ میاں سے بیوی کا نان و نفقہ بھی نہ دیا گیا اور نوبت بطلاق آ گئی ۔ اِس عورت نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کیا ۔ اور اتفاق سے ایک روز پھر اُس عورت نے مچھلی پکائی تھی اور ایک سائل نے سوال کیا فوراً اُس عورت نے جا کر روٹی مچھلی اُسکو دی ۔ جب دیکر آئی تو آثارِ غم اُس سے ظاہر ہوئے ۔ اُس خاوند نے پوچھا کہ تیرے بشرے سے غم پایا جاتا ہے ۔ اُس نے کہا سال بھر ہوا اسی طرح اپنے پہلے خاوند کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی ۔ کہ سائل نے سوال کیا ہمنے کچھ نہ دیا ۔ اِس سبب سے ہم عتاب میں آئے ۔ ہر شے میں نقصان آنا شروع ہوا ۔ اور مجھے اُسے چھوڑنا پڑا ۔ اب جو اس سائل نے سوال کیا اِس خیال سے کہ پھر کچھ رنگ نہ بدلے کھانا لیکر حاضر ہوئی ۔ اب جو دیکھا یہ وہ میرا وہی پہلا خاوند تھا ۔ اِس میاں نے کہا کہ وہ سائل میں ہی تھا ۔

ہر فرد بشر کو لازم ہے جب کوئی سائل سوال کرے تو اُسکی بات سب سُنو ۔ اُسکے کلام کو بیچ سے کاٹو نہیں ۔ اور جو کچھ ہو سکے اُسکی رفع حاجت کرو ۔ گر کچھ نہیں دیسکتے تو خوش اخلاقی اور دل جوئی سے تم اُسکو راضی کر دو اور معذرت کرو کہ اس وقت برکت ہے ۔ شائد وہ سائل آدمی نہ ہو فرشتہ ہو حکم الٰہی سے تمہارے امتحان اخلاق و عادات کے لئے آیا ہو کہ تم فقیروں اور محتاجوں سے کیا سلوک کرتے ہو ۔ یا جو تم کو دیا ہے اُسکو بموجب حکم خدا و رسول کے صرف کرتے ہو یا نہیں ۔ اور جو شخص دن رات میں کچھ خیرات کرتا ہے تمام آفات سے بچا رہتا ہے اور مال میں کمی نہیں ہوتی ۔ بلکہ زیادتی ہوتی ہے اللہ دینے سے خوش ہوتا ہے اور شیطان نہ دینے سے ۔ فائدہ اور نفع اُسکو ہے جسنے اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کیا قبل مرنے کے ۔ نقصان اُسکو ہے جس نے جمع کیا اور چھوڑ گیا ۔

ابن مسعود راوی ہیں کہ جو شخص تندرستی میں ایک درم راہِ خدا میں دے اُس سے بہتر ہے کہ بیماری میں سو درم اور زندگی میں اپنے ہاتھ سے ایک درم بہتر ہے مرے پڑا اسکے نام پر ہزار درم۔ آگے کی روشنی کام آتی ہے نہ کہ پیچھے کی۔ دنیا اپنے ہاتھ کا ہے۔ دوسرے کے ہاتھ کی اُمید موہوم ہے۔

حکایت شاہِ بلخ کی دختر پر جونگاہ ادہم بلخی کی پڑی ہزار جان سے عاشق شیدائی ہوئے اپنی حیثیت اور لیاقت اور بادشاہ کی حقیقت کو نہ تولا۔ فوراً شاہ سے عقد کی درخواست کردی۔ وزیر نے اُسکے ٹالنے کی یہ تدبیر کی کہ بادشاہی خزانے سے ایک بڑا موتی نکالا اور ادہم کو دیکر کہا کہ تم ایسے موتی لادو ہم تمہاری شادی شاہِ بلخ کی دختر سے کردینگے ضبط صبر نکر کے جوشِ عشق میں نکلکر سمندر پر پہنچے اور کچکول[1] نکالکر سمندر کو خالی کرنے لگے۔ چالیس روز برابر یہی کرتے رہے۔ سمندر دریائے ناپید اکنار۔ وہاں ادہم کے کچکول کا کیا شمار۔ لیکن اللہ رے عشق میں ثابت قدم ہو تو ایسا ہو۔ اللہ نے ادہم کی جانبازی پر رحم کیا اور اپنے فضل سے سمندر کو حکم دیا کہ بہت سے موتی بھرے سیپ درویش کے پاس پھینکدے۔ بموجب حکم الٰہی سمندر نے کچھ سیپ ادہم کی نذر کئے۔ بڑی خوشی خوشی موتی اُٹھا کر لائے۔ ایسے ایسے نادر موتی تھے کہ جنکے برابر کے موتی بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانوں میں نہونگے۔ جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے موتی پیش کئے۔ اور مطلوب کے ملنے کی درخواست کی۔ ہر شخص موتی دیکھکر حیران تھا۔ مگر وزیر بے تدبیر نے موتی رکھ لئے اور ادہم کو بُری طرح سے دربار سے نکلوا دیا۔

قصہ مختصر بادشاہ کی بیٹی مرضِ سکتہ میں مبتلا ہوئی اور شاہی حکیموں کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔ مرض کو نہ پہچانا۔ سب کی رائے یہی ہوئی کہ شاہزادی مرگئی۔ غرض دفن کرنے کے بعد ادہم لاش کو نکالکر لے گئے اور انجام کار ادہم سے شہزادی کا نکاح ہوا اور انکو وصال نصیب ہوا۔ لیکن یہ سب ہیچ۔ وہ محبوبہ بھی ہیچ۔ یعنی فانی۔ وہ محب بھی

[1] بھیک کا پیالہ جس میں سائل کھانا لیتا ہے ۱۲

فانی۔ کاش اگر ادہم اُنکی طرف نہ دیکھتا یا اپنی لگن خالق شاہزادی سے لگاتا۔ تو بڑے اولیاء اللہ میں سے ہوجاتا۔ اس قسم کے ہزاروں کارنامہ دنیا میں ہوئے اور ہونگے لیکن بالآخر سب کو دریائے فنا میں غرق ہونا پڑا۔ اور وجود سے عدم میں گئے۔ اگر باقی رہنا چاہتے ہو تو اُس باقی کی محبت میں فنا ہو جاؤ۔ جس طرح انبیاء اور اولیاء اُسکی محبت میں فنا ہوئے۔ اول سب سے محبت الٰہی میں حضرت ابراہیم نے قدم رکھا تھا۔ خلیل اللہ نام رکھوایا۔ محبت کے بیان میں آثار سعید میں اس کا مختصر حال دیکھو۔

حکایت۔ ایک عورت ایک باغ میں انگور خریدنے گئی۔ قحط کا زمانہ تھا۔ باغبان نے کہا کہ میری مراد پوری کردے تو تجکو کپڑا اور انگور دوں۔ عورت نے قبول کیا۔ باغبان نے کہا۔ جاؤ دیوار باغ کے دروازے بند کرآؤ۔ عورت گئی اور دروازے بند کرائی۔ باغبان نے کہا سب دروازے بند کردیئے کہا ہاں۔ مگر ایک دروازہ بند نکرسکی۔ باغبان نے کہا وہ کونسا ہے۔ عورت نے کہا خداوند تعالیٰ کا دروازہ۔ اگر لاکھ دروازوں کو بند کرہوں تب بھی وہ دیکھیگا باغبان نے ایک چیخ ماری۔ اور توبہ کی اور کچھ مال اور غلہ اور کپڑا دیکر رخصت کیا۔ ہاتف نے آواز دی کہ ہمنے دونوں کو بخشا۔ اور دونوں سے خوش ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہشت عدن ایسوں کو ملیگی کہ ایک معصیت کا خیال آوے تو میری عظمت کا خیال کرکے شرماویں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ذوالنون رفع حاجت کو شہر کے باہر کنارے نہر کے گئے۔ جب فارغ ہوکر لوٹے دیکھا کہ کنارے شہر کے بلند مکان پر ایک لڑکی ازبس حسینہ و جمیلہ کھڑی ہے۔ امتحاناً اُسکی عقل دریافت کرنے کو پوچھا۔ تو کون ہے کہا اے ذوالنون جبتک تم نے طہارت نہ کی تھی تو ہمنے تمکو مجنون تصور کیا تھا۔ جب طہارت کی تو عالم جانا۔ بعد اُسکے عارف سمجھے۔ اب معلوم ہوا کہ نہ تم مجنوں ہو نہ عالم۔ نہ عارف۔ کہا کیونکر۔ کہا اگر مجنون ہوتے تو طہارت نکرتے اور اگر عالم ہوتے تو نامحرم عورت سے کلام نکرتے اور جو عارف ہوتے۔ سوائے

خدائے برحق کے کسی طرف نظر نہ کرتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ کسی نامحرم کی طرف دیکھتا ہے تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیری طرف دیکھتا ہوں اور تو کس طرف دیکھتا ہے۔ حدیث میں ہے جو کوئی اپنی آنکھ بند کرے اُس سے جو اللہ نے اُسپر حرام کی ہے تو اللہ اُسپر حرام کریگا دوزخ حدیث میں ہے جو کوئی مسلمان کسی خوبصورت عورت کو بلاقصد اچانک دیکھ لے پھر نظر بسبب پرہیزگاری کے پھیرلے وہ خدا کے نزدیک عابد۔ پارسا ہے۔ مگر سب عورتیں اور سب مرد یکساں نہیں ہوتے ؎

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد		خدا پنج انگشت یکساں نکرد

بعض عورتوں کی بے عنوانیاں مختصر طور سے لکھی جاتی ہیں۔ اِس عنوان میں زیادہ جسکو دیکھنا ہے وہ بڑی کتابوں مثل الف لیلیٰ و بہار دانش وغیرہ دیکھیں۔ حضرت نظامی نے فرمایا ہے

اگر نیک بودے ہمہ کار زن		زناں را مزن نام بودے نہ زن

اور کسی نے اُمیدواں کے مصرع پر یہ مصرع لگایا ہے

زن کو ہندی میں کہتے ہیں گے نار		وقنا ربنا عذاب النار

زن بدخو

یہ نظم سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین ساکن حیدرآباد دکن کی ہے اِس میں زن بدخو کی پوست کندہ برائیاں بیان کی ہیں۔ عورتیں اِس طرح کے الفاظ سے غذر کریں۔

ایک تھا مرد ذی ہنر عاقل	وصف تھے جس میں مدح کے قابل
زوجہ اُسکی مگر تھی بد سیرت	ایک آفت وہ تھی عورت
زوج تھا پھول خار تھی زوجہ	زوج تھا نور نار تھی زوجہ
مرد تھا خیر محض۔ شر زوجہ	صلح جو مرد۔ فتنہ گر زوجہ
باوفا مرد۔ بے وفا زوجہ	باحیا مرد۔ بے حیا زوجہ
مرد سے تو ہر اک کو الفت تھی	اُسکی زوجہ سے سبکو نفرت تھی

رکھتے تھے مرد سے محبت غیر — رکھتے تھے زن سے سب یگانے بیر
مرد کے دل میں الفت بیحد — زن کے دل میں تھے بغض کینہ حسد
مرد تھا صابر و حلیم و متین — زن کے اوصاف قابلِ نفریں
بد زباں تھی، زباں دراز بھی تھی — مسرفہ اور اہلِ آز بھی تھی
زوج محنت سے پائے کیا راحت — زوجہ اُسکی اگر ہو بدسیرت
زوج کی جسقدر کہ آمد تھی — تذرِ اسراف زوجہ بد تھی
اِس پہ طرہ کہ ہو گئی اولاد — زندگی مرد کی ہوئی برباد
زن کی فرمائشوں سے مرد تھا تنگ — صلح کیسی کہ زن تھی بر سرِ جنگ
نہ گذرتا تھا کوئی دن ایسا — کہ نہ لے بیٹھتی کوئی جھگڑا
بات اچھی ہو یا بری کوئی — یہ لڑائی نکال ہی لیتی
کہتی ہر دفعہ تھی یہی رو کے — تم نے کچھ بھی کیا نہ میرے لئے
نہ کسی دن کھلائی اچھی چیز — نہ کسی دن پنہائی اچھی چیز
میں نے اِس گھر میں دُکھ ہی دیکھ جھیلے — ایکدن بھی نگذرا راحت سے
جب سے آئی نہ خوش رہی اکدن — تم سے یہ بات ہی نہیں ممکن
موت آئے تو پاؤں میں راحت — جان جائے تو جائے یہ کلفت
موت بھی تو خدا نہیں دیتا — ایسے جینے سے مرنا ہی اچھا
اسقدر مصرفہ وہ عورت تھی — گنجِ قاروں اُسے نہ تھا کافی
فکر انجام کی نہ تھی کچھ بھی — خرچ کل کا بھی آج ہی کرتی
روز ملجاتیں چیزیں کھانے کی — کچھ نہ تھی فکر اُسے بچانے کی
تحفتاً آتیں اچھی گر چیزیں — صرف کر دیتی ایک ہی دن میں
بلکہ شوہر کے آنے سے پہلے — حصے بخرے سب اُسکے ہو جاتے

ہاتھ جب روک لیتا تھا شوہر — یہ اُٹھا لیتی سر پہ سارا گھر

ناک میں اِس سے مرد کا دم تھا — جب سے شادی ہوئی یہ ہی غم تھا

گھر جب آتا تھا مرد باہر سے — دیکھتا زن ہے منہ پھلائے ہوئے

مرد غم جھیلتا اگر باہر — اور بھی رنج اُٹھاتا گھر آکر

کہتی زوجہ کہ دیر میں آئے — آج کیا مال و زر کما لائے

کچھ نہ کچھ لائے ہو تم آج ضرور — پیچھے آتا ہے کیا کوئی مزدور

ساتھ اپنے نہیں جو لائے ہو — کیا سواری میں چھوڑ آئے ہو

الغرض کرتی ایسی ہی باتیں — ساری بیہودہ طنز کی باتیں

سُن کے یہ باتیں مرد چپ رہتا — اور کہتا اگر تو کیا کہتا

زن بھری بیٹھی آٹھ پہر — دل میں فتنہ فساد و شور و شر

ہونے جب لگتیں رنج کی باتیں — کہہ گذرتی بڑی بڑی باتیں

خوف بیجا دلاتی شوہر کو — آگ کہتی لگاتی ہوں گھر کو

کبھی کہتی کہ ڈوبے مرتی ہوں — خودکشی آج ہی میں کرتی ہوں

کبھی جا کر چھُری اُٹھا لاتی — باؤلی پر کبھی چلی جاتی

مرد ہر بار کانپ جاتا تھا — کچھ نہ اسکی سمجھ میں آتا تھا

ماں کی حالت زبوں جو ہو ایسی — گھر میں کیا تربیت ہو بچوں کی

باپ جاتا تھا کام پر باہر — رہتی تھی گھر میں بدگہر مادر

بچوں کی تربیت ہے ماں کا کام — جاہلہ ماں ہو تو بنے کیا کام

بچوں سے کرتی ماں جو اُلفت تھی — فی الحقیقت وہ اک عداوت تھی

بچے جو کہتے ماں دلا دیتی — وہ بُری چیز ہو کہ ہو اچھی

اِس سے بیمار ہوتے وہ اکثر — آفت آتی تھی باپ کے سر پر

خود بھی کھاتی جو چاہتا تھا دل
صبر و پرہیز اسکو تھا مشکل

اس سے بیمار کچھ جو ہو جاتی
سر پہ شوہر کے آفتیں ڈہاتی

مرد کو سخت تنگ کرتی تھی
ہو کے زن اس سے جنگ کرتی تھی

مرد کو غم عنم اسکو کھاتا تھا
کچھ کئے اسکے بن نہ آتا تھا

دیتا بچوں کو مرد جب تعلیم
زجر سے انکو کرتا گر تفہیم

زن کو یہ ناگوار ہوتا تھا
اسکی خاطر پہ بار ہوتا تھا

کہتی انکو عبث پڑہاتے ہو
تم نکما انہیں بناتے ہو

پڑھ کے تم کون سے امیر ہوئے
اور مفلس ہوئے فقیر ہوئے

کیوں پھر افلاس کو بڑہاتے ہو
کیا سمجھ کر انہیں پڑہاتے ہو

جانے کس طرح جاہلہ عورت
علم کی کیا ہے قدر کیا قیمت

اور آداب کیا ہیں شوہر کے
حق ہیں کیا کیا پدر کے مادر کے

اور کیا ہیں حقوق فرزندان
کس قدر ہیں فرائض نسوان

مرتبہ کیا ہے ساس سسرے کا
زن میں اور باپ میں فرق ہے کیا

ساس تو اس سے سخت تنگ آکر
جا رہی تھی الگ ہی گھر لیکر

سوچا کرتا تھا شوہر محزون
معنے الرجال قوامون

باتیں یہ سنکے سب کہا اسنے
ہمکو پڑھ پڑھ کے خوب بول گئے

ہم ہیں پھوہڑ کہا بجا تم نے
ہمکو پھوہڑ بنا دیا تم نے

بچے پھوہڑ بتائیں گے تم کو
انگلیوں پر نچائیں گے تم کو

آنکھیں آپ اب ہمیں دکھاتے ہیں
سچ ہے دبنے کو سب دباتے ہیں

میں جو اچھی ہوں تو بری بھی ہوں
بڑھ کے تم کہتے جاؤ چپ میں ہوں

خوب بدلی نظر تمہاری تو
ہیں بھی لوں اب خبر تمہاری تو

تم نے کیا کیا کہیں ابھی باتیں ۔ میں سناؤں تمہیں جو صلواتیں
شرم آتی نہیں ندامت کو ۔ اور میں کیا کہوں بھلا تم کو
خود ہی مسرف ہو خود ہی نالاں ہو ۔ کچھ عجب طرح کے تم انساں ہو
تم نے بچوں کو خود بگاڑا ہے ۔ کہتے ہو پھر قصور میرا ہے
ناحق الزام مجھ پہ دھرتے ہو ۔ دیکھو اچھا نہیں یہ کرتے ہو
مجھ کو عاجز کرو نہ تم اتنا ۔ دیکھو مجھ سے نہیں ہے کوئی برا
فرق آیا نہ اسکی بک بک میں ۔ دوپہر ہونے آئی جھک جھک میں
اتنے میں ایک چھوٹا سا بچا ۔ آیا روتا ہوا کہ دو کھانا
غصہ اس وقت اسکو تھا از حد ۔ کچھ نہ آیا خیال پیش و پس
زور سے بچے کو دھکیل دیا ۔ جا کے پتھر پہ سر پڑا اس کا
بولا شوہر ارے خدا سے ڈر ۔ ایسا غصہ اور اپنے بچے پر
بولی زوجہ کہ چپ رہو بس اب ۔ اور بھی ورنہ ڈھاؤنگی میں غضب
بعد ہی اسکے وہ لگی رونے ۔ خوں میں تر دیکھ بچے کو اپنے
قہر کی تھیں نگاہیں شوہر پہ ۔ گالیاں دینے لگ گئی آخر
سوچتا تھا یہ شوہر محزوں ۔ کیا کروں اب میں اور کیا نکروں
آیا باہر سے دوسرا بچا ۔ وہ بھی کچھ ہاں سے روکے کہنے لگا
سر گیا طیش و غصہ حد سے سوا ۔ کچھ نہ سوچی اسے بھی دے ٹپکا
پھٹ گیا اس کا سر بھی صد افسوس ۔ اب وہ دونوں سے ہو گئی مایوس
ایک پتھر اٹھا لیا اس نے ۔ پہلے دے مارا سر پہ شوہر کے
بعد اسکے اٹھا کے وہ پتھر ۔ زور سے مارا اپنے سینہ پر
اور یہ کہتی ہوئی زمیں پہ گری ۔ ہائے آتی نہیں اجل بھی مری

چوٹ جو قلب پر لگی کاری
بجھ گئی اک بھڑک کے چنگاری

مرگئی خوں اُگل کے دم بھر میں
لیجئے امن ہو گیا گھر میں

اے ذہیں باعث پریشانی
عورتوں کا ہے جہل و نادانی

انکی تعلیم و تربیت ہے ضرور
تاکہ آجائے ان میں عقل و شعور

اس سے غفلت سبب ہے حجلت کا
جہل باعث ہے ذل و نکبت کا

ہے یہ ماں باپ کے فرائض میں
اپنی اولاد کو ہدایت دیں

کہ چلے راستی کے جادے پر
رہے ثابت وہ نیک ارادے پر

کرے افعال خیر شر نہ کرے
جانب شر کبھی نظر نہ کرے

پڑے بچپن میں نیک اگر عادت
کیوں بڑے ہوں تو انکو ہو ذلت

ہو جو بچپن میں تربیت تعلیم
ہو جوانی میں عزت و تعظیم

گذرے گی پیری اور حرمت سے
عمر ہوگی بسر فراغت سے

ورنہ جہل اک بڑی مصیبت ہے
باعث ذلت و ندامت ہے

مرد ہو کوئی یا کوئی عورت
علم اس کا شرف ہے یا زینت

ہے سرشت میں جہل و غرور
اس سے آتا ہے عقل و دیں میں فتور

گر نہ غیرت ہو مرد و عورت میں
مبتلا ہونگے دونوں ذلت میں

چاہیئے زن کہ نیک سیرت ہو
صاحب شرم و اہل عفت ہو

زن ہو خوش خو اگر تو کیا غم ہے
ہو جو بد خو تو گھر جہنم ہے

زن بد خو بلا ہے آفت ہے
نیک خو ہو تو حور جنت ہے

زن بد خو سے تو بچا یارب
ہے یہی رنج و فکر و غم کا سبب

نیک کے گھر میں ہو نہ بد عورت
رہے نیکوں سے دور یہ آفت

تو موفق ہے تو ہی ہے ہادی
تیرے قبضہ میں نیکی اور بدی

تو ہدایت دے تو ہی دے توفیق
عورتیں نیک سب ہوں مرد خلیق

ایک کو دوسرے سے ہو نہ ملال
رکھیں ایک دوسرے کا دونوں خیال

سبکو توفیق دے تو نیکی کی
اے خدا ہے دعا ذہین کی یہی۔

نسواں کو تعلیم نہ دینا جہالت ہے

نہیں عورات کو تعلیم دیتے کیا جہالت ہے
عداوت یہ نہیں اُنسے یہ خود اپنی عداوت ہے

بھلا ان جاہلوں سے نفع کی کیا خاک صورت ہے
کہ بے علمی تو خود دنیا میں اک بھاری مصیبت ہے

جو عورت ہو سلیقہ کی تو جنت کر دے دوزخ کو
یہاں تو وہ خود دوزخ سے بدتر اپنی جنت ہے

مسلمانوں تمہیں اوروں سے پیچھے رہ گئے دیکھو
قدم آگے رکھو ہمت کرو گر کچھ بھی غیرت ہے

جہالت عورتوں کی اک مصیبت کا ذخیرہ ہے
ہماری نکبت و افلاس کی یہ ہی حقیقت ہے

جو مستورات ہوں تعلیم سے آراستہ یکسر
تو پھر اپنی وہی توقیر اور پہلی سی عزت ہے

زبیدہ کون تھیں زیب النسا نام کس کا ہے
نہیں معلوم ہے یہ اسقدر کیوں انکی شہرت ہے

مسلمانوں میں علم و فضل کی دیوی تھیں یہ گویا
مسلم آجتک دنیا میں اُن کی قابلیت ہے

سُنا ہوگا نہ کیا نور جہاں کا تذکرہ تمنے
کہ ایجادوں پہ اُسکی اب تک اک عالم کو حیرت ہے

مثالیں ایسی رکھکر گھر میں پھر کس منہ سے کہتے ہو
کہ عورت کے لئے تعلیم اک شے بے ضرورت ہے

ذرا یورپ میں دیکھو علم و فن کی گرم بازاری
ادہر کالج کھلے ہیں اسطرف جاری تجارت ہے

وہاں کی عورتیں بھی ملٹن اور بیکن ہمسر ہیں
گلستان بوستاں ہمکو یہاں پر رہنا قیامت ہے

یہ علم و فن کی برکت ہے کہ یورپ آج سچا ہے
ہماری آہ رسوائی جہالت کی بدولت ہے

خدا کا فضل ہوتے دیر کب فاروق ہوتی ہے
گناہوں کی کفالت پر ہمیشہ اُسکی رحمت ہے

حکایت ایک روز کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلی امت میں ایک مرد خوبصورت تھا۔ ایک عورت اسکو دیکھ کر عاشق ہو گئی۔ کسی کام کے بہانے سے اسکو گھر میں بلایا۔ اور

اسکے لپٹ گئی۔ اُس مرد نے کہا میں تو خود یہ چاہتا تھا۔ مگر میرا بدن صاف نہیں ہے۔ مجھے چھوڑ دے کہ میں غسل کرونگا۔ وہ عورت خوش ہوئی اور پانی لاکر اسکو دیا اور کہا کہ کوٹھے پر جاؤ۔ وہ مرد کوٹھے پر گیا تو بالاخانہ پر پہنچا۔ جی میں کہا کہ اس کوٹھے سے نیچے گرنا اور ہلاک ہونا اس کام سے بہتر ہے۔ کوٹھے کے نیچے کود پڑا۔ ابھی زمین پر نہیں پہنچا کہ خدا تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ میرے بندے کو جا کر تھام لے اور اسکو زمین پر سلامت اُتار دے۔ اسی وقت فرشتہ پہنچا اور اُسکو اُٹھا کر زمین پر سلامت کھڑا کر دیا۔ اور ایک آواز غیبی سُنی کہ اے بندے چونکہ تو نے ڈر کر اپنی جان فدا کرنی چاہی ہمنے بھی تیری حفاظت کی اور آتش دوزخ سے آزاد کیا۔

اغوائے شیطانی سے دادی حوا کو لغزش ہوئی اور اُسنے قدم ثبات آدم کو ڈگمگا دیا

جب شیطان سے یہ کہا گیا قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (ترجمہ) تو نکل جا یہاں سے کہ تو مردود ہوا اور تجکو میری پھٹکار ہے یعنی لعنت ہے قیامت تک۔ شیطان نے کہا فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ابلیس نے کہا قسم ہے تیری عزت کی کہ میں گمراہ کرونگا اُن سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے چنے ہوئے اُنکو نکر ونگا۔ اِسکے جواب میں ارشاد ہوا۔ ہمکو بھرنا ہے دوزخ آپ سے جو تیرے پیرو ہوں۔ اسکے بعد جناب باری کے حکم سے تخت آدم کا فرشتوں نے جنت الفردوس میں لا رکھا باوجود جمیع نعمتوں کے آدم کو تسلی نہ تھی کہ اُنکا ہمجنس کوئی نہ تھا۔ اور منظور خالق بھی یہی تھا۔ کہ آدم کا ہمسر پیدا کرے اور بے جفت و بے مثل و بے حاجت سوائے خالق کے کوئی نہیں جب وہ بیقرار ہوئے حق تعالیٰ نے اُنکو خواب راحت میں ڈالا کہ وہ اونگھ میں ہو گئے پھر جبرئیل نے بحکم خالق ایک پسلی بائیں پہلو سے نکالی اور اُنکو تکلیف نہ ہوئی۔ اگر تکلیف ہوتی۔ تو کوئی مرد عورت کی محبت میں مبتلا نہوتا۔ اِس پسلی سے حوا کو بنایا۔ اور جمیع خوبیوں سے جو کہ

عورتوں میں ہونی چاہئیں آراستہ کیا۔ بعد اسکے آنکو بیدار کرکے حوا کے ساتھ جلوا دیا۔ آدم نے بیقرار ہوکے چاہا کہ ان پر دست انداز ہوں۔ ندا آئی اے آدم خبردار بے نکاح صحبت حرام ہے آدم نے نکاح کی خواستگاری کی۔ حقتعالی نے آدم کا نکاح حوا سے کردیا۔ اور طبق زر و مروارید و جواہرات نثار کئے۔ اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو درخت طوبیٰ کے نیچے حاضر ہونے کا حکم ہوا اور ثنا اپنی سنائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حمد میری ثنا ہے اور بزرگی میری چادر ہے اور مخلوقات میری کل غلام اور لونڈی۔ اور انبیا میرے رسول اور اولیا ہیں اور محمدؐ میرا حبیب اور رسول ہے اور پیدا کیا میں نے کل چیز کو تاکہ میری وحدانیت پر گواہ رہیں۔ اور اس بات پر سب فرشتے آسمان کے رہنے والے حامل عرش کہ نکاح باندھ دیا میں نے آدم و حوا کا اپنی بدیع فطرت اور رفیع قدرت سے۔ اور آدم کا صادق گواہ حوا کے نکاح میں میری تسبیح اور تنزیہ اور تہلیل و تقدیس ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے۔ ایسا خدا کہ واحد ہے نہیں کوئی اسکا شریک ہے اے آدم تم اور تمہاری عورت جنت میں رہو اور کھاؤ اور وہاں سے سب میوے محظوظ ہو کر۔ اور نہ جاؤ اس درخت کے پاس کہ پھر تم ظالم ہو گے۔ اسکے بعد آدم نے یہ ثنا کی۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ میں تسبیح پڑھتا ہوں اور حمد کرتا ہوں واسطے اللہ کے اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ بڑی شان والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب خطبہ خوانی نکاح آدم سے فراغت کی فرشتے سب خوشیاں کرنے لگے اور مبارکبادیاں دینے لگے اور زر و جواہر نثار کئے۔ جب آدم نے قصد مباشرت کا کیا۔ آواز آئی اے آدم خبردار جبتک ادائے دین مہر حوا کا نہ کروگے تم پر حلال نہ ہوگی۔ آدمؑ نے کہا الٰہی میں کہاں سے ادا کروں۔ فرمایا دس بار درود شریف حضرت محمدؐ پر پڑھو۔ آدم یہ مبارک نام سنکر مشتاق دیدار کے ہوئے حکم ہوا ناخن دست پر اپنے دیکھو۔ جب آدم نے دیکھا صورت محمد مصطفےٰ کی معلوم ہوئی تو مہر فرزندی دل میں زیادہ ہوئی۔ آدم نے کمال شوق سے دس دفعہ درود پڑھا اور انکی رسالت پر ایمان لائے۔ اور کہا اے آدم تم

جنت کو جاؤ اور کھاؤ اس میں سے محظوظ ہو کر جہاں چاہو۔ اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے ورنہ بے انصاف ہو گے۔ مروی ہے جب آدم نے اس کی طرف نظر کی نہایت خوش وضع پایا حق تعالیٰ سے ارشاد ہوا اسکو میں نے تجھے بخشا۔ مگر اس سے میوہ مت کھا۔ آدم نے عرض کی جب تو نے مجھے بخشا کھانے کو کیوں منع فرمایا۔ حکم ہوا تو مہمان ہے اور مہمان اپنے گھر کا کھانا نہیں کھاتا۔ بعدہ مالک کی طرف سے آواز آئی آدم صبر کر اور ایک جانب سے صدا آئی اے ابلیس تو حوا کو للچا۔ پس قضا نے کہا کہ الٰہی اس کا کیا سبب ہے۔ حکم ہوا اس میں کچھ بھید ہے اس باغ سے باغ دنیا میں بھیجوں گا تا قدرت میری ظاہر ہو۔ اور کہا گیا اے مومنوں تم معصیت سے باز رہو۔ اے شیطان تو دنیا کو انکی نظروں میں زینت دے۔ اے دنیا تو دل میں شیریں رہ اور اے بندو تم دنیا سے دور رہو۔ کہ جفا کو ساتھ وفا کے بدل کروں کہ رحمت اور مغفرت میری زیادہ ہے اے آدم ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ وہ تیرا دشمن ہے۔ قولہ تعالیٰ فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا پھر کہہ دیا ہمنے آدم کو یہ دشمن ہے تیرا اور تیری بیوی کا۔ کہیں نکلوا نہ دے تمکو بہشت سے۔ آدمؑ نے جب دیکھا کہ سب دروازے بند ہیں بہشت کے ایمن ہوئے اس سے اور خیال کیا کہ شیطان دنیا میں ہے میں بہشت میں اور مجھ سے اس سے کیا لاگ ہے جو مجھے بہشت کے ممنوعہ درخت سے پھل کھلا کر بہشت سے دور کرے۔ میں مکر و فریب سے اسکے مستغنی ہوں ؛

ایک روز ابلیس لعین نے قصد کیا آدم کے پاس بہشت میں جانیکا اور وہ تین اسم اعظم خدا کے جانتا تھا انہیں پڑھ کر سات طبق آسمان کے طے کر کے بہشت کے دروازے بند دیکھ کر تصور و خیال کرتا رہا کہ کس حیلہ سے بہشت میں جانا چاہیئے۔ اتفاقاً ایک طاؤس کنگرہ بہشت پر بیٹھا ہوا تھا اُسنے دیکھا کہ وہ اسم اعظم پڑھتا ہے۔ طاؤس نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ میں فرشتہ ہوں۔ فرشتہ سمجھکر طاؤس بولا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ شیطان نے کہا مجھے خدا کا حکم نہیں کہ کسیکو جنت میں لیجاؤں جبتک کہ آدم بہشت میں ہے۔ شیطان بولا مجھے بہشت میں لیجا ایک

ایسی دعا تجھے سکھاؤں کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے اور عمل کرے تین چیزیں اسکو حاصل ہونگی یعنی وہ بوڑھا نہ ہوگا۔ اور نہ مرلیگا۔ اور جنت میں ہمیشہ رہیگا۔

ابلیس دعا کو پڑھکر کنگوروں سے بہشت کے دروازے پر دو قوں آئے اور طاؤس نے یہ ماجرا سانپ کو سنادیا۔ اِس بات کو سنکر خوف سے دروازے بہشت کے بند کرکے اپنے سر کو باہر نکالکر اس سے پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے جو یہاں بیٹھا ہوا ہے اسم اعظم پڑھتا ہے۔ وہ پھر بولا کہ میں ایک فرشتہ ہوں۔ سانپ نے کہا وہ دعا مجھے سکھا۔ شیطان نے کہا تو مجھے بہشت میں لیجاوے اِس شرط سے۔ سانپ بولا کہ مجھے خدا کا حکم نہیں ہے کہ کسیکو بہشت میں لیجاؤں۔ ابلیس نے کہا کہ میں قائم اپنا بہشت میں رکھونگا تیرے منہ کے اندر رہونگا اس سے باہر نہ نکلونگا۔ سانپ نے اپنا منہ کھولدیا۔ ابلیس لعین اُسکے منہ میں جا گھسا اُسکو بہشت میں لیگیا اور دروازے بہشت کے بند کردیئے۔ بعدہٗ شیطان نے کہا تو مجکو اس درخت کے پاس لیجا جسکے کھانے سے اللہ نے آدم کو منع کیا ہے۔ ابلیس اس درخت کے پاس پہنچا وہ ملعون مکر و فریب سے اُسکے مُنہ میں رونے لگا جو پہلے نفاق سے رویا وہ شیطان تھا اور اُسکی آواز سنکر بہشت کی حوریں اور غلمان سب مجتمع ہوئے اور کہنے لگے ہمنے یہ آواز سانپ کے منہ سے کبھی نہیں سنی تھی اور سانپ سے حوا پوچھنے لگیں تو کس لئے روتا ہے (عورت کی ذات رحم دل ہوتی ہے) شیطان نے کہا اسلئے روتا ہوں کہ اللہ تمکو بہشت سے نکالیگا اِس لئے اس درخت کے میوے کھانے سے منع کیا ہے مگر جو اس درخت کے میوے کھائیگا وہ بہشت میں رہیگا۔ نکالا نہیں جائیگا قولہ تعالیٰ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ کہا شیطان نے اے آدم میں بتاؤں تمکو درخت کہ جس سے زندگی جاوید ہے اور بادشاہی پرانی نہو۔ قسم خدا کی میں سچ کہتا ہوں تمہاری برائی نہیں چاہتا ہوں۔ بلکہ نصیحت کرتا ہوں قولہ تعالیٰ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ اور شیطان نے اُنکے پاس قسم کھائی کہ میں تمہارا

دوست ہوں پس کھینچا انکو فریب سے پہلے جس نے جھوٹی قسم کھائی وہ ابلیس لعین تھا پس
حوا نے اسکے قسم کھانے سے یقین کیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ اس سے فریب کھاکر اس
درخت سے تین دانے گندم کے لئے۔ ایک تو آپ کھایا اور دو دانہ آدم کے لئے لائیں
جب بوئے شیرین آدم کو آئی آدم نے تخت سے کہا۔ کہ دور لیجا کے رکھ اسکے کھانے
سے اللہ نے مجھے منع کیا ہے۔ تخت نے انکو بارہ سال کی راہ وہاں سے لیجا کر رکھا۔ آپ
تخت سے نیچے اترے وہاں بھی گندم جا موجود ہوا۔ غرضکہ جہاں کہیں آدم جا بیٹھتے۔
گندم بھی وہاں جا موجود ہوتا خبر میں آیا ہے کہ اسی طرح تخت نے انکو ہزاروں برس کی راہ پیچھے
جا کر رکھا وہاں بھی گندم جا پہنچا۔ غرضکہ جہاں کہیں آدم جا بیٹھتے گندم بھی وہاں جا موجود
ہوتا ۔

بعدہ گندم کہنے لگا۔ اے آدم جو کچھ خدا نے مقرر کیا ہے وہ پہنچے گا۔ اگر تم لاکھوں
برس کی راہ میں جا پہنچو گے۔ پھر اس سے کہاں گریز ہے۔ حاصل کلام حوا دو دانے
گندم کے لے گئیں۔ وہ بولے یہ کیا چیز ہے۔ بولیں یہ درخت ممنوعہ کا پھل ہے۔ اس سے
ایک دانہ میں نے کھایا۔ دو دانے تمہارے لئے لائی ہوں۔ آدم نے کہا اس میں کیا لذت
ہے۔ بولیں حلاوت و شیرینی ہے۔ آدم ع نے کہا نہیں کھاؤنگا۔ اللہ تعالیٰ سے مجھ سے
عہد ہے۔ اس درخت سے میوہ نہ کھانا قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا اور ہم نے عہد کر دیا تھا آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا۔
اور نہ پائی ہمنے اس میں کچھ ہمت۔ جب حوا مایوس ہوئیں آدم کو دانے کھلانے سے پہلے
آدم کو ایک پیالہ شراب پلا دیا۔ وہ بیہوش ہوکر ان سے دو دانے گندم لیکر کھا گئے۔ اور عہد
شکنی کی۔ ہنوز وہ دانے حلق سے نیچے نہ اترے تھے کہ تاج بہشتی انکے سر سے اتر گیا
اور تخت سے گر پڑے۔ اور دونوں ننگے ہوگئے۔ جیساکہ باریتعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا ذَاقَا
الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ پھر جب دونوں نے

اِس درخت سے چکھا اور ظاہر ہوئیں شرمگاہیں اُنکی اور لگے جوڑنے بہشت کے پتے تاکہ ستر کو اپنے ڈھانکیں آخر انجیر کے پتوں سے ڈھانکا اور درخت عود سے چھپایا۔ بعدہ جناب باری سے آواز آئی۔ اے انجیر کے درخت تو نے اِنکے ساتھ سلوک کیا۔ میں نے تجھ سے یہ خرابی خشکی دُور کرکے یہ لذت دی کہ اگر ستر دفعہ تجکو چاہے وہ نئی لذت تجھ سے اُٹھائے اور درخت عود کو خطاب ہوا اے عود سب کے پاس تجھے عزیز کیا کہ آگ پر دھر کر تجھ سے خوشبو لیویں۔ بعدہ بہشت کے باشندے آواز دینے لگے کہ آدمؑ و حواؑ دونوں خدا کی درگاہ میں عاصی ہوئے۔ یہ دونوں دیوانوں کی طرح بہشت میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ اللہ کی درگاہ سے تین دفعہ اُنکی پکار ہوئی جواب اِس کا کچھ نہ دیا۔ جبرئیلؑ اُنکے پاس آئے اور بولے اے آدم تجھے تیرا رب بلاتا ہے آدم نے کہا لبیک یارب۔ ہم تجھ سے شرمندہ ہیں ف اور پکارا اُنکو اُنکے رب نے۔ میں نے منع نکیا تھا تمکو اس درخت سے اور کہا تھا تمکو شیطان تمہارا دشمن ہے صاف۔ اسپر آدم و حوا دونوں روتے ہوئے کہنے لگے قولہ تعالیٰ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کہا اے رب ہمارے ہمنے خراب کیا اپنی جان کو۔ اور اگر نہ بخشے تو ہمکو اور ہمپر رحم نکرے تو ہم ہوجاویں نامراد۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ کہا اُترو ایک دوسرے کے دشمن بنکے اور تمکو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا اور ایک وقت تک۔ اور کہا اسی میں جیوگے اور اسی میں مروگے اسی سے نکالے جاؤگے۔ ازاں بعد فرمان رب العالمین جبرئیل کو ہوا کہ آدم۔ حوا۔ سانپ۔ مور۔ اور شیطان ان سب کو بہشت سے نکالکر دنیا میں ڈالدو۔ جبرئیل آدم کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا وہ اِس بات کو سُنکر گھبرا گئے اور بہشت کی جدائی سے زار زار رونے لگے اور روتے ہوئے نکلے۔ آخر ایک ٹکڑا لکڑی کا مسواک کیواسطے وہاں سے لیا۔ اور وہ لکڑی پشت بہ پشت اُنکے خاندان میں چلی آئی یہانتک کہ موسیٰؑ کے ہاتھ کا عصا بنا۔ غرضکہ ان پانچوں کو بہشت سے نکالکر اول آدم کو سراندیپ میں کہ ہندوستان کا ایک جزیرہ ہے ڈالا۔ اور حوا کو

خراسان میں اور طاؤس کو سیستان میں اور سانپ اصفہان میں اور شیطان کو کوہ دماوند
میں ڈالا۔ اُس وقت سانپ کے چار ہاتھ اور پاؤں مثل شتر کے تھے۔ بباعث واقعہ ہونے
اِس ماجرے کے اللہ تعالیٰ نے اُس سے لیلیئے تاکہ وہ پیٹ کے بل چلے اور خاک چھانے
اُدھر جاتے۔ اور آدم کو جب سراندیپ میں ڈالا وہ اپنے گناہ سے چالیس برس تک روتے رہے
اور آب چشم سے اُنکے نہریں جاری ہوئیں اور کنارے پر اُن نہروں کے درخت خرما اور لونگ
اور جائپھل پیدا ہوا۔ اور حوا کے آنسوؤں سے مہندی اور سرمہ اور وسمہ پیدا ہوا اور جو قطرات
اُنکے آنسوؤں کے دریا میں گرے اُنسے مروارید پیدا ہوئے تاکہ اُنکی لڑکیوں کے زیورات
بنیں۔ ایک روز جبرئیل آدم کے پاس آئے اور کہا اے آدم قبل موت اپنی کے حج کر لو۔ وہ موت
کی خبر سنتے ہی ڈرے اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور قصد حج کا کیا۔ جس جگہ پر قدم اُنکا جا کر وہاں
گانوں اور بستی ہوئی۔ اور جہاں کہیں منزل کی اُنکی قدم کی برکت سے وہاں شہر بسا۔ اور جب
وہ مکہ کے نزدیک پہنچے سب فرشتے وہاں حضرت کے پاس آئے اور کہا یا آدم دو ہزار برس
ہوئے ہم اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور اُس وقت اِس کعبہ کا نام بیت المعمور تھا۔ اور آدم
میدان عرفات میں جبل رحمت پر آرام کیواسطے جب بیٹھے حوا کو دیکھا کہ جدے کیطرف سے
آتی ہیں اُنہوں نے اُٹھ کر اُنہیں گودی میں اُٹھا لیا اور دونوں زار زار رونے لگے چنانچہ
اُنکے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے۔ دونوں نے آسمان کیطرف نگاہ کی اور
خدا تعالیٰ نے حجاب اُنکی آنکھوں سے اُٹھا لیا۔ اُنہوں نے عرش کی طرف نگاہ کی قولہ تعالیٰ
فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں
پھر متوجہ ہوا اُسپر اور بر حق وہی ہے معاف کرنیوالا مہربان۔ اور ساق عرش پر یہ کلمہ دیکھا۔
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آدم نے کہا یا رب برکت سے اس نام کی جو تیرے نام کے ساتھ
ہے گناہ ہمارے بخشدے اور توبہ ہماری قبول کر فوراً جبرئیل علیہ السلام اُنکے پاس آئے اور
کہا کہ حقتعالیٰ تجھپر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تو بہشت میں اُس کا نام شفیع لاتا تو ہرگز

میں تجکو دنیا میں نہ بھیجتا۔
نقل ہے کہ شیطان نے اسی ہزار برس تک عبادت کی یہانتک کہ زمین پر ایک قدم کی برابر جگہ باقی نرہی کہ جس پر اُسنے سجدہ نکیا ہو مگر صرف ایک حکم خدائیتعالی کا نہ مانا اسپر اپنے دروازے سے بھی نکالدیا اور اتنی ہزار برس کی عبادت اُسکے منہ پر ماری اور قیامت تک اُسکو لعنت کی اور ہمیشہ کا عذاب اُسکے لئے تیار کیا۔ اور اس کا خوف اور فرشتوں کو اتنا ہوا کہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا پردہ ہاتھ میں لیئے ہوئے عرض کرتے تھے میرا نام تبدیل نکرنا اور میرا جسم متغیر نکرنا۔ آدم سے خطا ہوئی اُسنے اِس خطا کا اقرار کرکے استغفار کیا۔ گناہ معاف کرائے اور شیطان نے گناہ کی معافی نکرائی اور استغفار نکی مردود رہا ۵

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو	آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

اے سعید گناہ سے معصوم پیغمبر ہیں اور وہ اپنے گناہ کا اظہار کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور شیطان نے استغفار نہیں کی اسیطرح جو کوئی استغفار کرے گا اللہ تعالی اُسکے گناہ معاف کریگا ۃ

تلبیس ابلیس میں ہے کہ شیطان آدمی میں خون کی طرح دوڑتا ہے حضرت ام المومنین صفیہ نے فرمایا کہ ایکبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے گئی اور آپسے باتیں کرکے واپس آنے لگی۔ آپ میرے ساتھ مجکو گھر پہنچانے کے لئے ہوئے اتنے میں دو آدمی انصار کے نمودار ہوئے۔ اُنھوں نے جب حضرت رسول اللہ کو دیکھا تو میرے سے آگے بڑھے۔ آپنے اُن سے فرمایا ٹھیرو ٹھیرو۔ میرے ساتھ صفیہ ہے وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تمہارے دلوں میں۔

خیالِ فاسد یا کوئی بات نہ ڈالدے۔ اِس سے یہ بات نکلی کہ انسان ہر بات میں کہ وہ سے بچے
کہ جس سے بدگمانیاں پیدا ہوں اور دلوں میں خطرات گذریں اور چاہیئے کہ عیب سے اپنی
برارت کرکے لوگوں کے ظن بد سے بچنے کی کوشش کرے۔ اِس ہی بارہ میں امام شافعی
سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خوف ہوا کہیں ان دونوں
انصاریوں کے دل میں کوئی خیالِ ناقص نہ پیدا ہو جسکی وجہ سے وہ کافر ہو جاویں اور یہ
فرمانا آپکا انکی بہتری کے لئے تھا۔ کچھ اپنے نفع کے واسطے نہیں۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم نے شیطان اپنی سونڈوں کو فرزند
آدم کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر وہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اُس وقت سونڈ پیچھے ہٹا لیتا ہے
اور اگر خدا کو بھول جاتا ہے تو اُسکے دل کو نگلتا ہے۔ اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ ابلیس حضرت یحییٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ہر قسم کی لگامیں ہیں۔ پوچھا کہ
اے ابلیس یہ لگامیں کیسی ہیں جو تیرے پاس نظر آتی ہیں۔ کہنے لگا یہ دنیا کی شہوتیں ہیں۔
فرزندان آدم کو اس سے پھنساتا ہوں حضرت یحییٰ نے پوچھا کیا اِن میں میرے واسطے بھی
کچھ ہے کہا جب آپ سیر ہو کے کھاتے ہیں تو نماز آپ پر گراں کرتا ہوں (کم خوروں کے مضامین
دیکھنے ہوں تو آثار سعید میں دیکھیں) ذکر الٰہی آپ پر بار ہو جاتا ہے حضرت یحییٰ نے کہا کہ اس سے
علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ کہا بخدا اور کچھ نہیں حضرت یحییٰ نے کہا خدا کی قسم آئندہ پیٹ بھر کر ہرگز
کھانا نہ کھاؤنگا۔ ابلیس بولا قسم خدا کی کبھی کسی مسلمان کی خیر خواہی نکرونگا۔ پس چاہئے
ہر انسان کو پناہ ڈھونڈے ساتھ پروردگار عرش و کرسی کے شیطان گمراہ کرنیوالے خطراتِ بد
وسوسہ بد اور نفس اور بلا ہر جن و بشر اور ریا و نفاق اور غرور و تکبر اور اپنے کو بزرگ جاننے سے
اور خصلتہائے بد سے اور ہر لذت و شہوت کہ مہلک نفس ہیں اور بدعت اور گمراہی اور ہوا و
ہوس نفس اور اخلاق بد سے اور پناہ ڈھونڈے ساتھ بادشاہ تعریف کئے گئے بزرگ کے
شیطان پلید اور مردود سے اور پناہ ڈھونڈے ساتھ خدا کے اُسکے عذاب سے جبکہ اُسکی

بندگی سے غافل ہوئے اسواسطے کہ وہ شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے اور پناہ ڈھونڈھے
قہر اُسکے سے جبکہ گناہگاروں پر غصہ فرماوے اور پناہ ڈھونڈھے اسکے قہر سے جبکہ قیامت
کے دن نافرمان خلق کو سخت پکڑے اور پناہ ڈھونڈھے اپنے گناہ کی پردہ دری سے اور
جنگل اور دریا میں معصیت کرنے سے اور اپنی اصل و فرع کو فراموش کرکے معصیت
کرنیسے اور سوائے حقتعالیٰ کی مشغولیت سے اور حماقت یعنی انجام پر نظر نکرنے سے اور ترک
فرمانبرداری اور ترک عبادت سے اور ترک نیکی کرنے سے اور جھوٹی قسموں اور اُسکے گناہوں سے
اور انجام بد اور نیکی سے خالی رہنے اور موت کے خیالات بد سے یعنے حرام موت سے -
اور شیطان کی مخالفت کرے تو رحمن تکیہ گاہ بیکسان کون و مکان تیرا معین و مددگار ہوگا اور
کافروں پر جہاد کرنا ظاہری ہے کہ تلوار اور نیزہ سے ہوتا ہے اور اس لڑائی میں یار و مددگار تیرا
وہی بادشاہ دوجہاں ہے اور اس جہاد سے تیری امید بہشت میں جانیکی ہے اور اگر کافروں کے
جہاد میں مارا گیا تو اُسکے عوض میں ہمیشہ جنت میں رہیگا یہی سمجھکر صحابہ اور صحابیہ جان توڑ کر
لڑتے تھے اور اگر کافروں کے ساتھ شامل ہوکے مارا گیا تو جہنم واصل ہوا یہی شیطان کا گروہ
ہے اور اگر اس کی مخالفت میں قائم رہا یعنے طرفدار مسلمانان رہا جو گروہ رحمن ہے تو ہمیشہ
روبرو خالق عالم و عالمیاں اُسکے دیدار پر انوار سے بہرہ یاب ہوگا - اور اگر تجکو کسی کافر نے مار
ڈالا تو شہید ہوا شہادت کا بہت بڑا درجہ ہے - اگر تو پیروی شیطان میں مارا گیا تو بادشاہ علی
الاطلاق کے قرب سے دور رہیگا - اور یہی خسر الدنیا والاخرہ ہے - اور جاننا چاہیئے کہ کافروں
کے جہاد کی حد و انتہا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عبادت کر پروردگار اپنے کی یہانتک کہ آوے
تجکو یقین - یقین سے مراد یہاں دیدار حقتعالیٰ و موت انسانی ہے - نص قرآنی ہے وَاعْبُدْ
رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اور مخالفت شیطان و ہوائے نفس سے عبادت حاصل ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اُلٹے لٹکائے جاوینگے دوزخ میں
وہ لوگ اور شیطان کا لشکر اور جب حضرت پیغمبر صلعم جنگ تبوک سے واپس آئے تو ارشاد فرمایا

ہم چھوٹے جہاد سے طرف بڑے جہاد کے واپس آئے اور اس بڑے جہاد سے مراد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس وشیطان کے جہاد سے ہے اسواسطے کہ اس جہاد کی مدت طول طویل ہے اور اسکے خطرات آخر زندگی تک ہیں ✦

نقل ہے کہ سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو اس میں ایک انجان بوڑھے کو دیکھا حضرت نوح نے اس سے کہا تو یہاں کیوں آیا ہے جواب دیا کہ تمہارے یاروں کے دلوں پر قابو کرنے کو آیا ہوں تاکہ انکے دل میرے ساتھ ہوں اور جسم تمہارے ساتھ حضرت نوح نے فرمایا اے خدا کے دشمن نکل جا - ابلیس بولا کہ پانچ چیزیں ہیں جن سے میں ہلاک کرتا ہوں - انہیں تین تمکو بتلاؤں گا - اور دو تم سے نہ کہونگا حضرت نوح کو وحی ہوئی کہ اس سے کہو تین کی مجھے حاجت نہیں دو بیان کر ابلیس نے انہی دو سے میں آدمیوں کو ہلاک کرتا ہوں اور انکو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا - ایک حسد کہ اسی وجہ سے میں ملعون ہوا - دوسری حرص کہ آدم کے لئے تمام جنت مباح کر دی گئی - حرص کی بدولت ان سے اپنا کام نکالا حسد و حرص ایسا برا ہے ✦

نقل ہے عبدالرحمن بن زیاد سے ایک وقت حضرت موسیٰ کسی مجلس میں بیٹھے تھے اتنے میں ابلیس آپکے پاس آیا اور اسکے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں طرح بطرح کے رنگ تھے حضرت موسیٰ کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار ڈالی اور سامنے رکھ لی - پھر آکر سلام علیک کی - آپنے پوچھا تو کون ہے؟ بولا کہ میں ابلیس ہوں - موسیٰ بولے کہ خدا تمکو زندہ نہ رکھے تو کیوں آیا ہے کہنے لگا کہ میں آپکو سلام کرنے آیا ہوں کیونکہ آپکا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ بھلا یہ تو بتا کہ وہ کیا چیز ہے جو میں نے تیرے سر پر دیکھی تھی - بولا کہ یہ وہ چیز تھی - کہ جس سے اولاد آدم کے دلوں کو لبھا لیتا ہوں - پھر پوچھا بھلا یہ تو بتا کہ وہ کونسا کام ہے جسکے کرنے سے تو انسان پر غالب آجاتا ہے - جواب دیا کہ جب آدمی اپنی ذات کو بہتر سمجھتا ہے اور اپنے عمل کو بہت کچھ خیال کرتا ہے اور اپنے گناہ کو بھول جاتا ہے ✦

نقل ہے جس زمانہ میں شرع شریف کے احکام پر عمل درآمد تھا۔ اُس ہی شائستہ زمانہ میں ایک
صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ حج اور عمرہ واسطے اللہ کے
پورا کرو۔ اور نان و نفقہ کے لئے بیوی کو نقد روپیئے دے گئے۔ چھوٹے بھائی کو کہہ گئے کہ خبر
گیری رکھنا۔ چھوٹا بھائی گھر میں آتا رہا اور بھاوج کے حسن و جمال پر نظر ڈالتا رہا۔ النظر سہم من
سہام ابلیس۔ نظر تیر ہے ابلیس کے تیروں میں سے۔ نیت میں فتور آیا اِنَّ الشَّيْطٰنَ
لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ظاہر ہے۔ ہر طرح کے شیطان نے
وسوسے ڈالے اور اُسنے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھکر ایک دن وصل کا پیغام دیا تو اُس
باعصمت بھاوج نے بہت آڑے ہاتھ لیا اور بُرا بھلا کہا۔ اُس کمبخت پیرو شیطان نے کہا کہ
اگر تم اپنی زیست چاہتی ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ اپنی زیست سے ہاتھ دھو بیٹھو۔
اُسکی بھاوج نے کہا کہ عزت پر جان نثار ہے۔ جب اُس عفت و عصمت والی پر قابو نہ چلا
چند اوباشوں کو بلایا اور زنا کی تہمت لگائی جسکی سخت ممانعت ہے۔ اور مقدمہ پیش قاضی
ہوا۔ قاضی جی نے بعد لینے گواہ کے رجم کا حکم دیا۔ ان نابکاروں نے سنگسار کیا یہ بیچاری
عورت تھی۔ سہارتی رہی۔ آخر تابکے بے ہوش ہو گئی اور ان شامت کے ماروں
نے جانا کہ مر گئی اور یہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح ہوتے اُسے ہوش آیا۔ ہوش آنے پر
اُس نے بہت واویلا کیا۔ اتفاق سے وہاں ایک اعرابی کا گذر ہوا۔ اور وہ اُسکو اپنے گھر لیگیا
اور بعد معالجہ کے وہ تندرست ہو گئی۔ اعرابی نے نکاح کے لئے کہا۔ اُسنے کہا میں منکوحہ
ہوں۔ اعرابی خاموش ہو رہا۔ اِس اعرابی کا ایک غلام تھا اور وہ گھر میں آتا جاتا تھا اُسکی
رال ٹپکی اور اُسنے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ اُس باعصمت نے بے لاگ صاف باتیں سنائیں
کہ اپنی حقیقت کو دیکھ۔ چھوٹا منہ بڑی بات نہ نکال سچ ہے جو مالک سے راضی نہ ہوئی وہ
غلام کے ساتھ کب راضی ہوتی اور اپنے اوپر کلنک کا ٹیکہ لگاتی۔ غلام نے بہت طیش کھایا
اور کہا یہاں تم رہنے پاؤگی۔ کسی نے کہا ہے کہ صاحب غرض مجنون ہوتا ہے یا یوں سمجھو کہ

غلام کے سر پر شیطان سوار تھا۔ اور عقل وحواس باختہ ہو گئے تھے اپنے آقا کے شیر خوار
بچہ کو قتل کر کے اور چھری خون آلود اُس پاکدامنہ کے بستر تلے رکھدی آقا جب صبح کو بیدار
ہوا لڑکے کو ذبح ہوا پایا اور اعرابی غصہ سے لال ہوا۔ غلام بولا قاتل کو میں تلاش کر کے
رہونگا۔ اِس گھر میں سوائے گھر والوں کے کوئی نہیں ہے۔ یہ کہکر اس دیندار عورت کے
بستر سے چھری نکال لایا اور یہ کہا کہ اس عورت کا کام ہے۔ اعرابی نے عورت سے
کہا کہ نیکی کا بدلہ یہی ہے عورت نے کہا کہ مجھے بچے کے قتل سے کیا ہاتھ آتا جو میں قتل
کرتی میں اس سے بری ہوں اور میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ کام کسکا ہے۔ اب جو آپکے
مزاج میں آئے وہ کیجئے۔ اعرابی نے بہت غور کی اور سمجھا کہ اس عورت سے یہ غلام دشمنی
رکھتا ہوگا اور اُسکے نکالنے کے لئے یہ حرکت کر بیٹھا ہے۔ بچہ کے قتل پر صبر کیا اور اِس عفت
پناہ کو تین سو درہم دیکر کہا کہ جاؤ تمھارا یہاں رہنا مصلحت نہیں +

یہ عورت یہاں سے چلی کچھ فاصلہ پر اُس نے دیکھا کہ آدمی جمع ہیں اور ایک آدمی کو پکڑ رکھا
ہے اور کہا جاتا ہے یا تو تین سو درم باجگذاری کے ادا کرو ورنہ تہ تیغ کئے جاؤگے۔ وہ غریب
منت سماجت کرتا ہے مگر وہاں کوئی اُسکی سماعت نہیں۔ اِس عورت کی حمیت نے یہ نچاہا کہ
درموں کو اپنے پاس رکھے فوراً امیر کو جسکا یہ باجگذار تھا تین سو درم جو کل سرمایہ تھا اس کا اسکو دیکر
خالصاً للہ چھڑا دیا۔ جس نے سنا مرحبا کہا۔ اور اس عورت نے اپنا راستہ لیا۔ یہ آدمی اِس امیر کے
چنگل سے چھٹکر اپنی محسنہ کے پیچھے ہو لیا۔ ہر چند یہ کہتی رہی مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں
مگر یہ اُس کا حسنِ خداداد دیکھ کر لٹو ہو گیا اور پیغام وصل کا ڈالا۔ جب اُسنے دھمکایا اور کہا
کہ مجھ سے کلام نکر تو اُسنے کہا اچھا اب نہیں کرونگا۔ مگر ساتھ مثل سایہ کے رہا۔ چلتے چلتے ایک
دریا کے کنارے پہنچے۔ وہاں ایک جہاز سوداگروں کا لنگر ڈالے تھا۔ اِس بیہودہ نے ان سوداگروں
سے کہا کہ میری ایک لونڈی ہے بیچتا ہوں تم خرید لو۔ جو کچھ دوگے لے لونگا۔ ایک سوداگر نے
سو درم کو خرید لیا۔ ہر چند اس عورت نے کہا کہ میں کسیکی کنیز نہیں۔ بلکہ اسکو ایک امیر کے تین سو

درم دینے تھے اور وہ اُسکے قتل پر آمادہ تھا۔ میں نے اسے تین سو درم دیکر چھڑایا ہے یہ مثل
اسپر صادق آتی ہے "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" حسن بھی ایک آفت جان ہے وہ سوداگر اُسکو
خوبصورت پاکر زبردستی جہاز پر لے گئے اور جہاز کا لنگر چھوڑ دیا۔ اور چاہا اس سے وہ فعل جو
ہرگز خواہاں نہ تھی۔ اُسنے بے قابو ہوکر دل پر سوز سے دعا کی الدعاء سلاح المؤمنین
دعا مومنوں کا ہتیار ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ادعونی استجب لکم تم مجھ سے مانگو
تمہیں دونگا۔ مانگنا تمہارا کام ہے دینا میرا کام ہے) یا الہیٰ مجھے موت آسے یا میری
آبرو زیری کرنیوالونکی۔ وہاں کیا دیر تھی۔ دعا قبول ہوئی۔ ایک شعلہ آگ کا آیا اور سب
جہاز والوں کو جلا کر خاک کر گیا اور مال اور سامان اُنکا بچ گیا اور وہ صاحب عصمت
یہ جہاز بلا نا خدا کے ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں کے قلی اور حمال وغیرہ دوڑے کشتیاں لیکر جہاز
جہاز کے پاس گئے تو اُس عورت نے یہ سوچا کہ میرا حسن و جمال ایک رنگ لاتا ہے
لباس اپنا مردانہ کرلیا۔ مزدوروں نے کہا کہ صاحب تن تنہا کہاں سے تشریف لائے
ہیں کیوں کسیکو ساتھ نہیں لائے ہیں۔ اُسنے کہا کہ میری حکایت ایک عبرت افزا ہے تم سے
ہرگز نہ کہونگا۔ ہاں یہاں کا بادشاہ آئے اور میرا حال دریافت کرے تو اُس سے عرض کرونگا
ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھی۔ رفتہ رفتہ یہ بات بادشاہ کے کان تک پہنچی۔ وہ معہ ارکین
دربار آیا اور حال دریافت فرمایا۔ اسنے حال یوں کہہ سنایا کہ میں چونکہ دولت حسن سے
مالا مال ہوں یہ سوداگر حریص دناکس و نافہم تھے وہ مجھے شکیل پاکر بُرے فعل کے خواہاں
ہوئے میں نے دعا بدرگاہ قاضی الحاجات کی وہ اجابت کو پہنچی کہ ایک شعلہ آگ کا آیا
اور سب کو جلا گیا۔ اب دنیا کی بے ثباتی سے میرا دل ہٹ گیا ہے۔ میرے لئے ایک معبد
بنا دیجئے اور یہ مال و متاع لیجئے۔ بادشاہ نے بموجب اُسکے کہنے کے ایک عبادتخانہ بنوا
اور کھانیکا انتظام کرادیا۔ یہ عبادت خانہ میں رہتی اور شب روز اعمد اعمد کرتی۔ اتفاق سے
اِس شہر کا حاکم بیمار ہوا اور کسی کے علاج سے اُسکو افاقہ نہوا۔ زندگی سے مایوس ہوا تو اُسنے

یہ وصیت کی کہ میرے بعد اس عابد کو تخت پر بٹھانا اور سلطنت کی باگ اُسکے ہاتھ میں دینا۔
شاہ یہ کہکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا جب امیر و وزیر اُسکی اول منزل سے فارغ ہوئے
طرف عابد کے مائل ہوئے۔ عابد نے ہر چند کہا کہ میں تارک الدنیا ہوں۔ مجھے سلطنت سے
کیا کام مگر اُنہوں نے قبول نہ کیا۔ حیران ہو کے فقیر نے کہا میں مجرد آدمی ہوں مجھے
ایک لونڈی چاہیئے۔ وزیر و امیر نے کہا کہ ہماری بیٹیاں حاضر ہیں۔ کہا اچھا سب کوئی
اپنی اپنی صاحبزادیاں معہ انکی ماؤں کے بھیجدیں۔ غرض کہ وہ حاضر ہوئیں۔ اسنے اپنی
سرگذشت اُن سے بیان کی۔ انہوں نے جاکر اپنے اپنے خاوندوں سے اِس کا ذکر کیا۔
اُنہوں نے ناچار ہو کر ایک اور آدمی منتخب کر کے اُسکو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اور یہ عورت اسی
طرح عبادتخانہ میں مصروف عبادت رہی۔ جو کوئی اپنی حاجت لیجاتا اُسکی دعا کی برکت سے
وہ اپنا مدعا پاتا۔ آہستہ آہستہ اس کا شہرہ شہرہ آفاق ہوا۔ اور دور و نزدیک سے آدمی
آتے اپنا مدعا پاتے۔ وہ آدمی یعنی اس کا خاوند سے حج سے مراجعت کر کے آیا اور اُسنے
بھی یہ شہرہ سنا۔ گھر آیا تو اپنے بھائی کو نابینا پایا۔ اور بیوی کا حال دریافت کیا تو بھائی نے
بتایا کہ اُسنے زنا کیا تھا قاضی نے رجم کرایا تھا وہ مرگئی۔ حاجی صاحب کو دو رنج لاحق ہوئے
ایک بیوی کا کہ وہ بظاہر لاعلاج تھا اور دوسرے بھائی کے نابینا ہونیکا۔ حاجی صاحب نے
کہا میں سنتا آیا ہوں کہ ایک عابدہ ہے یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر۔ اُسکی دعا کی برکت سے
مایوس سندہ بیمار شفا پاتے ہیں۔ تم میرے ہمراہ چلو شان خدا دیکھو۔ غرضکہ دونوں روانہ ہوئے
پہنچے اس قریہ میں جہاں اُس اعرابی کا مکان تھا جو رجم کے میدان سے اُس عورت کو
لے گیا تھا اور جو کہ اُس کا حبشی غلام تھا اُسکو جزام ہوگیا تھا حاجی صاحب نے اِس اعرابی سے
پوچھا کہ آپ کدھر تشریف لیجائینگے۔ حاجی صاحب نے اُس عابدہ کا حال بیان کیا
وہ بھی اپنے غلام حبشی کو ساتھ لیکر چلا چلتے چلتے سب پہنچے اُس دہقان کے گھر جسکو اس
عصمت بی بی نے اعرابی کے تین سو درم دیکر میردہ کے ہاتھ سے چھوڑایا تھا۔ یہ مجدہ

معذور ہوگیا تھا اِسکی ماں بڑھیا تھی اُسنے حاجی صاحب سے اِس عابدہ کا حال سنا تو اُس
ضعیفہ نے اپنے بیٹے کو ہمراہ لیا اور یہ سب عابدہ کے دروازہ پر پہنچے عابدہ نے سب مریضوں کو
دیکھ لیا اور پہچان لیا اور کہا تم سب صاف صاف اپنے جرم کا اقرار کرو اور جو تم نے بتانے
میں قصور کیا تو ان مرضوں کا دور ہونا مشکل ہے۔ حاجی صاحب نے بھائی کی طرف
مخاطب ہوکر کہا کہ جو کچھ خطا تجھ سے سرزد ہوئی ہے اُسکو صاف صاف بیان کر دے۔
اُسنے جواب دیا مجھے یونہی رہنے دیجے مجھ سے صاف اظہار نکرایئے۔ حاجی صاحب نے
گرم ہوکر کہا کہ سچ بولنے میں کیا شرم کی بات ہے۔ آخر نہایت طیش و غم کھا کر نیچی نگاہ کر کے اپنی
عفت پناہ بھاوج کا سب ماجرا کہہ سنایا کہ وہ زنا سے پاک تھی۔ میں نے تہمت لگا کر اُسکو
مجرم بنایا تھا۔ حاجی صاحب کا یہ حال سنکر غصہ سے چہرہ لال ہوگیا۔ آخر طیش کھا کر چپ
ہوگئے منہ سے کچھ نہ بولے عابدہ نے زاری کے ساتھ حق سے دعا کی جیسا کہ ارشاد باری
تعالیٰ ہے ہمارے حضرت کو وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ دکھہ دیجیے
اے محمدؐ اے پروردگار بخشش کر اور رحمت فرما اور بہتر ہے تو رحم کرنیوالوں سے رحم کرنیوالا
دعا کی۔ خدا نے فوراً قبول کی۔ دفعتاً وہ نابینا بینا ہوگیا۔ بعدہ حبشی جذامی سے کہا کہ وہ
بھی اپنا ماجرا بےکم و کاست سچ سچ سنا دے اُسنے جواب دیا کہ اپنا ماجرا میں خود فاش نکرونگا
اُسکے خواجہ نے کہا اگر تو نے میرا جرم کیا ہے تو میں نے معاف کیا تجھ سے انتقام نہ لونگا تب
وہ وعدہ معافی پا کر کہنے لگا وہ تمہارا چھوٹا بچہ مجھ نالائق کے ہاتھ سے ناحق قتل ہوا۔ میں نے
اُسکو مار کر چھری اُس عورت کے بستر کے نیچے رکھدی تھی۔ پھر وہاں سے نکلکر اس معصوم
عورت کو ملزم بنایا تھا۔ عابدہ نے یہ تقریر سنکر حق سے دعا کی۔ کیونکہ قرآن ناطق ہے اُدْعُوا اللّٰهَ
جَمِيْعَ الْاَحْوَالِ ہر حال میں اللہ کو پکارو۔ فضل الٰہی سے وہ تندرست ہوگیا۔ پھر بڑھیا کے
بیٹے کی باری آئی اُسنے دیکھا کہ دو کو شفا ہو چکی ہے اپنا حال راست راست اِس طرح
بیان کرنے لگا کہ مجھ پر امیر وہ کے تین درم بابت مالگذاری واجب تھے۔ مجھ سے اس کا سرانجام

نہ ہوسکتا تھا اور میر وہ میری سخت سزا دہی کے درپے تھا۔ ایک عورت فرشتہ رحمت کیطرح ظاہر ہوئی اور اُسنے وہ تین سو درہم ادا کر دیئے۔ میں میروہ سے چھوٹ کر اُسکے پیچھے ہولیا اور بدکام کا ارادہ کیا۔ اُس پاکدامن نے منظور نہ کیا اور مجکو جھڑک دیا چلتے چلتے سمندر کے کنارے پر پہنچے ایک جہاز لنگر انداز تھا۔ میں غصہ میں بھرا ہوا ہی تھا۔ اُس عورت کو اپنی لونڈی ظاہر کر کے اہل جہاز کے ہاتھ بیچ دیا۔ اُس روز سے بیمار ہوں اپنی زیست سے بیزار ہوں۔ عابدہ نے یہ سچا ماجرہ سنکر بدرگاہِ قاضی الحاجات دعا کی اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اُسنے بھی اِس مہلک مرض سے نجات پائی۔

جب یہ تینوں باہر ہوئے تو عابدہ نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھا دی شوہر اُسے دیکھ کر فرطِ خوشی سے آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ عورت نے کہا کیوں روتے ہو۔ اُسنے کہا تم کو دیکھ کر اپنی پاکدامن عورت یاد آتی ہے اور اُسکی شکل و شباہت بھی ایسی ہی تھی اگر قاضی نے اُسکو سنگسار نکر دیا ہوتا تو میں جانتا کہ تم ہی ہو۔ عورت نے اب زیادہ دیر تک اپنے خاوند کو متردد رکھنا مناسب نہ جانا فوراً بول اٹھی کہ تمہاری زوجہ ہوں۔ پھر ساری سرگذشت اپنی سنائی وہ یہ ماجرا سنکر بہت متحیر ہوا۔ حق شناس بندوں کی طرح شکر الٰہی بجا لایا۔ اور لوگوں نے بھی سنا سب اُسکی سلامتی پر خورسند ہوئے۔ تینوں مجرموں نے بھی پہچانا اور اپنے افعال گذشتہ پر نادم اور تائب ہوئے اور اُسکے پاؤں پر گر پڑے اور اُسکی پارسائی کو مان گئے۔ معذرت کر کے عفو کے خواہاں ہوئے۔ اُسنے عالی حوصلگی سے کام لیکر سب کی خطا کو معاف کیا اور دولوں کو مال دیکر رخصت کیا۔ اِس شہر کے لوگوں کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو اُنھوں نے اُسکے خاوند کو اپنا بادشاہ بنایا اور اعرابی کو اُس کا وزیر کیا۔ اِس طرح وہ نیک نامی اور شاہی شان و شوکت سے رہنے لگے اور حق تعالیٰ کی عبادت اور خلق اللہ کا اجرائے کار کرنے لگے۔ سبحان اللہ اطاعت اور بندگی حق اور پارسائی بھی کیا اچھی چیز ہے۔ اور یہ سب اُس عفت پناہ بیوی کی عصمت کا سبب تھا۔ جو انکو بادشاہت ملی۔

معصیت سے بچنا اس ہی کو کہتے ہیں۔

حکایت حضرت رابعہ بصری کہ وہ اولیائے کاملین سے تھیں کسی نے اُن سے پوچھا کہ سر رشتہ اس طلب مولی کا کہاں سے ہاتھ لگا۔ کہا سات برس کی تھی کہ اس ہنگام میں قحط بصرہ میں پڑا اور میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی اور میری بہنیں متفرق ہوگئیں۔ مجکو رابعہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ بہنیں میری اور تین تھیں۔ اور چوتھی اُنکی میں تھی۔ اِس ہنگامہ قحط سالی میں ایک ظالم کے ہاتھ میں پڑی۔ اُسنے مجکو چھ درم کو بیچا اور مالک مجکو کار سخت فرمایا کرتا تھا۔ ایک روز میں کوٹھے پر سے گر پڑی اور ہاتھ میرا ٹوٹ گیا۔ میں نے سجدہ کیا اور کہا بار خدایا میں یتیم غریب قیدی ہوں ایک شخص کی۔ رحم فرما اور رضا تیری چاہتی ہوں اگر تو راضی ہے تو کیا ڈر ہے۔ ایک آواز میں نے سنی کہ اے ضعیفہ غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک جاہ ہوگا کہ مقربان آسمان تجھے اچھا جانیں گے۔ جبکہ میں اپنے مالک کے گھر میں آئی تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور رات کو گوشہ میں جاکر عبادت میں مشغول ہوتی۔ آدھی رات کو میں حق سے مناجات کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ خواہش میرے دلکی تیری موافقت میں ہے۔ اور روشنی میری آنکھ کی تیری خدمت میں اور تو میری نیت پر مطلع ہے۔ اگر کام میرے ہاتھ میں ہوتا تو ایک ساعت تیری عبادت سے نہ آسودہ ہوتی۔ ولیکن تو نے مجکو ایک مخلوق کے ہاتھ میں سپرد کر دیا ہے۔ پس میں یہ دعا کر رہی تھی کہ خواجہ نے میرے سر پر ایک قندیل نور کی بغیر زنجیر کے اوپر لٹکی ہوئی دیکھی کہ تمام گھر اُس سے روشن تھا دوسرے روز مجکو خواجہ نے بلایا اور آزاد کیا۔ پس رخصت میں نے چاہی اور میں وہاں سے باہر آئی اور ایک ویرانہ میں گئی کہ وہاں کوئی نہ تھا اور عبادت میں مشغول ہوئی اور راتوں کو جاگتی تھی اور ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔

حکایت (متعلق فضیلت درود شریف) دنیا میں ہر ایک کے لئے ایک ذریعہ معاش ہے اور حدیث میں ہے کسبُ الحلالِ فریضۃٌ بعدَ الفریضۃِ حلال روزی کا پیدا کرنا فرض ہی بعد فرائض کے

لینے نماز روزہ کے بعد کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ کونسی کمائی سب سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی محنت کی اور کسی کا اپنا بار آپ اٹھا لینا سوال کرنے سے بہتر ہے۔ اور فرمایا باریتعالے نے وَلَقَدْ مَکَّنَّا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا کُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ اے بنی آدم ہمنے تم کو قدرت دی زمین میں اور اس میں معاش پیدا کی لیکن بہت کم شکر کرتے ہیں۔ غرضکہ کسی ذریعہ معاش تجارت ہے۔ کسی کا کوئی پیشہ ہے۔ کسی کا نوکری ہے۔ اسی طرح کسی قصبہ میں ایک سپاہی تھا اور پہرا دینا انکا کام تھا۔ اتفاق سے اسکی بیوی بیمار ہوئی جسکی تیمارداری کے سبب سے وہ اپنی نوکری پر ذرا دیر میں پہنچنے لگا۔ کبھی کبھی اپنے جمعدار سے کہدیتا تھا کہ آج میں ذرا دیر میں پہنچوں گا میرا پہرا بدل دیا جائے۔ جمعدار بھی ایسا کردیتا تھا مگر جب تیسوں دن ایسا معاملہ رہنے لگا تو جمعدار بھی تنگ آگیا اور وہ بھی اس سپاہی کی سنوائی نکرنے لگا۔ ایک دن سپاہی کی بیوی کی حالت زیادہ ابتر ہوئی اور اُس نے جمعدار سے کہا کہ آج مجکو مہلت دیدیجائے کہ میں اپنی گھر والی کی حالت خراب پاتا ہوں جمعدار نے کہا کہ تمکو تو تیسیوں دن ہی لگا رہتا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ تم اپنی نوکری پر جاؤ۔ اور اپنا کام انجام دو۔ یہ مایوس ہو کر جہاں اسکی نوکری تھی چار بجے تک اُسپر چلا گیا۔ اور چونکہ قرآن شریف میں آیا ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ سب کو فنا ہونا ہے۔ وَکُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ اور ہر نفس کو ذائقہ موت کا چکھنا ہے وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا کسی کا چھٹکارا نہیں موت سے آنا فانا آجائیگی۔ یہ ان شدنی باتوں میں ایسے سرگرم ہوئے اور اپنے دل میں سمجھتے رہے کہ اُس کا حال تو خراب ہی تھا وہ کیونکر اچھی ہوئی ہوگی۔ اور میں کسیکو اُسکے پاس بھی نہیں بٹھا آیا ہوں۔ خبر نہیں کیسی ہوگی اور موت کی چاپس سکو لگی ہوگی اور وہ مرکے رہ گئی ہوگی۔ یہ ان خیالات میں ایسا غرق ہوا کہ جب نوکری سے فارغ ہو کر گھر کو روانہ ہوا تو اپنے ہمراہ۔ بدھنی۔ بوریا۔ ملتانی۔ کفن وغیرہ بھی لیتا آیا۔ گھر پر آکر دیکھا تو بیوی کو تندرست مصلے پر نماز پڑھتے پایا۔ حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ ہوش حواس

تک درست نہ بنتے اور سانس بھی بجا نہ تھا ایکا ایکی یہ کیا بات ہوئی تمہاری تو کایا پلٹ گئی۔
اس عورت نیک سیرت نے اپنا حال اس طرح بیان کیا۔ کہ میں بول و براز میں لتھڑی پڑی تھی
کہ یکایک ۵ آدمی مجکو صحن خانہ میں نظر آئے اور میرا گھر خوشبو سے معطر ہو گیا میں نے عرض
کیا کہ میرا خاوند گھر کو مقفل کر جاتا ہے۔ میں نے دروازہ کھلنے کی آواز تک نہیں سنی آپ کیونکر
میرے غریب خانہ میں رونق افروز ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب گویا ہوئے ہم چاروں
صحابی ہیں اور یہ پانچویں ہمارے ساتھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چونکہ تو تندرستی
میں درود شریف پڑھا کرتی تھی۔ اور وہ تحفہ فرشتوں کے ذریعے سے جناب رسالت پناہی میں
پہنچا کرتا تھا اب وہ نہیں پہنچا۔ تو ہمارے سردار دو عالم نے باریتعالی سے دریافت کیا۔ تو
معلوم ہوا کہ وہ جو تحفہ درود کا فلاں قصبہ سے فلاں عورت بھیجا کرتی تھی وہ بیمار ہے۔ پس
تیری خیر و صلاح دریافت کرنے یعنے تیری عیادت کو حضور اکرم خود تشریف لائے ہیں ٭

یہ بات معلوم کر کے وہ عورت بولی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجکو زیارت سے
مشرف فرمایئے تو کیا ہی خوب ہو حکم ہوا تو دیدار سے فیضیاب نہیں ہو سکتی اسلئے کہ تو تمباکو
کھاتی ہے۔ یہ سنکر میں نے تمباکو کھانے سے توبہ کی۔ اور اب شغل درود شریف میں مصروف ہوں
اور درود شریف پڑہنے سے اپنے جسم میں توانائی پا رہی ہوں ٭

حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو شخص مجھپر درود پڑہتا ہے۔ درود شریف بہت جلدی اُسکے
منہ سے نکلکر دریاؤں اور جنگلوں اور مشرق و مغرب سے گذرتا ہوا کہتا جاتا ہے کہ میں فلاں
کا درود ہوں کہ اُسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہے۔ پس یہ بات سنتے ہی تمام مخلوق اُسپر
درود بھیجتی اور اُسکے لئے رحمت طلب کرنی شروع کر دیتی ہے ٭

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو مومن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالی اُسکے لئے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے وہ چشم زدن
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچاتا ہے اور آپ سنکر کمال خوشی سے فرماتے ہیں

تو میری طرف سے اُسکو درود پہنچا دے۔ پھر فرشتہ جناب الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ فلاں بندے نے تیرے حبیب پاک پر درود بھیجا ہے۔ اللہ پاک کہتا ہے اسکو دس رحمت پہنچا۔ مسلمانوں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ بطفیل درود شریف ہم رسول اللہ علیہ السلام کے حضور میں یاد کئے جاتے ہیں اور اسی بارگاہِ عالی میں ہمارا نام پیش کیا جائے۔ اور خدائے عزوجل اور اُسکے حبیب کی رضامندی حاصل کرنے کے علاوہ کلہائے مراد سے دامن بھریں۔ اب چونکہ اِس مریضہ کی حالت دن بدن اچھی ہوتی جاتی تھی جو اُمیدوں سے کہیں زیادہ کامیابی تھی ہر شخص نے اِس کا چرچا کرنا شروع کیا اور آپ سے دریافت کیا اُنھوں نے بے کم وکاست بیان کر دیا۔ جس سے سُننا بھی ارادہ کر لیا کہ ہم عمر بھر درود سے غافل نہوں گے اور جو لوگ کہ تمباکو کے خوردنی یا نوشیدنی کا استعمال کرتے تھے تائب ہوئے بلکہ بعض بعض جو کہ چالیس چالیس سال سے زیادہ سے اس کا استعمال کرتے تھے تائب ہوئے۔ اور اب اِس مریضہ کو اور بھی زیادہ شوق دیدار کا ہوا اور قصد کر لیا کہ مدینہ طیبہ میں جا کر زیارت سے مشرف ہوں۔ چنانچہ اس مریضہ کو توفیق رب العالمین سات دفعہ نوبت حج کی آئی اور زیارت مدینہ منورہ سے فیضیاب ہوئی۔

اور کتاب شفاءالاسقام فی زیارت خیرالانام میں ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَ لَہٗ شَفَاعَتِیْ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا اُسکے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ اور دوسری حدیث کا ترجمہ ہے کہ جس شخص نے میری زیارت کی بلاغرض کے کہ کوئی اُس کا اور مطلب نہو تو اُس کا حق مجھپر واجب اور ثابت ہوگا اور قیامت کو میں اُسکی شفاعت کرونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جو کوئی کعبہ کا حج کرے اور میری زیارت کو نہ آوے پس بیشک اُس نے مجھپر ظلم کیا۔ غرض مسمی سکینہ بائی مذکورہ بالا مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس نعمت سے بھی نوازا کہ وہ سات دفعہ حج کر آئیں اور زیارت روضۂ رسول سے بھی فیضیاب ہوئیں اور آخری شغل آپ کا یہ تھا کہ ہر محلہ کی مسجدوں میں جاروب کشی کرتی تھیں۔ جو کوئی کچھ بطور نذر اُنکو دیتا تھا اُسکو جمع کر کے حج کو چلی جاتیں انکے دیکھنے والے ابھی بہت آدمی موجود ہیں واللہ اعلم

نقل ہے رمیصا ام سلیم ابوطلحہ کی زوجہ تھیں۔ فرماتی تھیں میرا شوہر کہیں گیا ہوا تھا۔ قضائے الٰہی سے میرا بیٹا مر گیا۔ چادر اسپر اڑھا دی۔ جب خاوند آیا پوچھا بیمار لڑکا کہاں ہے میں بولی آج کی رات بہت آرام سے ہے۔ اِس کے بعد میں نے کھانا لا کر آگے رکھا اُسنے کھایا اور ہمیشہ سے زیادہ کھایا۔ میں نے اپنے کو زیادہ بنا سنوار رکھا تھا اُسنے مجھ سے مقاربت کی۔ پھر میں نے اُس سے کہا کہ فلانے پڑوسی کو میں نے ایک چیز عاریت دی تھی۔ جب واپس مانگی تو اُسنے بڑا شور وغل مچایا۔ شوہر نے کہا یہ بڑی ناواجب بات ہے۔ لوگ بڑے احمق ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ تب عورت بولی تمہارا بچہ تمہارے پاس خدا کا ہدیہ اور اس کا رد رفیع ماں تھا حق تعالیٰ نے اپنی مستعار چیز کو لے لیا ہے۔ مرد نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون صبح کو رات کا ماجرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ فرمانے لگے کل کی رات تم پر مبارک کی سبحان اللہ کیا اچھی رات تھی۔ آدمی کسی حال میں صبر سے بے نیاز نہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ اُس جوان سے جو بیفکر رہا کرے بیزار رہتا ہے اور کہا ہے کہ جو جوان ظاہر میں فراغت سے بیٹھے گا وسواس باطنی سے اُسکو امن حاصل نہوگا شیطان اُس کا رفیق ہے اور اُسکے دل میں وسواس گھر کرینگے۔ اور جب حقتعالیٰ کے ذکر سے دفع کرنا ممکن نہ ہو تو کسی پیشہ یا خدمت یا کام کاج میں جو اُسکی دل لگی کا سبب ہو مشغول ہو جاوے اور ایسے آدمی کا خلوت میں بیٹھنا درست نہیں۔ اور جبتک حضور قلب نہو اُسکو چاہیئے اپنے تئیں کسی دھندے میں لگا دے۞

حکایت عجیب صوبہ مالوہ میں مندسور ایک مشہور مقام ہے۔ راقم الکتاب اِس تعلقہ میں بتقریب سیر و سیاحت پہنچا تو وہاں مولوی امیر الدین صاحب مندسوری سے ملاقات ہوئی۔ آپنے علاقہ مندسور کے تاریخی حالات مجھ سے بیان کئے اور بسبیل تذکرہ یہ حکایت بھی بیان کی کہ زمانۂ سابق میں جب اِس علاقہ پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو یہاں کے حاکم کو سلطان کہا کرتے تھے۔ اور سلطان کے متعلق بہت سے جاگیر دار تھے جو بطور نائب کام

کرتے تھے۔ مندسور سے پرے مہارانا دویپور کا علاقہ تھا۔ راجہ کے علاقہ میں ایک قلعہ تھا جس میں وہ موسم گرما میں آکر قیام کیا کرتا تھا۔ قلعہ کے نیچے چند درخت سایہ دار تھے۔ اِن درختوں کا سایہ موسم گرما میں نہایت خوشگوار ہوتا تھا۔ گرمی کی لو اور جلتی دھوپ میں یہ ایسا مقام تھا کہ جو شخص ان درختوں کے سایہ میں آجاتا تھا پھر اُس کا دل یہاں سے جانے کو نہ چاہتا تھا۔ درختوں کا سایہ۔ گھندار پتوں کی سبزی۔ اُن میں سے ہوا کا چھن چھن کر آنا دل پر جادو کا اثر کرتا تھا۔ مندسور کے ایک جاگیردار سلطان خان نامی کو یہ مقام بہت پسند تھا۔ موسم گرما میں وہ دوپہر کو یہاں آکر آرام لیا کرتے تھے۔ اور سہ پہر کو جب تپش آفتاب کم ہوتی تھی تو اپنے مکان پر چلے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مہاراجہ اودیپور گرمی کا موسم بسر کرنے کے لئے یہاں اپنے قلعہ میں آئے ہوئے تھے اور اُنکی بڑی رانی گنگا بائی ہمراہ تھیں۔ رانی نے قلعہ پر سے سلطان خان کو دیکھا کہ وہ روزمرہ آکر اُن درختوں کے نیچے آرام لیتا ہے۔ اور شام سے پہلے چلا جاتا ہے۔ ایک دن راجہ سے اِس کا تذکرہ کیا کہ یہ کون شخص ہے؟

راجہ نے ازراہ تمسخر جواب دیا۔ کہ تمکو اس شخص کا حال دریافت کرنے سے کیا غرض؟ کیا تُم اسکے ساتھ بھاگنا چاہتی ہو؟

رانی کو راجہ کی یہ بات نہایت ناگوار گذری۔ دل میں کہا راجہ کا یہ بیہودہ ناپاک خیال ہے تو اب میں بھاگ کر ہی دکھاؤنگی۔ یہ بات جی میں ٹھان کر سلطان خان کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ مجکو راجہ کی ایک بات نہایت ناگوار گذری ہے اور اب میرا دل اسکے پاس رہنے کو نہیں چاہتا۔ یہ قلعہ اور محل قیدخانہ معلوم ہوتا ہے۔ تم مسلمان ہو تم میں کچھ زور قوت ہو تو میری مدد کرو۔ سلطان خان نے جواب میں کہلا بھیجا کہ زور و قوت کی بہت سی قسمیں ہیں تم کس قسم کے زور و قوت کی طالب ہو؟

رانی نے جواب دیا کہ میں چاہتی ہوں مجمع عام اور سپاہ کے حلقہ میں سے بزور مجکو نکالکر لیجاؤ! سلطان خان نے کہا میں ایسا کر سکتا ہوں اور خدا نے یہ قوت مجکو اپنی درگاہ پاک سے عطا کی ہے۔

رانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہاں ہر سال ایک میلہ ہوتا ہے۔ اُس میں ایک بُت کی پوجا کی جاتی ہے۔ راجہ اور اُس کا تمام خاندان اِس پوجا میں شریک ہوتے ہیں۔ تمام سپاہ موجود کی سلامی ہوتی ہے۔ راجہ کے گرد افسران فوج حلقہ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں۔ خاندانِ شاہی بیچ میں ہوتا ہے۔ تم اِس حلقہ میں سے مجکو نکال کر لیجاؤ۔ کل کی تاریخ یہ تقریب ہونے والی ہے۔

سلطان خان نے جواب میں کہلا بھیجا مجکو منظور ہے۔ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ مگر میں تمکو اُس مجمع میں پہچانوں گا کیونکر۔ کیونکہ میں نے تمکو ابتک نہیں دیکھا ہے۔ راجہ کے خاندان کی بہت سی عورتیں ہونگی۔ اُس میں تمہارا پتہ کیونکر لگے گا۔ اور یہ کام میں محض خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور تمہاری رہائی کے لئے کرونگا۔ اِس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

رانی گنگا بائی نے جواب دیا کہ میں کل سیاہ ساڑھی باندھے ہونگی یہی میری پہچان ہوگی۔ سلطان خان نے منظور کیا۔

دوسرے دن قلعہ کے آگے میدان میں صبح ہی سے تیاری شروع ہوئی۔ میدان صاف کیا گیا۔ راجپوتوں کے فوجی دستے آکر قرینے سے میدان میں صف بستہ کھڑے ہوئے۔ افسران فوج اپنے ساز و سامان اور زرق برق وردیوں میں جلوہ آرا ہوئے۔ پھر بت کی سواری نہایت شان و شوکت سے آئی اور اُس سنگھاسن وسطِ میدان میں رکھا گیا۔ برہمنوں کی منڈلی نے بھجن گانے شروع کئے۔ اسکے بعد راجہ مع اپنے خاندان کے جلوہ آرا ہوا۔ افسران ملکی و فوجی نے سلامی دی۔ راجہ معہ اپنے متعلقین کے بت کی سنگھاسن کے سامنے پوجا کے لئے کھڑا ہوا معمولی رسمیں ادا ہونے لگیں۔ ہر طرف سے جیکاروں کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ غیر اللہ کی پرستش کا غلغلہ بلند ہوا۔ گھنٹالیں بجنے لگیں۔ جھانج کھڑکنے لگے۔ نقاروں کی آواز بلند ہوئی۔ نرسنگھوں کی بے سُری اور مکروہ آواز سے کان کے پردے پھٹنے لگے۔

یکایک غیرتِ حق کو حرکت ہوئی۔ ایک سوار برق رفتار بجلی کی طرح کوندتا ہوا نمودار ہوا۔ آناً فاناً میں مجمع کو چیرتا پھاڑتا راجہ تک پہنچا۔ اور نہایت سرعت سے سیاہ پوش رانی کو اپنے گھوڑے کے ہوگے بٹھا کر چلتا بنا۔ اِس آفت ناگہانی سے راجہ کے ہوش و حواس جاتے رہے کہ دم بھر میں کیا تھا کیا ہو گیا۔ مگر سنبھلکر افسرانِ فوج کو ڈانٹا کہ کیا دیکھتے ہو۔ گھیر لو اسکو۔ جانے نپائے۔ تمہاری راجپوتی شرم و غیرت کہاں ہے۔ ایک آدمی تم سے گرفتار نہیں کیا جاتا۔ یہ آواز سنتے ہی تمام راجپوتوں کی فوج نے سلطان خان کو گھیر لیا۔ تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ برچھیاں اپنی چمک دکھانے لگیں۔ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ معرکہ دار و گیر گرم ہوا۔ گرد و غبار سے آسمان و زمین تیرہ و تار ہو گئے۔ ہر طرف سے پکڑ و گھیر لو۔ جانے نپائے کی آوازیں آنے لگیں۔ مگر یہ شیر ایک ہاتھ سے مہارانی کو پکڑے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے تلوار مارتا ہوا محاصرہ کو توڑ کر صاف نکل گیا۔ سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

راجہ نے ڈانٹ کر کہا۔ ہائے غضب! ایک مسلمان راجپوتوں کے اتنے بڑے فوجی محاصرہ سے اِس طرح صاف نکل گیا اور کسی سے کچھ نہ ہو سکا۔ تف ہے میرا اور تمہاری بے شرمی پر۔ یہ آواز سنکر راجپوتوں کو جوش آگیا۔ سولہ راجپوت سواروں نے شمشیر بکف سلطان خاں کے پیچھے گھوڑے ڈالے اور مہمیز لگا کر اس شیر غراں تک جا پہنچے۔ عصر کی نماز کا وقت قریب آگیا تھا۔ سلطان خاں نے گھوڑے کی باگ روک لی اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

سنو! تمہاری ہزاروں کی تعداد میرا کچھ نکر سکی۔ تمہارے لاکھوں کے مجمع سے میرا بال بیکا نہ ہو سکا۔ تم سولہ آدمی میرا کیا کر لوگے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا گھوڑا تھک گیا ہے یا میں درماندہ ہو گیا ہوں تو تمہارا یہ خیال بالکل غلط۔ میں ویسا ہی توانا و طاقتور ہوں جیسا پہلے تھا بات یہ ہے کہ نماز کا وقت آگیا ہے۔ اور میں اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کے لئے ٹھیر گیا ہوں۔ تم سولہ آدمی میرے نزدیک کچھ چیز نہیں ہو۔ لڑائی میں تم ہرگز مجھ پر غالب نہیں آسکتے

جیسا کہ تم نے ابھی دیکھ لیا ہے کہ میں ہزاروں کے مجمع سے بچکر صاف نکل آیا۔ اب صرف اس لئے کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہجائے تمکو امتحان کا ایک اور موقعہ دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں اپنی تلوار ایک درخت کے تنہ میں مار دیتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اسکو نکال لیگا۔ تو میں اپنی شکست تسلیم کر لونگا۔ اور رانی تم کو واپس دیدونگا۔ تم کامیاب ہوکر چلے جانا۔ اور اگر تم میں سے کوئی اسکو نہ نکال سکا تو پھر تمکو اپنی شکست ماننی پڑیگی اور ناکام واپس جانا ہوگا ۔ راجپوتوں نے یہ شرط منظور کی اور فیصلہ پر رضامند ہوگئے۔

سلطان خان نے اپنی تلوار ایک موٹے درخت کے تنہ میں ماری جو آدھی سے زیادہ اتر گئی اور راجپوتوں سے کہا اسکو نکالو۔ راجپوتوں نے فرداً فرداً زور کیا مگر تلوار نے جنبش نہ کھائی۔ جب سب تھک گئے تو سلطان خاں نے کہا اب سب ملکر زور لگاؤ۔ سب نے متفق ہوکر زور لگایا مگر تلوار اپنی جگہ سے نہ سرکی آخر سب پشیمان ہوکر حسب قرار داد واپس چلے گئے۔ اور سلطان خاں نے گھوڑے پر بیٹھ کر رانی کو سوار کرکے گھوڑے کو تاؤ دیا۔ اللہ اکبر کہکر تلوار پر ہاتھ مارا تلوار صاف نکالکر رانی کو ساتھ لیا اور مع الخیر کامیاب اپنے گھر واپس آئے

جب راجپوت ناکام راجہ کے پاس پھر کر گئے اور حقیقت بیان کی تو راجہ کو بڑا طیش آیا۔ سلطان مندسور کو لکھا کہ تمہارے ایک جاگیردار نے ہمارے ساتھ یہ بیہودہ حرکت وزیادتی کی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ رانی کو بعزت تمام واپس بھیجدو اور جاگیردار کو گرفتار کرکے دست وپا بستہ ہمارے حضور میں حاضر کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مندسور کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائیگی اور ایک آدمی بھی زندہ نچھوڑا جائیگا۔ سلطان نے اس لغو تحریر کا کچھ جواب نہیں دیا۔

راجہ ایک لشکر گراں لیکر مندسور پر چڑھ آیا۔ مقام جلدو ندی پر آکر ٹھیرا۔ سلطان اپنی اسلامی فوج لیکر مقابلہ کو پہنچا۔ سخت معرکہ آرائی ہوئی اور بڑے کشت خون کے بعد راجہ کو شکست فاش ہوئی۔ نیمچ کا سارا علاقہ۔ جادو چاٹ۔ سنگولی۔ گنگاپور۔ سلطان کے قبضہ میں آئے۔ اور یہ مقامات ابتک مندسور کے علاقہ میں شامل ہیں۔ خاوندی۔ وس نے مسلمانوں کو

بول بالا کیا۔ کفار خائف و خاسر ہوئے۔ مہارانی گنگا بائی مسلمان ہوگئیں اور اُنہوں نے
اپنے زیورات سے ایک مسجد تعمیر کی جو گانی مسجد کے نام سے ابتک محلہ خانپورہ میں موجود ہے
گنگا بائی۔ سلطان خاں۔ اور اُنکے گھوڑے کی قبر اس مقام پر زیارت گاہ خلائق ہے
بندہ بھی اُنکی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

نتیجہ۔ صبر۔ غیرت۔ استقلال بڑی چیزیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مہارانی کو غیرت حمیت
کے بدلہ میں نور ایمان عطا کیا۔ تاقیامت اُنکا نام آفتاب کی طرح روشن رہے گا۔

سلطان خان کے استقلال۔ جوش اسلامی نے ایک پارسا عفت مآب خاتون کو
زندان ضلالت سے رہائی دلوائی۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے وہ ایک نمونہ اپنی یادگار
چھوڑ گئے ❊

حکایت عبدالعزیز ایک غریب مفلس آدمی تھا اُسکی زوجہ حسن آرا نہایت پاکباز۔ نیک
چلن۔ صابرہ خاتون تھی۔ عبدالعزیز اگرچہ نادار مفلس آدمی تھا۔ مگر بیوی اطاعت گذار سلیقہ
شعار اور خوبصورت ملی تھی۔ اس لئے نہایت آرام سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ خدا نے ایک
لڑکا بھی عنایت کیا تھا جسکی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ عبدالعزیز محنت و مزدوری کرکے
اپنی اوقات بسر کرتا تھا صبح کو گھر سے جاتا تھا۔ شام کو گھر میں واپس آتا تھا۔ اتفاق سے
انکا یہ اکلوتا بیٹا بیمار ہوا۔ مرض نے طول کھینچا۔ بیچاروں نے بہت علاج کیا۔ جو کچھ گھر میں قدر
قلیل اثاث البیت تھا اُسکو بیچکر تیمارداری میں صرف کردیا۔ مگر بچے کا مرض روز بروز زیادہ
ہوتا گیا۔ ایک دن یہ بیچارہ محنت و مزدوری کو گیا ہوا تھا کہ لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ ماں نے اُسکی
نعش کو پلنگ پر سیدھا لٹا کر اُوپر سے کپڑا اُڑھا دیا۔

شام کو عبدالعزیز تھکا ہارا محنت و مزدوری کرکے گھر آیا۔ تو بیوی نے حسب دستور
اُسکو پہلے وضو کرایا۔ دونوں نے ملکر مغرب کی نماز پڑھی۔ اسکے بعد بیوی نے اطمینان سے
کھانا اُسکے سامنے رکھا۔ اور کسی طرح کا رنج و ملال ظاہر نکیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی

تو بیوی نے میاں سے آہستہ کہا۔

میں ایک بات تم سے دریافت کرتی ہوں۔ عبدالعزیز نے کہا بڑی خوشی سے پوچھو میں بتاؤں گا۔ بیوی نے کہا اگر تمہارے پاس کسی کی امانت رکھی ہو اور وہ شخص اپنی امانت واپس لیجائے تو تم کو اس کا رنج ہوگا یا خوشی؟

عبدالعزیز نے جواب دیا۔ بڑی خوشی ہوگی کہ امانت امانتدار کو بے کم وکاست واپس ہوئی اور ہم اسکی حفاظت سے سبکدوش ہوئے۔ ہم اس موقعہ پر خداوند قدوس کے کرم وفضل کا شکریہ ادا کرینگے کہ اسکی توفیق سے امانداری میں پورے اترے۔

بیوی نے کہا الحمدللہ آپ کا خیال بہت ٹھیک نکلا۔ لڑکا جو خدا نے بطور امانت ہمکو عطا کیا تھا آج اس نے وہ امانت ہم سے واپس لیلی۔ یعنی اس کا انتقال ہوگیا۔

عبدالعزیز نے نہایت صبر وسکون سے سنکر جواب دیا۔ مشیت ایزدی میں کوئی چارہ نہیں۔ ہم ہر حالت میں اسکی رضا پر راضی وخوشنود ہیں۔

یہ باتیں آپس میں ہو رہی تھیں کہ بچے نے یکایک کروٹ لی اور اٹھ بیٹھا۔

دونوں میاں بیوی حیران ہوگئے۔ بچے سے پوچھا تجکو کیا ہوگیا تھا۔

اس نے جواب دیا۔ میں گھر سے ایک باغ میں چلا گیا تھا۔ اس باغ میں ہر طرح کے پھول پھل موجود تھے قسم قسم کے میوے لگے ہوئے تھے۔ نہریں جاری تھیں۔ رنگ برنگ کے پرندے چہچہا رہے تھے۔ میرے ہمعمر بچے میرے ساتھ کھیل رہے تھے۔ یکایک مجکو خیال آیا کہ اس باغ میں آئے ہوئے مجکو بہت دیر ہوگئی۔ اماں گھر میں یاد کر رہی ہونگی۔ جلدی چلنا چاہئیے۔ اس لئے میں فوراً گھر واپس چلا آیا۔ اماجان وہ بہت اچھا باغ تھا۔ یہ بات سنکر انکی حیرانی اور بھی بڑھ گئی۔

یہ لڑکا اب بالکل تندرست تھا۔ بیماری کا نام ونشان نہ تھا۔ دونوں میاں بیوی سنکر باغ باغ ہوگئے۔ خدا کے فضل وکرم واحسان کا شکریہ ادا کیا اور خوش وخرم رہنے لگے۔

یہ صبر وشکر کا بدلہ اللہ نے انکو دیا۔

پیاری بیوی

ذیل میں ایک نہایت عمدہ موثر نظم درج کی جاتی ہے۔ جس کا شائع کرنا محض اس غرض سے ہے کہ ہماری مستورات کو اعلیٰ نمونہ اپنے خاوندوں کی فرمانبرداری کا معلوم ہو

اے میرے دل کی راحت میں ہوں ترا فدائی
تکلیف میں نے ہرگز تجھ سے کبھی نہ پائی

صورت سے تیری بڑھ کر سیرت میں دلربائی
میں ہوں شکستہ خاطر اور تو ہے مومیائی

مجکو نہ چین تجھ بن بے میرے سکھ نہ تجھکو
میں تیرے غم کی دارو تو ہے مری دوائی

شرمندہ ہوں میں تجھ سے مجھ سے نہیں خجل تو
مجھ میں رہی کدورت تجھ میں رہی صفائی

تو نے کرم کیا ہے میرے ستم کے بدلے
دیکھی نہ میں نے تجھ سے اک ذرہ بے وفائی

تو لعل بے بہا ہے انمول ہے تو موتی
ہے نقش میرے دل پر بس تیری پارسائی

میں نے نہ قدر تیری پہچانی ایک ذرہ
ہیرے کو میں نے سمجھا افسوس ایک پائی

خاطر سے تو نے میری کنبہ کو اپنے چھوڑا
جنگل میں ساتھ میرے پیارے وطن سے آئی

تھی ناز کی پلی تو اور میں غریب گھر تھا
تو نے ہر اک مصیبت گھر میں مرے اٹھائی

محنت کا تیری ثمرہ اللہ تجھکو بخشے
چولھے پہ سر کھپایا بچوں پہ جاں کھپائی

دکھ درد میں ساتھ میرا تو نے کبھی نہ چھوڑا
خود ہو گئی مقابل جب غم کی فوج آئی

دنیا کے رنج و غم کو ہنس ہنس کے تو نے کاٹا
اللہ رے میری ہمت۔ بل بے تیری سمائی

بچوں کو تو سلاتی اور آپ جاگتی تھی
سو بار موت گوہ میں تو رات دن نہائی

بچوں کے پالنے میں لاکھوں اٹھائے صدمے
جبتک یہ سلسلہ تھا راحت نہ تو نے پائی

ہوتا تھا ایک پیدا اور دوسرا گذرتا
تھی صابرہ تو ایسی ہرگز نہ بلبلائی

صدمہ کو اپنے ہرگز لائی نہ تو زباں پر
جہال کی طرح سے دیتی نہ تھی دوہائی

تنگی میں عمر کاٹی بچوں کو خوب پالا
شکوہ نہ سختیوں کا لب پر کبھی تو لائی

دکھ درد اپنے دل کا تو نے کیا نہ افشا
غیروں سے تو چھپاتی ہوتی اگر لڑائی

جو میں نے تجکو بخشا تو نے لیا خوشی سے — مانگی نہ تو نے مجھ سے ساری کبھی کمائی
دہوکا دیا نہ ہرگز- بولی نہ جھوٹ گا ہے — مجھ سے نہ بات تو نے کوئی کبھی چھپائی
تھی جتنی تجھ میں طاقت کی تو نے میری خدمت — خود کھایا رو کھا سوکھا نعمت مجھے کھلائی
عیبوں کو تو نے میرے اغیار سے چھپایا — تھا تیرے بس میں جتنا عزت میری بنائی
صدمہ سے میرے صدمہ تجکو ہوا ہمیشہ — جب شاد مجکو پایا تو نے خوشی منائی
تھی میرے دشمنوں کی تو جان و دل سے دشمن — اور میرے دوستوں سے تیری رہی صفائی
جو کچھ تھا میرا مذہب تھا وہی تیرا مشرب — تھی تیرے دل میں الفت ایسی مری سمائی
مجھ پہ کیا تصدق جو تیرے پاس تھا زر — یاں تک کہ پاس تیرے باقی رہی نہ پائی
کرتا ہوں شکر حق کا جس نے تجھے ملایا — اور میری تیری قسمت آپس میں یوں ملائی
ہو تجھ پہ حق کی رحمت تجکو عطا ہو جنت — اور میری تیری اک دم ہووے نہ واں جدائی
آرام تجھکو دیوے فضل و کرم سے مولا — ہر رنج و غم سے بخشے مالک تجھے رہائی
ہرگز نہ تو دکھی ہو ہر وقت تو سکھی ہو — بچوں کا عیش دیکھے تو اور تیری جائی
فضل و کرم کی بارش دن رات تجھ پہ ہووے — پانی میں مغفرت کے ہر دم رہے نہائی
دولت ہو تجھ سے ہمدم عزت ہو ساتھ تیرے — اولاد میں ہو برکت کہلائی سب کی مائی
اسلام پر جئیں ہم ایمان پہ مریں ہم — ہر دم خدا کے در کی حاصل ہو جبہ سائی
جب وقت موت آئے بےخوف ہم سدھاریں — دل پہ ہو ہمارے اندوہ ایک رائی
اِک اور بھی دعا ہے اب میرے دل میں آئی — ہے جوش کا یہ عالم جاتی نہیں چھپائی
ہو قوم کو ہدایت اللہ کی آئے نصرت — آقا کرے ہمارا دنیا کی رہنمائی
مثل مدینہ ہووے اسلام کا یہ مرکز — ہندوستاں میں آئے ہم کو نظر خدائی
حضرت کو لوگ مانیں طہٰ کے معتقد ہوں — پھر جائے چار جانب اسلام کی دہائی
دنیا سے دور ہووے ہر طرح کی کدورت — جس سمت آنکھ اٹھے آئے نظر صفائی

اسلام میں ہو داخل بس فوج فوج دنیا — اعدا گلے سے ملکر بنجائیں بھائی بھائی
آنکھوں سے اپنی ہمکو وہ دن خدا دکھائے — جب قوم سے ہماری کل دور ہو بُرائی
آنکھیں کُھلیں ہماری روشن دماغ ہوویں — ہوئے شعار اپنا تقویٰ و پارسائی
دنیا سے دور ہوویں جتنے ہیں بُت جہاں میں — اللہ کی ہو عبادت جسکی ہے کُل خدائی
قرآن کی حکومت دنیا میں ہووے قائم — ہو کفر پارہ پارہ اور شرک رائی کائی
روشن ہو دین احمد فضلِ خدا سے ہردم — جو ہیں صنم کے اندھے انکو بھی شے دکھائی
دینِ محمدی کا اقبال خوب چمکے — باطل پرست جو ہیں اُنکی ہو جگ ہنسائی
توحید کا ہو دورہ تثلیث ہو شکستہ — حق کی ہو بادشاہی باطل نہ دے دکھائی
قرآن کا نور چمکے۔ کندن کی طرح دمکے — سورج کی روشنی سے بڑھکر ہو روشنائی
شر و فساد جاوے دنیا میں امن آوے — ظاہر میں خیر و خوبی باطن میں ہو بھلائی
سچے ہوں نیک بچے اور ہوں جوان صالح — ہوں لائق زیارت دنیا میں باپ مائی
ہر نشہ دور ہووے سچا سرور ہووے — جو سود خوار ہیں یاں اُن کو ملے نہ پائی
جھوٹے طبیب جائیں سچے امین آئیں — دھوکے سے جو کہ بیچیں مخلوق میں دوائی
ہو صدق و راستی کا دنیا میں بول بالا — ہو جھوٹ کی تباہی پھیلے یہاں سچائی

پاکدامنی

از نتیجہ فکر جناب محمد عبدالحی صاحب سعدی۔ حیدرآبادی

عصمت سے ہے عورتوں کی عزت — عصمت نہیں جس میں کیا وہ عورت
عورت ہے وہی جو باحیا ہو — غیرت جو نہ ہو کہاں کی عصمت
عورت نہیں جس میں ہو تکبر — ہاں چاہیئے اُسکو عجز و لینت
ہے بات یہی ثنا کے قابل — عورت میں ہنر ہو اور بصیرت
صورت ہو بُری تو کیجئے کیا — اچھی ہو مگر ضرور سیرت

جسکو نہ ہو خلق نیک اُس سے	ہوتی ہے ہر اک کو سخت نفرت
غفلت میں کرو نہ عمر ضائع	ہے علم سے اعتبار و عزت
ہاں سیکھتے جاؤ اچھے اخلاق	ہوتی ہے اسی سے سب میں عظمت
چھوٹے نہیں چھٹتی مشکلوں سے	پڑجائے بُرائی کی جو عادت
اک بات کرو تو سوچو دو بار	آئے گی نہ تم پہ کوئی آفت
ہرگز نہ کرو فضول باتیں	ہوگی تم کو بڑی ندامت
الذال موکلٌ بہ نطق	خاموشی ہے موجب سلامت
غلام کی لغو حرکتوں پر	اپنا نہ بگاڑو خلق و عادت
محفوظ رہو گے آفتوں سے	سعدی سے سنو گے گر نصیحت

فضیلت علم اور نسوان کی حدیث دانی مقصود علم سے عمل ہے عمل کی چند باتیں

پ۳ العمران (۵) وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ تک اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو لکھنا سکھایا اور آسمانی کتابیں) اور حکمت عقل و فہم اور توراۃ اور انجیل سکھا دیگا **ف** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُنکی علم نے یہ نفع دیا کہ لوگوں کے اعتراضات جو اُنکی ماں پر کیے تھے وہ رفع ہوگئے۔ پ۶ النساء (۲۲) لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ لیکن جو پختہ ہیں علم میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں اُسکو جو نازل ہوا تجھپر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے **ت** یعنے قبیلہ بنی اسرائیل میں جن کا علم راسخ ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی اور جو لوگ صاحب ایمان ہیں وہ مانتے ہیں قرآن اور توراۃ اور انجیل حضرت عبداللہ بن سلام کے علم نے یہ نفع دیا کہ اُنکا ذکر کلام اللہ میں آیا۔ پ۱۱ یونس (۸) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ تک فرعون نے کہا جو پکا جادوگر ہو اُسکو میرے پاس لے آؤ **ف** جاننے والے ہی کی قدر و منزلت ہے علم کی بابت اور آیتیں جنکو دیکھنی ہوں وہ کلید سعید میں دیکھے

حدیث شریف میں ہے الایمان عُریَانٌ وَلِبَاسُہُ التَّقْوٰی وزینۃ الحیاء وثمرتہ العلم بغیر تقوی کے ایمان گویا ننگا ہے اور بغیر حیا کے بے زینت ہے۔ اور بغیر علم کے بے ثمر۔

حدیث مَنْ اَکْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ وَمَنْ اَکْرَمَ اللّٰہُ تعالیٰ فَلَہُ الجَنَّۃ جس شخص نے توقیر و عزت کی عالم کی پس حضرت فرماتے ہیں کہ عزت کی اُسنے میری اور جس شخص نے کہ عزت و عظمت کی میری پس تحقیق بزرگ رکھا اللہ تعالیٰ کو اور جس شخص نے بزرگ رکھا اللہ تعالیٰ کو پس واسطے اس کے جنت ہے۔

روح البیان میں ہے کہ آدم کے پاس جبرئیل علیہ السّلام تین تحفہ لائے علم عقل حیا آدم نے عقل کو پسند کیا۔ حیا و علم سے کہا تم جاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ باریتعالیٰ نے ہمکو ایک ساتھ پیدا کیا ہے ہم نہیں جائینگے۔ حیا آنکھ میں مقیم ہوئی عقل دماغ میں علم دل میں پس بکار عقل ہوگی تحصیل علم کریگا۔ اور علم کی برکت سے حیا آجائیگی ؂

نظم اقبال

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا	بھولے بھٹکے کی رہنما ہوں میں
ہوں زمیں پر گذر فلک پہ میرا	دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں
کام دنیا میں رہبری ہے مرا	مثل خضر خجستہ پا ہوں میں
ہوں مفسر کتاب ہستی کی	مظہر شان کبریا ہوں میں
بوند اک خون کی ہے تو لیکن	غیرت لعل بے بہا ہوں میں
دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے	پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں
راز ہستی کو تو سمجھتی ہے	اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے	اور باطن سے آشنا ہوں میں
علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے	تو خدا جو خدا نما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے تابی	اس مرض کی مگر دوا ہوں میں

شمع تو محفل صداقت کی	حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
تو زمان و مکان سے رشتہ جیا	طائر سدرہ آشنا ہوں میں
کس بلندی پہ ہے مقام مرا	عرش رب جلیل کا ہوں میں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین کے سکھانے اور سیکھنے والوں کے حق میں۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتے آسمانوں کے اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں بلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں دعائے خیر کرتی ہیں۔ کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خَالِدِیْنَ فِیْهَا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اعمال نیک کئے پس واسطے اُنکے سرسبز اور شاداب باغ جنت کے ہیں اور اُنکی مہمانی ہے جس میں وہ ہمیشہ آسایش سے بسر کرینگے۔ علم کے ساتھ عمل ایسا ہے کہ جیسے سونے پہ سہاگا حدیث شریف میں آیا ہے اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ ایمان خدائے عزوجل کو پہچاننا دل کے ساتھ اور اقرار کرنا زبان سے اور عمل ارکان ایمان پر اور فرمایا اَحْسَنُ النَّاسِ خُلُقًا لِلنَّاسِ

نقل ہے ایکبار حضرت رسول اکرم مع صحابہ کرام سفر کو تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں کھانا کھانے کی ضرورت ہوئی متعلقہ کام صحابہ کرام نے باہم تقسیم کر لئے۔ کسی نے آٹا گوندھنا کسی نے آگ جلائی۔ حضور پُر نور نے لکڑیاں لانا اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے باصرار منع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آخر میں بھی تو کھانا کھاؤنگا۔ اور تمہاری مانند میں بھی آدمی ہوں۔ امور خانہ داری میں نسواں کو یہ ضرور ہے کہ کھانا پکانا وغیرہ سے بھی واقفیت ہو اور علم دین سے بھی۔

نظم اکبر الہ آبادی

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے	لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے
حسن معاشرت میں سراسر فتور ہے	اور اس میں والدین کا بیشک قصور ہے
ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کوئی بندوبست	چھوڑیں نہ اُنکو یونہی جہالت میں شادوست

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہرچند ہو علوم ضروری کی عاملہ
مذہب کے جو اصول ہیں اسکو بتائے جائیں
اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں
عصیاں سے دور ہو وہ خدا سے ڈرا کرے
تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں
خیرات ہی سے ہو گی غرض خاص و عام میں
اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے
تعلیم ہے حساب کی بھی واجبات سے
یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے
گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا
کھانا پکانا سب نہیں آیا تو کیا مزا
لندن کے یہ رسالوں میں میں نے بھی پڑھا
وقت آپڑے تو گاڑھے گزی میں بھی عذر کیا
سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر
ہاں عورتوں کے دل میں ہو سینے کا شوق اگر
کسب معاش کو بھی ہے یہ فن کبھی مفید
سب سے زیادہ تم کو ہے صحت کی لازمی
کھانے میں ہو صفائی یعنی لباس بھی
تعلیم کی ہے بات اور آگے قدم بڑھیں

جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
باقاعدہ طریق پرستش سکھائے جائیں
سکّے خدا کے نام کے دلمیں بٹھائے جائیں
اور حسن عافیت کی ہمیشہ دعا کرے
خالق سے لو لگائے گی وہ اپنے کام میں
اسکو سکھایا جاوے یہ واضح کلام میں
نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے
دیوار پہ نشان تو ہیں واہیات سے
لازم ہے کام لے وہ قلم سے دوات سے
اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا
جوہر ہے عورتوں کے لئے یہ بہت بڑا
مطبخ سے رکھنا چاہیئے لیڈی کو سلسلا
گھر کے لئے ہے کام سے پڑھی میں ہو عار کیا
درزی کی چوری سے بھی حفاظت پہ ہو نظر
سب بچے اسکے جائینگے گل کی طرح سنور
اک شغل بھی ہے دل کے بہلنے کی بھی امید
صحت نہیں درست تو بے کار زندگی
آفت ہے ایک آئے جوان دونوں میں کمی
صحت کی حفظ کے جو قوانین ہیں وہ پڑھیں

پبلک میں کیا ضرور ہے جا کر تنی رہو	تقلیدِ مغربی پہ عبث کیوں تنی رہو
داتا نے دل دیا ہے تو دل سے غنی رہو	پڑھ لکھ کے اپنے گھر ہی میں دیوی بنی رہو
مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے	مغرب کے ناز و رقص کا اسکول اور ہے
دنیا میں لذتیں ہیں نمایش ہے شان ہے	انکی طلب و حرص میں سارا جہان ہے
اکبر سے یہ سنو کہ جو اس کا بیان ہے	دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا ہوا اُس کا عمل خراب	آج اسکا خوشنما ہے مگر ہوگا کل خراب

اللہ تعالیٰ نے آدم کو علم تمام مخلوقات کے ناموں کا عطا کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اِس سے آدم کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ فرشتوں کو سجدہ کروایا۔ یعنی نہایت درجے کی تعظیم فرشتوں سے کروائی۔ یہ فضیلت علم کی وجہ سے ہوئی۔

اور حضرت خضرؑ کو فراست عطا ہوا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا خضر کو انکے علم سے استادی حضرت موسیٰ کی عنایت ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو علمِ تعبیر دیا وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور حضرت یوسف کو انکے علم نے بادشاہی زمین مصر کی دلوائی۔ اور قید خانہ سے رہائی۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بسبب جاننے زبان جانوروں کے کہ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ سے بلقیس جیسی عورت مالدار صاحب سلطنت و ملک و لشکر و صاحب مرتبہ بخشی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے اصحاب سے کہا۔ بلبل یہ کہتی ہے جیسے اعمال کروگے ویسی ہی جزا ملے گی۔ جیسا کریگا ویسا پاویگا۔ ہُدہُد یہ کہتا ہے اے گنہگار و خدا سے طلب آمرزش کرو اور طوطی کہتی ہے جو زندہ ہے وہ ضرور مریگا۔ کوئی جانور کہتا ہے سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ اور کوئی کہتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یعنے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر ذاتِ خدا باقی رہنے والی ہے اور مرغ کہتا ہے اے غافلو یاد خدا کرو۔ ہر جانور اسکی تسبیح کرتے ہیں مگر ہم نہیں سمجھتے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت و انجیل کا دیا گیا وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

وَالْاِنْجِیْلَ اِس سے بدگمانیاں لوگوں کی اُنکی ماں کی بابت رفع کیں۔ یعنی اُنکی ماں سے تہمت زنا کی رفع کرائی۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ساتھ علم اسرار کے کہ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ اُنکے علم نے خلافت اور شفاعت عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ اُمت محمدیہ کو کہ وہ علم حقیقت و شریعت کا رکھتے ہیں کیا عجب ہے کہ اُنکو صحبت انبیاء میں پہنچائے اور یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا اور اس علم کے جاننے کی برکت سے اُنکو بندیخانہ دوزخ سے نجات دی۔ اور اُنکے طفیل جمیع گناہگاران اِس اُمت کو۔ علم ایسی چیز ہے کہ اُس سے تنہائی میں بھی وحشت نہیں ہوتی اور یہ بھی کسی کا لاجواب قول ہے کہ اِس زمانہ میں کتاب سے بہتر کوئی ہمنشیں نہیں جیسا کہ ان ابیات سے ظاہر ہوتا ہے

اور کسیکا قول ہے	ہمنشینے بہ از کتاب مخواہ		کہ مصاحب بود گاہ بیگاہ
	این چنیں ہمدمے لطیف کہ دید		کہ نرنجید و ہم نرنجانید
	فروغ علم و دانائی کتابست		انیس کنج تنہائی کتابست

حضرت شیث علیہ السلام کا قول ہے کہ بادشاہ کو چاہیئے کہ اہل علم سے احسان کرے۔ تاکہ تحصیل علم کا شوق ہو اور علم تھوڑا ہو یا بہت فائدے سے خالی نہیں جیسا کہ اس حکایت سے ثابت ہوتا ہے **حکایت** ایک مچھلی پکڑنے والے نے دریا میں ڈگن ڈالی (وہ ڈور جس میں کانٹا بندھا ہوتا ہے) اتنے میں وہ طالب علم بحث کرتے ہوئے وہاں آنکلے اس مچھلی پکڑنیوالے نے کہا آپ ذرا خاموش رہیں۔ اُنہوں نے ایک بھی نہ مانی۔ آخر بعد رد و کد یہ قرار پایا کہ درصورت گرفتاری مچھلیاں کے دو مچھلیاں ہمکو دے۔ غرض صیاد نے پے درپے تین مچھلیاں نکالیں دو اُنکو دیں اور کہا کہ اسکے عوض میں جس مسئلہ میں آپ تقریر کرتے تھے وہ مجھے بتائیں۔ طالب علموں نے کہا کہ میراث خنثی میں گفتگو کرتے تھے (خنثی وہ ہے کہ نہ مرد ہو نہ عورت) صیاد نے اِس لفظ کو یاد کر لیا۔ دوسرے دن اس صیاد کی گرفتاری میں

ایک عجیب مچھلی آئی۔ اُنہوں نے اُسکو بادشاہ وقت کی نذر کی۔ بادشاہ نے کمال خوشی سے
ایک ہزار روپیہ انعام دینے کے لئے فرمایا۔ وزیر نے عرض کی کہ صیاد بہت ہیں اور دریا میں
مچھلیوں کی کمی نہیں۔ جب فی مچھلی یہی انعام ہے تو یقین ہے کہ تھوڑے عرصہ میں خزانہ
مچھلیوں کے انعام میں دریا بُرد ہو جائیگا۔ بادشاہ یہ سنکر سوچ میں گیا کہ اب زبان بدلی
نہیں جاسکتی۔ وزیر نے عرض کی حضور اس سے دریافت فرمائیں کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ در صورت
بتانے نر کے مادہ طلب کریں اور مادہ کہنے پر نر جیسے وہ اس کا جوڑا ملانے سے عاجز ہوگا۔
تو بہت تھوڑے انعام پر اکتفا کرے گا۔ بادشاہ نے اسیطرح دریافت کیا۔ صیاد کو وہ لفظ یاد تھا
عرض کی حضور سلامت یہ خنثی ہے۔ بادشاہ نے اِس حاضر جوابی سے دنگ ہو کر ایکہزار
روپیہ انعام کے فرمائے۔ ہمارا یہاں اِس کا ذکر کرنے سے یہ مطلب ہے کہ صرف ایک لفظ کے
علم نے صیاد کو ایک ہزار روپیہ انعام دلائے۔ تر اعلم در دین و دنیا تمام ٭ کہ کار تو از علم
گیرد نظام۔ اور فرمایا حضرت نے جو کوئی چلے راہ واسطے طلب علم کے آسان کریگا حق تعالیٰ
اسکے لئے راہ جہشت کی اور فرمایا حضور نے جو کوئی باہر آوے طلب علم کے لئے وطن سے۔
وہ راہِ خدا میں ہے جبتک واپس آئے۔ ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلے علم حاصل کر پھر گوشہ
نشین ہو۔ معافی بن عمران نے ارشاد فرمایا کہ ایک حدیث لکھنا مجھے تمام رات کی عبادت سے
زیادہ محبوب ہے۔ آثار سعید میں ہے کہ نافع علم وہ ہے جس سے دنیا کی حقارت اور آخرت کی بزرگی
حاصل ہو اور جب دنیا کو بُرا سمجھے اور تکبر و حسد وغیرہ سے بچے۔ عورت کی زیبایش زیور سے ہے
تو مرد کی علم و ہنر سے ٭

حکیم ارسطالیس کا قول ہے کہ اگر علم پڑھ کر نفس کے عیب دفع نہوئے تو علم و دانش نے
کچھ فائدہ نہ بخشا۔ تاریخ اور سیر کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں
مسلمان عورتیں ہر علم و فن کو تکمیل کے ساتھ حاصل کرتیں تھیں اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت
یافتہ ہوا کرتی تھیں۔ علم کے حاصل کرنے میں محنت شاقہ اُٹھاتی تھیں اور صبر سے کام لیتی

تھیں اور عورتوں کا عالمہ فاضلہ ۔ محدثہ اور حکیم ہونا مردوں کے لئے باعث افتخار ہوا کرتا تھا ۔ مرد عورتوں سے علم دین پڑھنا کوئی بے عزتی نہ سمجھتے تھے ۔ عورتیں عام طور پر مردوں کے ساتھ درس وتدریس میں شریک ہوا کرتی تھیں ۔ وہ کیسا شائستہ زمانہ تھا ۔ اب اس وقت میں شہر دہلی میں بہت جگہ ترجمہ قرآن شریف کا ہوتا ہے اور وہاں عورتوں کے لئے معقول پردہ کا انتظام ہو اور عورتوں کو چاہیئے خاموشی سے سنیں ۔ مردوں کو چاہیئے عورتوں کو شریک ہونے کی اجازت دیں اور سننے جانے اور آنیکا پردہ کے ساتھ انتظام کردیں ۔ یہ طریقہ تعلیم نسوان بہت اچھا ہے ۔ بعض ذہین عورتوں کو بہت کچھ یاد رہتا ہے ۔ ان سے بچوں بچیوں کو بھی فیض پہنچتا ہے کہ وہ اپنی یاد سے بتاتی ہیں ۔ اور امام سیوطی کی بابت لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے چالیس عورتوں سے علم حدیث حاصل کیا تھا ۔ اور عورتوں میں علم دین و دنیا حاصل کرنیکی اعلیٰ قابلیت اب بھی موجود ہے اور تھی ۔ قدرت نے کچھ اس میں مردوں سے کمی نہیں رکھی ۔ اگر ان میں یہ ذہنی قوت موجود نہ ہوتی تو وہ کبھی محدثہ فقیہ اور عالمہ نہیں ہوسکتی تھیں ۔ اسکے علاوہ علم حدیث کی تو اصل الاصول عورتیں ہی ہیں یعنی بہت سی حدیثیں حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات سے مروی ہیں اور صحت حدیث میں اکثر ان ہی تک راویوں کا سلسلہ ہم پہنچا پایا جاتا ہے اپنے دعوے کے ثبوت میں چند محدث عورتوں کا حال لکھنا مناسب جانتا ہوں ۔ اس زمانہ میں عورتوں کا مردوں کے درس میں شریک ہونا یا مردوں کا عورتوں سے علم حاصل کرنا بالکل معیوب نہ تھا ؎

اُمّ الفتح یہ مشہور و معروف محدثہ احمد بن کامل خلف بن بجرہ بن منظور الشجری البغدادی کی لڑکی تھیں ۔ علم حدیث میں انکو اسقدر شہرت حاصل ہوئی تھی کہ انکا لقب امۃ السلام پڑ گیا تھا حدیث کی تعلیم سے انہوں نے ایک زمانہ دراز تک خلق اللہ کو فائدہ پہنچایا ۔ بہت سن رسیدہ ہونے کے بعد وہ ۳۸۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئیں ۔

ام کرہ ۔ یہ محدث عورت اوس بن ثابت انصاری کی بیوی تھیں جنہیں آنحضرت کی صحبت کا

فخر حاصل تھا اور خود بھی وہ صحابیہ تھیں جنہیں آنحضرت صلعم کی صحبت کا فخر حاصل تھا اور خود بھی
وہ صحابیہ تہیں جب اِنکے خاوند اُوس غزوۂ اُحد میں مارے گئے اور اُنکی دو بیٹیاں باقی رہیں
تو اوس کے عمزہ و بھائی نے حسب رسم و عادت ایام جاہلیت چاہا کہ اُنکا تمام مال و اسباب
ضبط کر لیا جائے اور اُنکی بیوی اور بیٹیاں ترکہ سے محروم رہیں۔ ایام جاہلیت کی یہ رسم تھی کہ
شوہر کے مال میں بیوہ کا اور باپ کے ترکہ میں لڑکیوں کا کوئی حق نہ ہوا کرتا تھا اور نہیں
کوئی میراث نہیں دیجایا کرتی تھی۔ اِس مطلب پر یہ آیت شریفہ مبنی ہے کہ تَأْكُلُونَ التُّرَاثَ
اَكْلًا لَّمًّا اور اُس وقت قرآن شریف کی یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے عمزادوں کو اُنکے مال میں دست درازی کرنے کی ممانعت
فرمائی۔ بعد ازاں آیہ کریمہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ نازل ہوئی۔ وارثوں کو حصہ دینے کے لئے اِس
آیت کی بنیاد پر ام کحہ کو آٹھواں حصہ اور اُنکی لڑکیوں کو جائداد کا مثیرا حصہ دیا گیا اور باقی
مال اوس کے عمزادوں کے سپرد ہوا ؛

ام ہانی بنت فہد۔ اِس لائقہ محدثہ کے باپ حافظ تقی الدین بن محمد بن فہد الہاشمی
تھے۔ انکو علم حدیث میں اسقدر کمال حاصل تھا کہ علامہ سیوطی نے اُنکی شاگردی حاصل کی
تھی۔ بروز پنجشنبہ اٹھارہویں ماہ ذیقعدہ ۸۷۰ھ کو وہ پیدا ہوئی تھیں ؛

ام ہانی مریم۔ یہ مشہور و معروف محدثہ شیخ نورالدین بن ابوالحسن علی بن قاضی القضات
تقی الدین عبدالرحمن بن المومن کی لڑکی اور علامہ سیف الدین حنفی کی ماں تھیں وہ بماہ
شعبان ۷۷۸ھ کو متولد اور شب شنبہ ماہ صفر ۸۷۱ء کو راہی ملک بقا ہوئیں۔ اِنہوں نے
قرآن شریف۔ اور نحو کی کتاب ملحہ منظومہ اور فقہ شافعی کی کتاب مختصر ابی شجاع کو حفظ یاد کیا تھا۔
انکے نانا فخر الدین القایاتی نے انکو سات سال کی عمر میں علم تحصیل کرایا تھا۔ اور انہوں نے
اپنے زمانہ کے مشاہیر محدثین سے احادیث اور مسائل فقہ سماعت کئے تھے۔ پھر انہوں نے
امام سیوطی کو علم حدیث کی تعلیم دی تھی۔ امام سیوطی نے اُم ہانی مریم۔ ام ہانی فہد اور ام ہانی

ابو النواس کا ذکر اپنی کتاب المنجم فی المعجم میں کیا ہے ۔

الجلیلة السلطانیه ۔ یہ محدثہ ملک عادل ابی بکر ابن ایوب کی دختر نیک اختر تھیں گو انکا اصلی نام تو مونسہ تھا ۔ مگر علم و فضل کیوجہ سے مندرجہ عنوان لقب سے مشہور تھیں ۔

حبیبہ بنت عبد الرحمن ۔ اِس عالی محدثہ کے والد بزرگوار مولانا زین العابدین عبد الرحمن ابن امام جمال الدین ابی بکر محمد تھے وہ ام عبد الرحمن حبیبہ کے نام سے زیادہ مشہور تھیں ۔ اسناد حدیث اور تعداد روایات میں انہیں ید طولی حاصل تھا ۔ انکا حافظہ غضب کا تیز تھا ۔ محدثین میں سے شیخ تقی الدین عبد الرحمن اور خطیب مروان انکے استاد تھے ۔ اور ابراہیم بن خلیل سے انہوں نے دیگر علوم حاصل کئے تھے ۔ اسکندریہ کے مشہور و معروف محدث سبط حافظ سلفی اور ابراہیم بن ابی بکر ارعبی اور فضل اسد بن عبد الرزاق وغیرہ محدثین بغداد نے انکے علم و فضل اور روشن دماغی کی تعریف کی تھی ۔ ۷۲۸ھ میں مولانا صلاح الدین صفدی نے انہیں سے اجازہ حاصل کیا تھا ۔ اِس عالم نے اپنی کتاب عنوان العصر میں جسکو انہوں نے اپنے زمانہ کے مشہور و معروف اشخاص کے تذکرہ میں لکھا ہے اِس لائق محدثہ کا بھی ذکر کیا ہے ۔ ماہ شعبان ۷۳۲ھ میں حبیبہ بنت عبد الرحمن کی وفات ہوئی ۔

حنیفہ بنت القمنی ۔ یہ لائقہ محدثہ عبد الرحمن بن احمد کی صاحبزادی اور امام سیوطی کی استاد تھیں ۔ مولانا الکمال بن خیر اور بعض دیگر علماء کبار نے انہیں اجازہ دیا تھا ۔

خدیجہ بنت بدران معروف بہ ام سلمہ اس محدثہ کے والد بزرگوار مولانا شہاب الدین احمد بن خلف بدران تھے ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئیں تھیں ۔ جب انکا سن شریف دس برس کا ہوا تو انکے باپ نے انہیں مجلس تدریس محدثین کرام میں لے جاکر حاضر کیا ۔ کیونکہ اس زمانہ میں علم حدیث کا بہت چرچا تھا ۔ اور لوگ اپنے بچوں کو ابتدائی عمر سے حدیث پڑھانے تھے ۔ یہ امام سیوطی کی استاد تھیں امام صاحب نے ان سے اجازہ لیا تھا ۔ اور اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب المنجم فی المعجم میں کیا ہے ۔

خدیجہ المعروف بہ ام الفضل۔ اس لائقہ محدثہ کے باپ ابوالقاسم عبدالرحمن تھے اور ابن المارشیہ اپنی لائقہ ماں کے نسب سے مشہور تھی اور اسی طرح انکے دادا بھی اپنی ماں کے نام سے شہرت رکھتے تھے یعنی انکو عبداللہ بن القریشیہ کہتے تھے۔ اس خاندان کی تمام عورتیں اور مردوں کا جن کا مال سید مرتضیٰ نے تاج العروس میں لکھا ہے علم و فضل میں یکتائے روزگار اور صاحب ریاست تھے۔ خدیجہ مصر میں بود و باش رکھتی تھیں۔

دفرہ۔ یہ محدثہ طبقۂ اول کے ثقہ تابعین میں سے ہیں گو وہ بصرہ میں سکونت رکھتی تھیں۔ محمد بن سیرین نے ان سے ہی حدیث کی روایت کی ہے۔ اصابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اصحاب کتب ستہ میں سے ایک نے اپنی کتاب میں دفرہ سے ایک حدیث ثبت اور استخراج کی جسکو اس لائقہ محدثہ نے حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت کیا تھا۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ دفرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوئیں تھیں۔

رابعہ۔ جن کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے کتاب اخبار میں بضمن متوفیات سال ۸۲۳ھ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ابن حجر عسقلانی کی لڑکی تھیں جو ۸۱۵ھ میں بمقام مکہ معظمہ شیخ زین الدین الیاسی مشہور محدث کی مجلس درس میں حاضر ہوتی تھیں۔ بہت سے محدثین مصر و شام سے انہوں نے اجازہ حاصل کیا تھا اور شیخ الشیوخ محب الدین ابن الاشقر نے انکے ساتھ اپنا نکاح کیا تھا۔

رجب بنت القلیبجی۔ یہ لائق محدثہ شہاب الدین احمد القلیبجی کی لڑکی اور امام سیوطی کی استانی تھیں۔ اپنی دادی سارہ بنت شیخ تقی الدین سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ انکی پیدایش ۸۰۰ھ اور ممات ۸۶۹ھ میں واقع ہوئی تھی۔

رقیہ۔ اس محدثہ کے پدر بزرگوار محمد بن علی بن وہب القشیریہ تھے۔ یہ شہر مصر کی رہنے والی تھیں اور اسی جگہ انہوں نے علم حدیث کی تعلیم پائی تھی اور خیر صلاح تقوی اور علم و فضل میں مشہور تھیں۔ انکی تاریخ وفات ماہ شعبان ۷۴۱ھ ہے۔ اور اس نام کی تین اللہ

محدث عورتیں گذریں یعنی رقیہ بنت محمد التعلبی۔ اور رقیہ بنت النجانی اور رقیہ بنت القاری
آمنہ بنت علی۔ اِس محدث عورت کا باپ علی بن عبدالعزیز دمشقی تھے۔ وہ اسماء بنت
صفران۔ عبداللہ بن ابی النائب اور دوسرے محدثین کے جلسوں میں حاضر رہتیں اور حدیث
سنتی تھیں اور خود بھی علم حدیث کی تعلیم دیتی تھیں ۷۹۲ھ میں اِس لائق عورت نے
اِس ناپائدار دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا۔

اسماء بنت محمد۔ یہ جلیل القدر محدثہ محمد بن صفری کی دختر نیک اختر تھیں جو اعیانِ
دمشق سے تھے ۶۳۰ھ میں پیدا ہوئیں اور ۷۲۳ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے برمکی ابن
ملاں محدث سے کئی کتابیں حدیث کی پڑھیں اور بعد ازاں کئی بار اُن کا درس بھی دیا اور
عرصہ تک شادی نکی۔ انکے وجود سے بہت سی برکتیں زمانہ کو حاصل ہوئیں۔ بہت خیرات
کرتی تھیں اور کئی حج بھی کر چکی تھیں۔ اِن ہی کے بطن سے محمد بن اسماء جو اپنے زمانے کے
ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں پیدا ہوئے تھے۔ اِن عالمہ عورت کے زمانہ میں مشاہیر
رواتِ حدیث سے کوئی بھی اِن سے زیادہ معمر نہ تھا۔

آسیہ۔ یہ محدثہ جار اللہ بن صالح بن ابی المنصور کی لڑکی تھیں ۷۹۵ھ میں بمقام مکہ
معظمہ پیدا ہوئی تھیں۔ علامہ سیوطی نے اِن ہی سے علمِ حدیث پڑھا تھا۔ قاضی مکہ جمال
محمد ابن انصار ان ہی لائق محدثہ کے فرزند ارجمند تھے۔

آمنہ۔ یہ لائق اور فائق محدثہ شرف الدین موسیٰ ابن احمد بن محمد الانصاری کی دختر نیک
اختر تھیں انکے والد اپنے زمانہ کے مشہور عالموں میں سے تھے اور یہ بھی اپنے وقت میں نامی
گرامی محدثین میں سے تھیں۔ امام سیوطی نے اِن سے بھی علمِ حدیث حاصل کیا تھا۔ بلاد مصر کا
ایک محلہ جہاں جلال الدین طلبی شقر رحمۃ اللہ پیدا ہوئے تھے ان ہی لائق خاتون کے نام
سے مشہور تھا۔

ام ملک۔ یہ لائق محدثہ ابراہیم خلیل ابن محمود کی لڑکی اور شیخ جمال الدین ابن الشرحی

مشہور و معروف بہن تھیں۔ یہ فاضلہ عورت ابن حجر عسقلانی کی ہمعصر تھیں اور اکثر ملاقات
کے لئے انکے پاس آتی جاتیں اور حدیث میں مباحثہ کرتی تھیں۔ انکا سال ممات ۸۵۵ھ ہے

امۃ الخالق۔ اس لائق محدثہ کے والد بزرگوار عبداللطیف ابن ملاقہ ابن عوض المناوی
تھے ۸۱۳ھ میں وہ پیدا ہوئی تھیں اور مشہور و معروف محدثین میں انکا شمار ہے۔ مجلس درس
مولانا جمال الدین حنبلی میں شریک رہتی تھیں اور مسند احمدی اور معجم صغیر طبرانی کو پڑھتی تھیں
انہوں نے سیدہ ابن ہشام سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ اکثر محدثین نے انکو فتوی کی اجازت
دی تھی۔ منہاج العابدین وغیرہ کئی کتابیں انکو ازبر یاد تھیں۔ اکثر اساتذہ محدثین نے ان ہی
سے روایتیں نقل کی ہیں ۹۰۲ھ میں بہت سن رسیدہ ہونے کے بعد اس لائق محدثہ نے
وفات پائی۔ ام الخالق کی سب سے زیادہ بزرگی یہ تھی کہ وہ امام سیوطی کی استانی تھیں۔
امام صاحب موصوف نے انکا ذکر اپنی کتاب معجم میں کیا ہے۔

اخت المزنی۔ یہ محدثہ ابو ابراہیم المزنی کی بہن ہیں جو اصحاب شافعی میں سے تھے۔
کتاب مختصر طبقات میں درج ہے کہ اس نام کی بہت سی عورتیں علم فقہ میں کامل گذری ہیں
یہ وہ لائق عورت ہے جس نے زکوٰۃ معدن کے مسئلہ میں امام شافعی کے فتوی کی اصلاح
کی تھی اور اس میں ایک شرط اور بڑھائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ محدث عورت امام شافعی کی مجلسوں
میں اکثر حاضر رہتی تھیں۔

ام الخیر البغدادیہ۔ یہ یکتائے عصر محدثہ جو جمال النساء کے نام سے زیادہ مشہور ہیں شہر
بغداد کی رہنے والی تھیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے مشہور و معروف عالموں سے جو علم و فضل
میں شہرت رکھتے تھے اور تدریس و تعلیم سے طالب علموں کو فائدہ پہنچاتی تھیں۔ ابن البطی ابو المظفر
اور شجاع الحربی کو دیکھا تھا۔ اور ان سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ اسکے بعد انہوں نے خود بھی
تعلیم و اشاعت حدیث میں سعی بلیغ کی تھی۔ اکابر محدثین مثلاً اسمعیل بن عساکر قاضی تقی الدین
سلیمان ابن سعدہ ابن شحنہ فاطمہ بنت سلیمان اور دیگر علماء نے ان ہی سے افادہ حاصل کیا تھا

علم وفضل کے علاوہ اُن میں اعلیٰ درجہ کا زہد واتقا بھی تھا۔ اور کئی بار حج کے لئے مکۂ معظمہ کو گئی تھیں۔ **قرۃ العین**۔ یہ لائق وفائق خاتون علوم عربیہ وحفظ احادیث اور تاویل آیات قرآنی میں لیاقت کامل رکھتی تھیں۔ انکے والد بزرگوار حاجی ملا صالح قزوینی ہیں۔ جو علم فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔

اے سعید۔ تعلیم کا مقصد کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں بعض لوگ بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ کون نہیں جانتا کہ تعلیم اس واسطے دیجاتی ہے کہ ہم کتابیں اور اخبار پڑھ سکیں خط اور مضمون لکھ سکیں۔ بحث وتقریر کر سکیں۔ میرے نزدیک یہ جواب ایک حد تک صحیح ہے مگر پورے طور پر صحیح نہیں۔ تعلیم سے یہ باتیں ضرور حاصل ہوتی ہیں کہ آدمی کتاب اور اخبار پڑھ سکتا ہے۔ خط اور مضمون لکھ سکتا ہے۔ اور بحث اور تقریر کر سکتا ہے۔ **ای سعید** اصلی غرض تعلیم کی یہ نہیں ہے۔ اب غور کرو کہ کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے اور خط ومضمون لکھنے اور بحث اور تقریر کرنے کے قابل جو ہمکو بنا دیا جاتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا کے حکموں کو معلوم کر کے اسکی تعمیل کر سکیں اور دوسروں کی ضروریات معلوم کر کے اُنکو پورا کر سکیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ کہ ہم دنیا میں ارادہ سے یا بلا ارادہ کرتے ہیں اُس کا تعلق صرف اِن ہی تین ذاتوں سے ہوا کرتا ہے یعنے خدا کی ذات سے۔ دوسروں کی ذات سے۔ اور اپنی ذات سے۔ پس ہم تھوڑے سے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم ہمکو بتاتی ہے کہ دنیا میں ہمکو کیا کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح کرنا چاہیئے۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں ہم سے جتنے کام ہوتے ہیں اُنکا تعلق یا تو خدا سے ہے یا دوسروں سے یا اپنی ذات سے۔ ہمارے سب کام تین قسم کے ہوتے ہیں۔ تعلیم یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم کو تینوں قسم کے کام اعتدال کے ساتھ کرنے چاہئیں۔ یعنی یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا سب وقت ایک یا دو قسم کے کاموں میں صرف کرے اور باقی کاموں کو

نکرے۔ ایسا کرنا خدا کے منشا کے خلاف ہو گا۔ کیونکہ خدا نے ہمکو اس دنیا میں ان ہی تین
تعلقات کے ساتھ پیدا کر کے تینوں قسم کے کام ہم پر فرض کر دیئے ہیں۔ عقلمندوں کا اسپر
اتفاق ہے کہ جن کاموں کا تعلق ہماری ذات سے ہے اُن میں جسقدر سادگی اختیار کی جائے
اور جسقدر کم وقت صرف کیا جائے اسی قدر اچھا ہے۔ اور جن کاموں کا تعلق دوسروں کے
ساتھ ہے اُن میں جسقدر محنت اور کوشش کیجائے اور جسقدر زیادہ وقت صرف کیا جائے اسیقدر
بہتر ہے۔ دوسروں سے مراد صرف انسان ہی نہیں ہیں بلکہ جانور بھی ہیں جن کیساتھ اچھا سلوک
کرنا ہمارا فرض ہے *

حکایت ایک کسبی نے دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے ہے وہ سمجھ گئی کہ یہ پیاسا ہے وہ کنوئیں
پر گئی وہاں ڈول نہ تھا۔ اسنے اُسکی تشنگی رفع کرنے کے لئے اپنا دوپٹہ کنوئیں میں لٹکایا۔ اور
اسکو تر کر کے نچوڑ کر کتے کی پیاس بجھائی۔ اللہ نے اُس بے زبان جانور پر رحم کرنے کے باعث
اُسکی مغفرت کر دی یہی باعث اُسکی بخشش کا ہو گیا *

اگرچہ آجکل تعلیم کا بہت بڑا ذریعہ مدرسے اور کتابیں ہیں مگر ہمیشہ یہی ذریعہ تعلیم کا نہیں رہا
ہے کیونکہ پچھلے زمانے میں کتابیں اور مدرسے کہاں تھے مگر اچھے لوگ اپنے سب فرائض سمجھتے
اور انجام دیتے تھے۔ درحقیقت تعلیم کا بہتر ذریعہ وہ طرز زندگانی ہے جو دنیا کے اچھے لوگ ہمارے
سامنے پیش کرتے ہیں۔ اسکو دیکھ کر ہم ایسا سبق سیکھتے ہیں جو کبھی ہمارے دل سے مٹ
نہیں سکتا۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان جب دنیا میں تشریف لائے ہیں تو کہاں صیغۂ تعلیم تھا اور
کہاں اتنی کتابیں تھیں اور کہاں اتنے مدرسے تھے صرف پیغمبر کا طرز عمل تھا جسکے مشاہدہ نے
صدیوں کے بگڑے ہوئے اخلاق آناً فاناً درست کر دیئے اور لوگوں کو بتا دیا کہ انکو کس طرح
خدا کی عبادت کرنی چاہیئے۔ کس طرح خلق اللہ کو نفع پہنچانا چاہیئے اور کسقدر اپنی ذاتی آسایش کا
خیال کرنا چاہیئے۔ کسی انسان کے ساتھ کسی قسم کا احسان کرنا خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ درجہ کا نہایت
نیک عادت ہے۔ ایک بھری مجلس میں جہاں ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کا پورا حق حاصل

اگر تم کسی کے لئے تھوڑی سی جگہ چھوڑ دو گے تو یقین ہے کہ اس کا دل اسقدر احسان مند ہو گا کہ وہ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہو گا ⁂

کسی غریب نیک دل غمگین کی تسلی کو اگر تم گنتی کے چند لفظ از راہ ہمدردی کہو گے تو چاہے اُسکی مصیبت ٹلے یا نہ ٹلے مگر تمہاری ملائم ہمدردی بھرے لفظ اُسکے دل کے بوجھ کو بہت کچھ ہلکا کر دینگے اور دل سے تمہارا شکر گزار ہو گا۔

اگر کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑے اور تم اُس چیز کو اُٹھا کر اُسکے ہاتھ میں پکڑا دو گے تو تمہیں ذرا سے جھکنے اور چیز اُٹھانے میں یقیناً کچھ تکلیف نہ ہو گی۔ لیکن دوسرے کا دل احسانمندی سے تمہارے آگے جھک جائیگا ⁂

اے پیارے لڑکوں اور لڑکیوں جب دوسروں کے دل خوش کرنے کے ایسے سستے عمل کے سامان تمہارے ہاتھ میں ہیں تو تم کسی کا دل خوش کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرو جس طرح ذرا سا گناہ بہت سی نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے اسی طرح ذرا سی نیکیاں انسان میں بیشمار برائیوں کی تلافی کر دیتی ہیں اور تمہیں دلوں اور آنکھوں میں جگہ دیتی ہیں۔ اے پیارے لڑکوں اور لڑکیوں ہمیشہ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔ اور جو تم سے مہربانی اور ملائمت سے پیش آویں اُنکے احسان کو ہمیشہ یاد رکھو خواہ وہ کیسا ہی ادنی اور حقیر کیوں نہو۔ جبتک کسی کے احسان کا بدلہ احسان سے نہ اُتار لو بیفکر نہو۔ یہ طریق عمل سلسلہ وار نیکیوں کو جاری رکھیگا ⁂

اے پیاری بہنو علم کے بعد عمل کی ضرورت ہے اور چونکہ اللہ تعالی نے شوہر کا بڑا حق بنایا ہے اور اُسکو بزرگی دی ہے اور اُسکو عورتوں پر حاکم کیا ہے اسلئے شوہر کا راضی اور خوش رکھنا بڑی عبادت ہے۔ اُس کا ناخوش کرنا گویا اپنے آپ چلکر دوزخ میں جانا ہے۔ ارشاد نبی کریم ہے اَلمرأۃ اِذا اصلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت یعنے جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عصمت کو خراب نہونے دے اور اپنے شوہر کی تابعداری اور فرمانبرداری قبول کرے تو

اُسکو اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں بےخوف چلی جائے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ وہ عورت اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتی ہے جب تک حق شوہر ادا نہیں کرتی اگر لاکھ طرح کی عبادت کرے ہرگز قبول نہوگی۔ اور اس طرح بھی آیا ہے کہ اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اُس پہاڑ پر لیجا تو اُسکو دل وجان سے قبول کرے۔ بہت سی عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اپنے شوہر کا کہا نہیں مانتیں۔ بلکہ ذراسی بات پر مرد سے ناراض ہوکر مہینوں وہ بات نہیں کرتی ہیں۔ مگر انہیں خبر نہیں کہ آخرت میں کیا ہونیوالا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت کبھی جنت میں نجائیگی جو اپنے شوہر کا شکریہ ادا نہیں کرتی۔ اگر شوہر اُنکو کیسی ہی ناز ونعمت سے پالے اور ایک مرتبہ اپنی مرضی کے مواقف نہ پاویں تو فوراً ناشکری کرنے لگتی ہیں اور شوہر واولاد کو گالیاں دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے عورتیں خدا کے قہر وغضب میں مبتلا ہوتی ہیں۔ اے دیندار بہنو اگر تمکو جنت لینا منظور رہے تو چاہئے صبر کرو۔ اگر شوہر اپنا کتنا ہی محتاج وفقیر ہو تو تم اُسکو اپنا سر کا تاج سمجھو اور ہمیشہ اُسسے راضی رکھو گویا خدا کے حکم پر راضی رہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ جو عورت شب کو اپنے مرد سے غصہ ہوکر الگ سورہی اُسپر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ اور جو عورت بے حکم شوہر کے گھر سے باہر جاتی ہے اُسپر لعنت خدا کی ہوتی ہے۔ اے نیک بیبیو تم کو لازم ہے بے حکم شوہر کے کہیں نجاؤ۔ پس اے پیاری دیندار بہنو جبکہ خدائیتعالیٰ نے مرد کو اتنا بڑا رتبہ دیا اور عورت سے افضل بنایا تو پھر کیوں تم اُنکی تابعداری میں کاہلی کرتی ہو اور دوزخ کے لایق بنتی ہو۔ پس اب تمہیں چاہیئے کہ اپنے شوہر کو ہر حال میں خوش رکھو اور اُسکے حکم کو بجا لاؤ تاکہ دین ودنیا میں سرخروئی حاصل ہو ÷

اور ارشاد نبی کریم ہے خیارکم خیارکم لنساءہم یعنے تم میں نیک لوگ وہی ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ نیک ہیں یعنے اُنکے ساتھ محبت شفقت رحم وموافقت کے ساتھ بسراوقات کرتے ہیں

فضول خرچی نکرو - وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ فضول خرچی مت کرو اللہ

فضولخرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو مت فضولخرچی کرو وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ یعنے مسلمانوں دولت کو بیجا مت اُڑاؤ اسلیئے کہ بیجا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکر ہے ۔

غیبت کا بیان - حدیث میں ہے غیبت نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسیکو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مُردہ ہو ۔

غمازی سے بچو فرمایا ہے وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ہر وہ شخص جو لوگوں کی عیب چینی کرتا ہو اور اُنپر آوازے کسا کرتا ہے اُسکے لئے تباہی ہے۔ غصّہ کا پی جانا یہ عمل بھی بہت دشوار ہے نبی کریم نے فرمایا ہے لَا تَغْضَبْ غصّہ مت کر **نقل** ہے کہ ایک دن امام حسن مہمانوں کے ساتھ کھانے کو بیٹھے۔ خادمہ آش گرما گرم کاسے میں بھرا ہوا مجلس میں لائی۔ اتفاقاً اُس کا پاؤں کا نپا اور کاسہ آپکے سر مبارک پر گر کر ٹوٹ گیا۔ امام حسن نے تادیب کی نظر سے اُسکی طرف دیکھا اُسنے کہا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ آپنے فرمایا میں نے غصّہ کو روکا۔ اُسنے کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپنے فرمایا میں نے معاف کیا اُسنے کہا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ آپنے فرمایا تجھے میں نے اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔ انہی عملوں کے سبب سے آپ سردار جنت ہوئے ۔

اور فرمایا آنحضرت نے قیامت کو اللہ تعالیٰ فرماویگا اے بیٹے بنی آدم کے میں بیمار ہوا نہ پوچھا تو نے مجھ کو کہیگا کہ ای رب میرے کس طرح پوچھتا میں تجھکو۔ تو پالنے والا ہے عالموں کا۔ فرماویگا اللہ تعالیٰ کیا نجانا تو نے کہ تحقیق بندہ میرا فلانا بیمار ہوا پس نہ پوچھا تو نے اُسکو۔ اگر پوچھتا تو اُسکو البتہ پاتا تو مجکو نزدیک اُسکے اے بیٹے آدم کے۔ اور فرماویگا کہ کھانا مانگا میں نے پس نہ کھلایا تو نے مجکو کہیگا رب میرے کس طرح کھلاتا میں تجکو تو رب العالمین ہے۔ فرماویگا اللہ کیا نجانا تو نے یہ کہ مانگا تھا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پس نہ کھلایا تو نے اُسکو۔ کیا یہ نجانا تو نے کہ اگر کھلاتا تو اُسکو البتہ

پاتا تو اسکو نزدیک میرے۔ اے بیٹے آدم کے پانی مانگا میں نے تجھ سے۔ پس نہ پلایا تونے مجکو۔ کہیگا کہ اے رب میرے کس طرح پلاتا میں تجکو اور تو پالنے والا عالموں کا ہے۔ فرما ویگا پانی مانگا تجھ سے میرے بندے فلانے نے پس نہ پلایا تونے اُسکو کیا نہ جانا تونے یہ کہ اگر پلاتا تو اسکو تو پاتا تو اسکو نزدیک میرے فرمایا رسول خدا نے جس نے فریادرسی کی غمگین کی لکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے لئے بہتر بخششیں ایکسا میں درستی اُسکے سب کاموں میں ہوتی ہے یعنی دنیا و آخرت میں بہتر اُسکے لئے باعث درجات کے ہوتے ہیں دن قیامت کے اور فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو حاکم ہو لوگوں پر نگہبان ہے وہ سوال کیا جاویگا اپنی رعیت سے اور مرد نگہبان ہے اپنے گھر والوں پر اور متعلقین کے حق میں سوال کیا جاویگا اور عورت نگہبان ہے فرزندوں پر پوچھے جاوینگے وہ حقوق اُنکے سے۔ اور غلام نگہبان ہے اپنے مالک کے مال کا وہ پوچھا جاویگا اُس سے ❊

حکایت۔ سلطان ملک شاہ شکار میں تھا۔ شام کے وقت اصفہان کے کسی قریہ میں فروکش ہوا شاہی غلاموں نے جنگل میں ایک گائے پائی۔ فوراً ذبح کر کے کباب بنائے۔ وہ گائے ایک بوڑھی عورت کی تھی جو اُسکے دودھ سے تین یتیم بچوں کی پرورش کرتی تھی۔ بڑھیا کو جو اس حال کی خبر ہوئی اُسکے ہوش جاتے رہے۔ دوسرے روز رودہ کے پل پر کھڑی ہوئی۔ صبح کیوقت اُدھر سے بادشاہ کی سواری چلی۔ بڑھیا نے بادشاہ کو دیکھ کر فریاد بلند کی۔ کہ اے الپ ارسلان کے بیٹے اِس پل پر میری فریاد کو پہنچ۔ ورنہ خدا کی قسم پلصراط پر تیرا دامن نہیں چھوڑونگی۔ تجکو اختیار ہے چاہے یہ پل اختیار کر یا وہ پلصراط کا۔ بادشاہ نے کہا مجھے اُس پل کے اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہی پل اختیار کرتا ہوں۔ کہا کہہ کیا کہتی ہے۔ بڑھیا نے کہا میری معاش کی ساری کائنات ایک گائے تھی۔ تین یتیم بچوں کی اُس سے پرورش تھی۔ تیرے غلاموں نے اُسکے کباب بنا کر کھا ڈالے۔ میرا دل رنج سے کباب ہے۔ درحقیقت یہ غفلت شاہ کی طرف سے ہوئی۔ اگر سلطان اپنی رعایا کے حالات سے باخبر ہوتا تو یہ نوبت کیوں آتی۔ بادشاہ نے یہ سنکر اُسی وقت اُن غلاموں کی سخت سزا مقرر کی۔ بڑھیا کو ستر گائیں دودھ دینے والی عطا فرمائیں۔ بڑھیا بادشاہ کو دعا دیتی ہوئی گھر کو گئی ❊

کہتے ہیں ملک شاہ نے وفات پائی۔ ایک عارف باللہ نے اُسکو خواب میں دیکھا تو ملک شاہ نے کہا اگر بڑھیا کی شفاعت میرے حال پر نہ ہوتی تو کہیں ٹھکانا نہ تھا۔ پس آدمی کو لازم ہے کہ اپنی ہمت کے موافق دادرسی کرے۔ زبان حق سے بات کہے۔ جس نے عدل کو اختیار کیا وہ جنت میں جا پہنچا۔ اور جس نے ظلم اختیار کیا واصلِ جہنم ہوا ؎

اے سعید جو بے علم کے مشقت عمل میں رہا ہے مانند اُس شخص کے ہے کہ ہمیشہ راہ چلے اور منزل پر نہ پہنچے یعنی پہلے تحصیل علم کر بعدہٗ عمل کر۔ اور مقصود علم سے پھیرنا دل کا ہی خلق سے طرف خالق کے اور مستغرق ہونا اسکی معرفت اور محبت میں اور یہ مقصود اصلی ہے کہ علم وسیلہ عمل کا ہی اور جو کوئی علم کا وسیلہ نجانے وہ بمنزلہ اندھے کے ہے۔ کہ کنوئیں کی راہ نجانے ؛

اور جسنے علم سیکھا اور عمل نکیا مانند اُس شخص کے ہے کہ شمع ہاتھ میں ہے لیکن راہ نہیں چلتا۔ یہ سب صحیح کہ علم بڑی دولت ہی مگر عمل کی بھی از حد ضرورت ہی۔ بہت مشہور بات ہی کہ جس کسی نے علم حاصل کیا اور اُسپر حجت قائم ہوتی ہی۔ اور آنحضرت نے فرمایا ہے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ یعنے سخت اور شدید عذاب بروز قیامت اُس عالم پر ہوگا جسکے علم سے اُسکو کچھ نفع نہیں پہنچا۔

اے سعید خالی علم نفع نہیں کرسکتا۔ اور تجھے یہ بات ایک مثال سے سمجھنی چاہیئے کہ اگر کوئی شخص بیابان میں جاتا ہو اور اُسکے پاس شمشیر بھی ہو اور تیر بھی ہوں اور وہ اُن کو کام میں لانا بھی جانتا ہو اور اُسکو ایک شیر کا سامنا بھی پڑجائے تو وہ بغیر ان چیزوں کے استعمال کے شیر کو دفعہ نہیں کرسکتا۔ خالی شمشیر تیر کا ہونا کارگر نہیں ہوتا جبتک اُنکو کام میں نہ لائے شیر بھاگے گا نہیں۔ اسیطرح علم بھی بغیر عمل کارگر نہیں ہوگا۔ مسلم الثبوت یہ بات ہی کام کرنے کے بعد مزدوری ملے گی۔

نقل ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد جب رات کو آپ کا جنازہ قبر میں رکھا تو حضرت ابوذر غفاری نے اپنے جوشِ غم میں قبر سے خطاب کرکے کہا۔ اے قبر تجھے خبر بھی ہے کہ ہم کسکے

جنازہ کو لیکر آئے ہیں۔ یہ بیٹی رسول اللہ کی۔ یہ خاتون جنت ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ والدہ حسنؓ و حسینؓ کی جنت کی بیویوں کی سردار۔ قبر سے آواز آئی یا ابو ذر قبر حسب و نسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں تو عمل صالح کا ذکر کرو اور یہاں تو وہی آرام کریگا جسکے عمل صالح زیادہ ہونگے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ بلا عمل جنت کو طلب کرنا مثل اور گناہ کے یہ بھی گناہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عاقل وہ شخص ہے کہ جسنے اپنے نفس کو حکم خدا و رسول کے تابع کیا آخرت کیواسطے۔ اور احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنی خواہش کا تابع کیا اور آرزوئیں کیں اور عمل نیک نہ کیا۔

اے سعید علم بغیر عمل کے دیوانگی ہے اور نیز عمل بدون علم کے دیوانگی ہے جو علم آج تجھکو گناہ سے باز نہیں رکھتا ہے اور طاعت و اطاعت کی طرف نہیں مائل کرتا وہ قیامت کے دن دوزخ سے کیا بچائیگا۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ہل من سائل۔ ھَلْ مِنْ تَائِبٍ ھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ یعنے ہے کوئی سوال کرنے والا۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا۔ ہے کوئی استغفار کرنے والا۔ پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ تنہا علم کی ضرورت نہیں عمل کی بھی ضرورت ہے۔ اور جس طرح حکم ہے اُسکے بموجب عمل کرے۔

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ کو خوش نہیں لگتے ظلم کرنے والے اللہ ظالم کو دوست نہیں رکھتا **حکایت** ایک بزرگ شیخ عبداللہ یافعی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ شہر بصرہ سے نکلکر قریہ کو جا رہا تھا ایک رفیق نے خبر دی کہ راہ میں ایک رہزن رہتا ہے جو مسافروں کو لوٹ لیتا ہے یہ کہکر اُسنے مجکو ہر چند آگے جانے سے منع کیا۔ لیکن میں نے اُسکے کہنے پر کچھ التفات نہ کیا کوئی دو سو قدم آگے بڑھا ہونگا کہ یکایک سامنے سے ایک زبردست مہیب صورت مرد ظاہر ہوا۔ رہزن نے آتے ہی ہم دونوں پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں میرے رفیق کو قتل کر ڈالا پھر میری طرف لپکا۔ میں نے نہایت عاجزی سے گڑگڑانا شروع کیا اور جو کچھ میرے پاس تھا سب اُسکے حوالہ کر دیا۔ رہزن نے مال لیکر مجکو چھوڑ دیا لیکن دونوں ہاتھوں کو مضبوط رسی سے

باندھکر زمین پر لٹا دیا۔ گرمیوں کے ایام تھے دوپہر کا وقت تھا۔ آفتاب کی حرارت اور دھوپ کی شدت سے میرا حال تباہ تھا غرضکہ بہزار مشقت خود اپنے ہاتھوں کو میں نے کھول لیا اور اس بیابان کو طے کرنے لگا دن بھر چلا پھر بھی کہیں رستہ کا پتہ نہ چلا۔ پھر رات گئی ہوگی کہ آگ کی روشنی دکھائی دی اور میں اُس طرف چلا۔ آگ کے پاس پہنچا تو وہاں ایک خیمہ دیکھا۔ پیاس سے بیتاب تھا خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر میں نے زور سے پانی مانگا۔ قسمت کی بات کہ یہ خیمہ اُسی رہزن کا تھا جسکے ظالم ہاتھوں سے میں نے رہائی پائی تھی۔ رہزن میری آواز سنکر بجائے پانی کے برہنہ تلوار لیکر نکلا اور چاہا کہ ایک ہی وار میں میرا کام تمام کردے۔ یہ آمادۂ قتل دیکھ کر اُسکی رحمدل عورت نے زور سے غل کرنا شروع کیا کہ غریب کا خون اس میدان میں نہ گراؤ۔ اگر مارنا ہے تو اس خیمہ کے پاس سے دور ہٹا لیجا کر مارو بیوی کی یہ فریاد سُنکر رہزن کھینچتا ہوا مجکو دوسرے سنسان مقام پر لایا سینہ پر چڑھ بیٹھا اور گردن پر تلوار رکھکر ذبح کرنا چاہتا تھا کہ یکایک سامنے کے جنگل سے ایک ہیبتناک شیر ببر تڑپتا ہوا دکھائی دیا۔ رہزن خوف کے مارے دور جا گرا اور ہنوز سنبھلا نہیں تھا کہ شیر نے جھپٹ کر چیر پھاڑ ڈالا شیر کی صورت دیکھ کر رہزن سے پہلے میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ دیر کے بعد جب ہوش آیا اُس سنسان میدان میں سوائے اُسکی مردہ لاش کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیر کے بعد سب واقعات مجکو یاد آئے۔ پھر کیا تھا شکر الٰہی بجالا کر حمد و ثنا خدا کی کرتا ہوا رہزن کے خیمہ پر آیا۔ اُسکی خوبصورت رحم دل بی بی میری صحبت سے راضی تھی۔ آخر میں نے اُس سے نکاح کیا اور رہزن کا کل مال و متاع میرے ہاتھ آیا۔ اور اللہ نے مجکو اُسی وقت سے فقر و فاقہ سے نجات دی۔ کسی نے سچ کہا ہے چاہ کن را چاہ درپیش۔ اِس ظالم کا ظلم اُسکی طرف لوٹ آیا۔ بآزار مظلوم مائل مباش ٭ ز دود دلِ خلق غافل مباش ٭ مکن مردم آزاری اے تنا رسائے ٭ کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدائے ٭

اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص اول دوزخ میں جاوینگے۔ امیر ظالم۔ اور مالدار جو زکوٰۃ نہ دے۔ اور فقیر کہ تکبر کرے ساتھ فقر کے۔ بادشاہ کفر کی حالت میں دیرپا

رہ سکتا ہے اور ظلم کی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا اور سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے ~

ستم بر ضعیفان مسکین مکن کہ ظالم بدوزخ رود بے سخن

اے سعید طمع اسکو کہتے ہیں کہ کسیکی کوئی شے دیکھ کر خیال کرے کہ مجکو ہو اور کسیکو نہو۔ طمع بداخلاقی میں داخل ہے۔ طامعین کو ہمیشہ ذلت و خواری خجالت ہو۔

حکایت آثار سعیا میں ہے کہ جسوقت سکندر رومی فتوحات حاصل کرتا ہوا چین تک پہنچا تو چین کی شاہزادی نے پہلے سے سکندر کی تصویر اُتروا رکھی تھی۔ چین کی شاہزادی سکندر کو پہچانتی تھی۔ سکندر فوج کو شہر سے باہر ٹھیرا کر خود لباس فقیرانہ پہن کر شہر کے اندر داخل ہوا اور بادشاہی محل تک پہنچا۔ جب چین کی شہزادی نے اُس فقیر کو دیکھا پہچان لیا کہ یہ فقیر سکندر بادشاہ ہے حکم دیا کہ اس فقیر کو قیدخانہ میں رکھو اور ایک دانہ کھانے کو ندو بموجب حکم شاہزادی کے سکندر قید کیا گیا۔ چوتھے روز چین کی شاہزادی نے سکندر کو قیدخانہ سے طلب کیا اور اپنے سامنے بٹھا کر لاکھوں روپے کے موتی و جواہرات سکندر کے سامنے رکھے اور کہا یہ کھائیے مگر سکندر نے باوجود بھوک کی شدت کے اُسکی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ اسکے بعد ملکہ چین نے جو کی روٹی سکندر کے سامنے رکھی اور وہ روٹی سکندر نے کھا کر پانی پیا۔ چین کی شاہزادی نے کہا کہ ان بیش قیمت جواہرات کی طرف آپنے توجہ نفرمائی۔ صرف تین دن کے قیدخانہ نے آپکے نزدیک سارے جہان کے مال بیکار کردیئے۔ ابھی تو آپکی زندگانی بھی باقی ہے۔ فوج بھی موجود ہے۔ بتاؤ موت کے بعد کونسی چیز آپکے کام کی رہیگی۔ اے بادشاہ ایسی بیکار چیز کے لئے کیوں دنیا کو قتل کرتا اور تباہ کرتا پھرتا ہے۔ جا طمع کو چھوڑ اور قناعت اختیار کر۔ یہ سنکر سکندر نے فوج کو ملک چین سے ہٹا لیا۔ نتیجہ دیکھو تین دن کی قید نے کروڑہا روپیہ کے جواہرات کو بیکار کردیا۔ صرف ایک ٹکڑا روٹی کے کام کا رکھا۔ لیکن جب قبر کے جیلخانہ میں جاؤگے تو وہاں سب کچھ بیکار ہوجاویگا۔ صرف نیک عمل ہی کام کے رہ جاوینگے ؃

اے سعید نیک کاموں کو بہت کوشش سے کیا کر اور طمع سے اپنے دلکو خالی کر۔

عہد کی پابندی اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا وعدہ اور اقرار پورا کیا کرو کیونکہ قیامت کو عہد و اقرار کی بابت سوال کیا جائیگا۔

نقل ہے کہ شیخ عبدالقادر گیلانی رح ایک روز اپنی والدہ کے پاس آئے اور عرض کی میں چاہتا ہوں کہ بغداد میں جاکر علم پڑہوں اور خدا کے بندوں سے جاکر فیض حاصل کروں۔ مہربانی فرماکر مجھے اجازت دیں اُنکی والدہ نے چالیس دینار اُنکے لباس میں بغل کے نیچے سی دیئے اور کہا کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا غرضکہ ایک قافلہ کے ہمراہ چل نکلے اور راہ میں قافلے پر ڈاکو گرے۔ اِن ڈاکوؤں نے پوچھا میاں لڑکے کچھ تمہارے پاس بھی ہے۔ کہا چالیس دینار۔ کہا۔ کہاں ہیں؟ کہا بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔ اُسنے اپنے سردار سے کہا۔ آپنے سردار سے بھی یہی کہا۔ سردار نے کہا میاں لڑکے اِس احتیاط سے یہ دینار چھپائے ہوئے تھے مگر جب پوچھا تو سچ کیوں کہدیا۔ کہا والدہ صاحبہ نے کہا تھا ہمیشہ سچ بولنا۔ میں اُنکے کہنے کے خلاف نہیں کرسکتا۔ سردار ڈاکوؤں نے اُنکے ہاتھ پر توبہ کی اور کہا میں اپنے خدا کی کیسے نافرمانی کروں؟ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ یعنے اے ایمان والو ڈرو تم اللہ سے اور ہو جاؤ ساتھ سچوں کے۔

اے سعید یاد رکھ قیامت میں پلصراط پر چلنا ہوگا۔ اسکی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ بال سے باریک تر اور تلوار سے تیز تر اور ہوا سے زیادہ متحرک اور تاریک اندھیری رات سے زیادہ ہوگی۔ اُسپر وہی لوگ چل سکینگے جو دنیا میں صراطِ مستقیم یعنے دولت ایمان سے لامال تھے وہ صراط آخرت پر بجلی کی طرح گذر جائینگے۔ اور کوئی ہوا کی طرح۔ اور کوئی تیز گھوڑے کی طرح اور کوئی معمولی سوار کی طرح یا پیدل کی طرح اور یہ تفاوت محض اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں صراطِ مستقیم پر جیسے قائم رہے اسی کا نتیجہ اور نقشہ وہاں موجود ہوگا۔ خداوندتعالی ہمکو دنیا میں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ اور دنیا میں صراطِ مستقیم مذہب اسلام ہے۔

شکر کی خوبیاں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ خداوندتعالی تمکو عذاب نہیں

کر یگا اگر تم شکر کرو گے **نقل ہے** کہ ایک دن حضرت اسمعیل علیہ السلام حرم محترم سے باہر شکار کو تشریف لیگئے۔ آپکے پیچھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپکے مکان پر تشریف لائے مکان پر حضرت اسمعیل کو نہ پایا تو آپ کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارا حال کیسا ہے گذر اوقات کی صورت کیا ہے۔ وہ عورت ناشکر تھی۔ بولی کہ اے بزرگ ہم بڑی قلت اور مصیبت سے گذر کرتے ہیں یہ بات سنکر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے فرمایا کہ اچھا جب آپکے خاوند گھر میں آئیں تو ہمارا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ تمہارے مکان کی چوکھٹ اچھی نہیں اسے بدلدیجے۔ یہ فرماکر تشریف لیگئے حضرت اسمعیلؑ واپس آئے اور روحانی انوار و برکات آپکو محسوس ہوئیں تو بیوی سے پوچھا کہ کوئی شخص میرے مکان پر آئے تھے۔ آپکی بیوی نے حضرت ابراہیم کا تشریف لانا اور انکا چوکھٹ کی نسبت حکم فرمانا بیان کیا۔ سُنتے ہی حضرت اسمعیلؑ نے اُس عورت کو طلاق دی کہ ناشکر تھی انبیاء علیہم السلام کے قابل نہ تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسری شادی کرلی۔ مگر ہر روز شکار کے واسطے جاتے ایک دن پھر حضرت خلیل اللہ تشریف لائے۔ آج بھی حضرت اسمعیلؑ سے ملاقات نہوئی تو آپکی بیوی سے پوچھا کہ تمہارا گذر کس طرح ہے۔ باوجود اسکے کہ جو حال پہلے تھا وہی اب تھا مگر شاکر گذار عورت نے عرض کی اے بزرگ ہم نہایت خوش ہیں اور بہت ہی آرام سے گذر کرتے ہیں اور حضرت اسمعیلؑ نہایت صالح شخص ہیں۔ یہ سُنکر حضرت خلیل اللہ نے فرمایا کہ اچھا تمہارے خاوند جب گھر میں تشریف لائیں تو اُن سے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے مکان کی چوکھٹ بہت اچھی ہے اسے ضائع نکرنا یہ فرماکر تشریف لیگئے۔ اور حضرت اسمعیلؑ مکان پر آئے۔ آتے ہی آپکی بیوی نے سارا حال آپسے بیان کیا۔ حضرت اسمعیلؑ نے سنکر فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے۔ اور چوکھٹ سے مقصود اے بیوی تم ہو حضرت خلیل اللہؑ تمہارے طلاق دینے سے منع کر گئے اور تمہارے حقوق کی رعایت کرنے کی کہہ گئے ہیں۔

نتیجہ۔ پہلی بیوی کو ناشکری کے سبب سے حضرت رسول اللہؐ کی دادی بننے سے محرومی ہوئی اور دوسری بیوی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی بننے کی محترمی حاصل ہوئی ۔

شرک کی ممانعت وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے **نقل ہے** کہ کسی شہر میں ایک بادشاہ آتش پرست تھا اور ایک عابد نصرانی اور ایک عالم مجوسی اِس شہر میں نامزد تھے بادشاہ نے اپنے لڑکے کو واسطے تعلیم کے عالم مجوسی کے پاس بھیجا۔ قدرتِ خدا سے لڑکا ایام بے تمیزی میں نہایت صاحب تمیز تھا اور حق و باطل کو خوب جانتا تھا جب سبق سے فارغ ہوتا تو نصرانی عابد کی خدمت میں جا کر کچھ باتیں دین آئین کی سیکھتا۔ مدت تک اس کا یہی ڈھنگ رہا۔ ایک مرتبہ راہ میں واللہ اعلم ایک اژدہا کہاں سے آپڑا اور رستہ بند ہوگیا لڑکے کو لوگوں نے ہر چند منع کیا کہ یہ رستہ بند ہے دوسری راہ سے جا اور خود اجل کے منہ میں نجا کہ صدہا آدمیوں کو نگل گیا ہے ؎ گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد ✤ تو مرو در دہانِ اژدرہا لڑکے نے نہ مانا اور کہا کہ اے حق راہ حق دکھا اور باطل سے بچا۔ اگر دین نصرانی سچا ہے اور عالم مجوسی جھوٹا ہے تو میرے اِس پتھر سے یہ اژدہا مرجائے اور یہ غلام تردد حق و باطل سے نجات پاجائے۔ پھر ایک پتھر اٹھا کر مارا قدرتِ خدا سے وہ اژدہا مرگیا۔ لڑکے طالب حق کو حق تاریکی باطل سے آفتاب سا نظر آگیا۔ فوراً نصرانی عابد کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا کہا اُسنے کہا کہ اس بات کا سارے شہر میں شہرہ ہوگا۔ اور جہان متحیر اور حیران ہو کر تیرے پاس آویگا۔ کسی سے میرا نام نہ لینا مجکو ناحق بدنام نکرنا مصلحت وقت جاننا وہ عمل میں لانا۔ عابد سے رخصت ہو کر آیا جدھر دیکھا یہی چرچا اور شور و غل پایا کہ لڑکے نے اژدہے کو پتھر سے مار ڈالا جب اپنے مکان پر آیا تمام شہر متحیر ہو کر اُسکے پاس آیا اور حقیقت الحال دریافت کرنے لگا۔ کہا اللہ تعالیٰ کے نام سے ذرا سے پتھر سے ایسا بڑا اژدہا مارا۔ حقیقت میں خدا کے مارنے سے یہ اژدہا مرا۔ ورنہ میں کیا اور میری مار کیا۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ وہ سنتے ہی آگ بھبھوکا ہوگیا لڑکے بلا کر سارا ماجرا پوچھا اُسنے کہا مَیں نے خدائے برحق کے نام سے یہ اژدہا مارا اور کہا بندگی سوائے خدائے برحق کے سراسر ادنیٰ حماقت اور شرمندگی ہے۔ اور جو کوئی روشنی خدائے برحق

سے منکر ہو کر آپ سے کمتر چیزوں کو خدا بنائے کہ نہ وہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے وہ بیوقوف
کیونکر نہو۔ چاہیئے کہ وہ عقل اپنی عقل کا علاج کرائے پس یہ سنتے ہی آگ ہو گیا اور آتش غضب
سے جلکر خاک ہو گیا۔ حکم کیا اُسکو کشتی میں بٹھا کر بیچ دریا میں ڈبو دو کہ اس نے ہمارا نام ڈبو دیا
اور سات پشت کو بٹہ لگا دیا۔ پھر اُسکو کشتی میں بٹھا کرے چلے۔ ناگاہ کشتی اُلٹ گئی سب
ڈوب گئے۔ بفضلہ تعالیٰ وہ لڑکا صحیح وسلامت بچ گیا۔ پھر بادشاہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اُس
سچے خدا نے مجھکو بچا پایا اور جھوٹوں کو ڈبو دیا۔ پھر تو بادشا آپے سے نکل گیا اور کہا اِسکو اونچے
پہاڑ کی چوٹی سے نیچے ڈالدو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اس کا نام ونشان مٹ جائے
جب پہاڑ پر لے گئے قدرتِ خدا سے ایسا ہوا کا جھونکا آیا کہ اُن سب اہل ہوا کو ہوا سے
اُڑا دیا۔ اور لڑکے کو ذرا ہوا نے نہ ستایا۔ پھر لڑکا بخوبی سلامت بادشاہ کے پاس آیا تب
جلکر کہا۔ جلادوں کو بلاؤ اور اسکی جلد وپوست اُڑاؤ۔ لڑکے نے کہا کیوں ناحق اپنی جان
کھوتا ہے۔ جی جان کو روتا ہے اور بیفائدہ حماقت بھگتتا ہے۔ اگر تو اور تیرا سارا لشکر جمع
ہوگا میرا ایک بال میلا نہو گا۔ اِس مصیبت سے نجات منظور ہے تو اپنی تدبیر بالائے طاق
رکھ اور میرے کہنے پر دھیان رکھ کہ ایک میدان میں سب کو جمع کر اور مجکو سولی پر چڑھا
اور میرے آگے یہ کہکر تیر لگا کہ تجکو تیرے خدائے برحق کے نام پر مارتا ہوں اِس ترکیب سے فوراً
مر جاؤنگا۔ پس بادشاہ جو اپنی تدابیر سے عاجز آگیا تھا ایسا ہی کیا اور حکمت لڑکے دانا سے وہ
نادان آگاہ نہ تھا کہ جب سارے لشکر اور اہلِ شہر کے آگے وہ یہ بات کہکر تیر مار یگا تو بلاشک
اپنے دین کو جھٹلا ویگا اور میرے دین کو سچا بتا ویگا تو سب لوگ اُسکے جھوٹے دین سے
پھر جاوینگے اور ایمان میرے مذہب حق پر لاوینگے۔ گو میں جان سے گیا مگر جہان تو ایمان سے
ہو گیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا تیر سے مارا گیا اور آدھے گروہ سے زیادہ فوراً ایمان دار
ہو گیا اور لڑکے کے غم سے وہ زار زار روتے چلاتے تھے اور بآواز بلند کہتے تھے کہ ہم ایمان
لائے۔ اِس سچے لڑکے کے سچے خدا پر۔ جب یہ حال بادشاہ نے دیکھا سخت حیران ہو گیا کہ

لڑکا کیا مرا سب کو مار گیا اور میری بادشاہت اور ملت سب تہ و بالا کر گیا۔ اسی وقت ایک گڑھا چالیس ہاتھ گہرا کھدوادیا اور اس میں جو لوگ ایماندار تھے انکو جلایا۔ مگر ایک عورت بچوں والی بھی اسکو ہرچند ڈرایا کہ تجکو معہ تیرے بچوں کے جلا دینگے ورنہ اسلام سے باز آ۔ اسنے کہا میں حق سے نہ پھرونگی خدائے برحق سے منہ نہ موڑونگی تو کچھ درگذر نکر جو جی چاہے سو کر پھر ایک ایک اُسکے بچے کو جلتی آگ میں جلاتے تھے مگر وہ کمال صبر و استقلال سے اُف نکرتی تھی اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر تھی۔ جب سب اولاد اسکی جلادی اور گود کے بچے کو بھی جلانے کا ارادہ کیا اور اُس جلتی بھٹی کو اور زیادہ جلایا آخر وہ عورت تھی اور چند جگر پارے اُسکے جل گئے تھے اور اُسنے آہ نکی گود کے لڑکے کے جلنے سے یکایک آگ جگر کی بھڑک اٹھی۔ آپے سے جاتی رہی عالمِ بیہوشی میں قریب تھا کہ فریب شیطان کھاوے اور دولت ایمان سے ہاتھ اُٹھاوے ناگاہ قدرتِ خدا نے اُس گود کے بچے کو گویا کیا۔ اُسکے حفظ ایمان کا سامان کیا اُسنے بزبانِ فصیح کہا کہ اے ماں تو کچھ تردد نکر سب بھائی میرے جنت کو گئے ہیں میں بھی جاتا ہوں۔ پس لڑکے کی اِس دلدہی سے اُسکی آگ بھڑکی ہوئی ماں تا بچونکی بجھی۔ جب سنگدلوں نے اُس لڑکے کو بھی آگ میں ڈالا تب عورت نے بیتاب ہو کر ایک چیخ ماری اسی وقت ایک شعلہ اس آگ سے اُٹھا اور چالیس گز ہر طرف کے کافروں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور اُس بادشاہ کافر کا مع وزیر و امیر اور لشکر کافر کے نام و نشان نرکھا کہ کہاں چلا گیا اور ایماندار جو اُس ظالم کے ظلم سے بچے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمایت سے اُن میں سے ایک کا بھی بال تک نہ جلا۔ اور ذرا لپٹ تک بھی نہ لگی۔

خود بینی بُری ہے۔ ثنائے خلائق کا طالب نہونا چاہیئے۔ جب یہ خواہش غالب ہوتی ہے دینداری میں خلل ہوتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ دو چیزیں خلائق کے لئے موجب ہلاکت ہیں۔ ایک پیروی شہوات نفسانی۔ دوسرے ثنائے خلائق کی محبت۔ نص قرآنی ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آخرت کی سعادت اِنکو ہم دینگے جو دُنیا

خود بینی بری ہے

بزرگی اور مرتبہ نہ ڈھونڈینگے۔ بشر حافی نے کہا ہے میری نظر میں کوئی ایسا نہیں جو طالب شہرت ہو اور دین اُس کا نہ بگڑا ہو

قرض دینا ثواب ۔ قرض لینے کی عادت بُری ۔ جو عورتیں کم عقل بے سلیقہ ہوتی ہیں اُنکے خرچ کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا اور انکا گھر ہمیشہ بے انتظامی اور بے تمیزی کی حالت میں دکھائی دیتا ہے۔ کوئی چیز وقت پر مہیا اور موجود نہیں نکلتی۔ ایسے گھر میں جب کوئی شخص غیر یا مہمان آجاتا ہے تو اُسوقت سوائے پریشانی اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ گھر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ گھر کی ضرورت کی کل چیزیں گھر میں موجود ہوں نہ کہ سرائے کے مسافر کی طرح ہر چیز وقت پر بازار سے خرید کی جائے۔ ایسی عورتوں کا اکثر یہ قاعدہ ہوا کرتا ہے کہ جب کبھی بازار سے کوئی چیز منگانے کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو کاہلی اور سستی کے باعث اپنی جگہ سے نہیں ہلتیں۔ اور باوجود روپیہ پیسہ موجود ہونے کے بھی صرف سستی کیوجہ سے خواہ مخواہ بازار سے قرض منگا لیتی ہیں۔ اِس طرح سودا بازار سے منگانا بڑی ذلت کا کام ہے۔ نہیں بلکہ بڑا بیہودہ پن ہے۔ ذرا غور کریں جبکہ گھر میں روپیہ پیسہ موجود ہو اور ہر طرح کی آسایش خدا نے دی ہو۔ پھر بازار سے تھوڑی تھوڑی چیز قرض منگانا کیا معنی۔ اول تو قرض کا مال ہمیشہ کم ملتا ہے کیونکہ دوکاندار سمجھ لیتا ہے کہ میرے قرض کا دباؤ ہونے کے باعث ضرور مجھ ہی سے خرید ینگے۔ دوسرے قرضخواہ کا جب دل چاہتا ہے تقاضے کیواسطے سر پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ سعدیؒ نے کہا ہے ؎ بہ تمنائے گوشت مردن بہ ÷ کہ تقاضائے زشت قصابان ÷ جو بعض اوقات بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ تیسرے نوکر جو سودا لاتے ہیں ضرور بیچ میں بے ایمانی کر کے خورد بُرد کرتے ہیں۔ اسلئے مال تو کم پلے پڑتا ہے اور روپیہ زیادہ دینا پڑتا ہے۔ چوتھے ایسے گھروں میں روپیہ ہی نہیں رہتا۔ بلکہ گھر کی کسی چیز میں برکت نہیں ہوتی۔ قرض لینے کی عادت سے آخر میں بہت بُرا نتیجہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ اور سوا پچھتانے اور افسوس کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ غور کریں کہ جب ہم اپنا روپیہ خرچ کریں تو کیوں مال کم لیں اور دوسروں کا تقاضا و احسان مفت خرید لینا کیسی نادانی ہے۔ اِسی واسطے نقد کا معاملہ ہمیشہ

قرض دینا ثواب قرض لینا بُرا

کھرا اور عمدہ ہوتا ہے اور اس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جہاں مال عمدہ سے عمدہ حسب خواہش نظر پڑے
اور کفایت دیکھی وہیں سے خرید لیا۔ نہ کسی کا احسان و منت۔ قرض کی عادت پڑ جانی خواہ
امیر ہو یا غریب بہت بری ہے اسکی برائیاں فوراً نہیں معلوم ہوا کرتیں مگر ایک دن سخت
خرابی لاتی ہیں ایک وقت اگر نہ ہو تو نہ کھانا بہتر ہے مگر حتی الامکان قرض سے بچنا ہی چاہیے
یہ وہ بری بلا ہے کہ جان و مال دونوں کی دشمن ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ مرض اور قرض
تھوڑے ہی کو بہت برا سمجھنا چاہیے۔ اسکے قائم رہنے سے جان و مال کی تباہی ہے۔

اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ بلا ضرورت یا ذراسی ضرورت کیواسطے یا اپنی
زبان کے چٹورپن کیوجہ سے فوراً آپس میں قرض لے لیتی ہیں۔ دوسرے کا احسان اٹھانا کوئی
بڑی بات نہیں ہے۔ یہ بات برائی میں داخل ہے۔ یاد رکھو کہ تاوقتیکہ ایسی مجبوری درپیش نہو
جسکے دفعیہ بغیر اپنی جان و مال یا آبرو میں فرق آتا ہو کبھی بھولکر بھی قرض کا خیال مت کرو۔
اگر ضرورتاً لیا جاوے تو ہر وقت اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تاوقتیکہ پوری ادائگی نہو جاوے
اپنے عیش و آرام کو ترک کرکے اور تکلیف گوارا کرکے اسکا ادا کر دینا ہی مناسب ہے۔ ورنہ اس کا
نتیجہ ضرور پشیمانی و ذلت ہوگا ؎

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ اگر قرضدار مفلسی میں ہو تو مہلت دو آسانی کشنوگی
تک۔ اے بھلائی کے چاہنے والو قرض دیا کرو اس سعادت کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کیا کرو
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو۔ حدیث کا ترجمہ ہے جسنے
دیا ایک دینار وعدہ معہود تک پس واسطے اسکے ہے ہر روز صدقہ لکھا جاتا ہے۔ پس جبکہ آیا
وہ مقررہ وقت اور نہ دیا اسنے پس واسطے اسکے مثل صدقہ کے لکھا جاتا ہے۔

حکایت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہمراہی چند اشخاص ایک آدمی آیا اور
اپنی سرگذشت اس طرح بیان کرنے لگا۔ کہ میں سپاہی کا لڑکا ہوں مکان پر جب بیروزگاری
کے سبب تنگی سے گزرنے لگی تو میں گھر سے چلا اور ایک سرائے میں آکر ٹھہرا۔ اس میں بٹھیاری

نے آکر کہا میاں مسافر کیا پکواؤ گے اور گھوڑے کے لئے دانہ گھاس منگواؤ گے۔ میں نے کہا ابھی آیا ہوں ذرا ٹھیرو۔ وہ چلی گئی۔ اسیطرح تین بار میرے پاس آئی تو میں نے کہا بی بھٹیاری میرے پاس خرچ ختم ہو گیا ہے اور میں اس شش و پنج میں ہوں کہ گھوڑا بیچتا ہوں تو نوکری سواروں میں نہیں ملنے کی۔ اور تلوار بیچتا ہوں تو بے ہتیار کا ہو جاؤنگا۔ یہ سنکر وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر میں آئی اور مجھے دس روپے دیئے اور کہا کہ یہ سب روپے میں نے چرخہ سے سوت کات کے جمع کئے ہیں کہ اس سے میری اول منزل ہو یعنی کفن دفن کے کام آوے۔ یہ میری حلال کمائی کے روپے ہیں۔ لو تم ان روپوں سے اپنا کام نکالو جب تم وہاں سے کما کر گھر واپس آؤ تو مجھے دیدینا۔ میں وہاں چند یوم رہکر اور پھر وہاں سے جاکر ایک ریاست میں ملازم ہوا۔ اور ملازمت کرتا رہا۔ ازاں بعد گھر سے خط آیا کہ تمہاری لڑکی جوان ہو گئی ہے۔ جلد آؤ۔ میں جب آیا تو اُسی سرائے میں ٹھیرا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھٹیاری جس نے مجکو روپے دیئے تھے لب دم ہے میں اُسکے پاس گیا اور اُسنے کہا کہ تم میری اول منزل کر دینا اور انتقال کیا۔ میں نے قبر میں اُتارا۔ آدھی رات گذری جب مجھے خیال آیا کہ وہ ہنڈوی کا کاغذ کہاں ہے۔ جب سارے میں ڈھونڈ چکا تو یہ خیال آیا ہو نہو قبر میں جب میں نے میت کو اُتارا ہے وہیں کاغذ ہنڈوی کا گرا ہو گا اُسی وقت وہاں سے آنکر قبر کو کھود ڈالا اور اُس قبر میں ایک کھڑکی نظر آئی اُس میں جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دلکشا باغ ہے اور اُس میں ایک تخت پر وہ بھٹیاری بیٹھی ہے۔ اور اُسنے مجھے دیکھتے ہی بلایا۔ اور میں نے کہا یہ مرتبہ تجھے کیونکر ملا اُسنے کہا کہ جو تمکو اعبیر جانے قرض حسنہ روپے دیئے تھے اُسکے عوض میں اللہ نے مجھے بخشا اور کہا کہ یہ اپنی ہنڈوی کا کاغذ لیتے جاؤ اور جلدی چلے جاؤ اتنے عرصہ میں دنیا کا کیا سے کیا حال ہو گیا ہو گا۔ غالبًا میں نے تین ساعت اُس باغ کی سیر اور اُس سے بات کی ہو گی۔ اب جو قبر سے باہر آیا تو دیکھتا ہوں نہ وہ سرائے ہے اور اس سرائے کی جگہ شہر یا اُجڑی آبادی ہے۔ میں ہر ایک سے پوچھتا پھرتا ہوں کہ یہاں ایک سرائے تھی۔ کوئی اُس کا پتہ نہیں دیتا۔ لوگوں نے کہا شاہ صاحب کے پاس جاؤ میں حاضر ہوا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہاں کی تین ساعت یہاں کے تین سو برس کے

برابر ہیں۔ تم نکہ شریف چلے جاؤ بیٹا میرا اس حکایت سے یہ مطلب ہی کہ قرض حسنہ دینے کے سبب سے کیا
کچھ مرتبہ اس بھٹیاری کو ملا ہی۔ جو کوئی قرض حسنہ دیگا۔ اور لوگوں کو سود دینے سے بچاویگا انشاء اللہ
تعالیٰ ایسا ہی رحم خداوند کریم اس پر بھی فرماویگا ؛

حکایت کسی خواجہ نے لونڈی کو کہا بچھونا درست کر۔ لونڈی نے کہا اے خواجہ تیرا ابھی
کوئی خواجہ ہی یا نہیں۔ کہا اُسنے ہاں ہے۔ کہا لونڈی نے کیا وہ بھی سوتا ہے یا نہیں۔ کہا خواجہ
نے نہیں۔ لونڈی نے کہا ای خواجہ تجکو شرم نہیں آتی کہ خواجہ تیرا جاگے اور تو سوئے یہ سُنکر ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہوکر گر پڑا جب
اس حالت سے ہوش میں آیا تو کہا ای لونڈی اس بات پر تجکو میں نے اپنے مال سے آزاد کیا اور کہتے کہ وہ بزرگ پھر نہ سوئے بعد اولیاء اللہ میں سے ہوگئے
وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ خدا تعالیٰ وہ ہی جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہی اور برائیوں کو معاف کرتا ہے ؛

زلیخا کی توبہ ۔ زلیخا کی بیقراری و گریہ وزاری یاد یوسف میں مدتوں رہی اور انکا مدعا حاصل نہوا
ایک دن اُنہوں نے یاد یوسفؑ سے مُونہ موڑا اور منہ سے لا الہ الا اللہ نکالا اور ساتھ ہی یہ عرض کی کہ
اے میرے مولا تو مجھے یوسف سے یا یوسف کی محبت میرے دل سے اُٹھا اپنی محبت دے اور
الٰہی ہمیں وہ دن دکھادے۔ وہ ہمیں تلاش کریں اور ہم اُن سے چھپیں۔ اور الٰہی ہم تجھے دیکھیں
اور وہ ہمیں دیکھیں۔ معاملہ دگرگوں ہو۔ خدا نے سب زلیخا کی دعا قبول کی۔ یوسف کو بھی ملا دیا اور
اپنی طرف بھی بلا لیا۔ فرشتوں نے جناب باری میں عرض کیا زلیخا ابتو تیری ہوئی اُسکی مراد پوری
کردے۔ ارشاد ہوا اے ملائکہ ہمیں قسم ہے اپنی ذات عالی کی زلیخا اپنی مراد کو پہنچ جائیگی۔ جب حضرت
یوسفؑ کی سواری بڑے تزک وشان سے مصر میں نکلی اور متصل جھوپڑی زلیخا کے گزرنے لگی۔ اور
زلیخا حسب عادت لب سڑک کھڑی ہوئیں اور یہ کہا کہ پاک ہی وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام
بنایا (گناہگاری کے سبب) اور غلاموں کو بادشاہ بنایا (اپنی اطاعت کے سبب سے) بی بی زلیخا
ہمیشہ کہا کرتی تھیں۔ کون سنتا تھا۔ آج انکا خدا حامی ہوگیا۔ فوراً زلیخا کی آواز حضرت یوسف
کے کان میں پہنچی۔ یوسف نے یہ دردناک صدا سنکر فرمایا کہ جلد دیکھو کہ یہ کون فریاد کرتا ہے۔ اسکو کیا
تکلیف ہی۔ غلام آپکا زلیخا کی جھوپڑی کیطرف دوڑ کر آیا دیکھا کہ ایک عورت بڑھیا اندھی کھڑی فریاد

(زلیخا کی توبہ و رضا اور تزویج)

کرتی ہے۔ جاکر عرض کیا کہ ایک اندھی عورت ہے وہ کچھ فریاد کرتی ہے۔ فرمایا جاؤ پوچھو کیا مانگتی ہے
غلام گیا اور بی بی زلیخا سے کہا کہ ای بڑھیا تجھے کیا حاجت ہے جلد بتا دے۔ زلیخا نابینا ہو گئی تھیں۔
فرمایا کون ہے؟ یوسف کے غلام نے کہا کہ یوسف کا غلام ہوں۔ زلیخا نے کہا جاؤ ہٹ جاؤ ہمیں
تجھ سے کیا حاجت ہو گی۔ جسنے تجھے بھیجا ہے اُسے ہمارے پاس بھیجا رے۔ غلام حضرت یوسف
کے پاس واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ عورت تو بڑی سرچڑھی ہے یہ کہتی ہے کہ جا اُسے بھیجا رے۔
جسنے تجھے بھیجا ہے۔ ادھر زلیخا کے پاس سے یوسف کا غلام چلا گیا تو زلیخا نے خداوند تعالیٰ کا شکر
بجالانا شروع کیا اور کہا کہ اے میرے رب بتوں میں تو اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ یوسف کے غلام کو میرے
پاس بھیجتے وہ یوسف کو کہاں بھیج سکتے۔ اور بصد عجز کہا کہ کیا حضور میں اتنی طاقت نہیں جو
یوسف کو میرے پاس لا دیں۔ یہ سنتے ہی دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور حکم ہوا۔ اے جبرئیلؑ
جاؤ یوسفؑ سے کہو کہ وہ اپنی سواری سے اتریں اور اس بڑھیا زلیخا کی مزاج پرسی کریں۔ حضرت
جبرئیل نے یوسف کی سواری روک لی۔ اور سواری سے نیچے اتارا۔ اور کہا کہ اس بڑھیا کے پاس چلو
حضرت یوسفؑ اور حضرت جبرئیلؑ زلیخا کے پاس آئے۔ یوسفؑ نے فرمایا اے عورت تو کون ہے؟
زلیخا نے کہا ای یوسف میں وہ ہوں جسنے تمہیں جواہرات سونا چاندی خرچ کر کے مول لیا تھا جسنے
تمہیں دیکھا کبھی رات کو سوئی نہیں۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ مگر افسوس تم ایسے جلدی
مجھے بھول گئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کبھی بلانے سے نہ خود آئے۔ آج تمہیں کس نے بھیجا ہے یا آپ
آئے ہو۔ یوسفؑ نے کہا مجھے رب العالمین نے بھیجا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ اس بڑھیا کا دل
خوش کر یہ سنکر زلیخا کے دل میں عشق الٰہی کی بنیاد پڑی۔ پہلے خدا کا شکر کیا اور کہا بیشک تو ہی
فریادی کا فریاد رس ہے۔ ابھی تو منہ سے لا الہ الا اللہ نکالا ہے کہ یوسف ہاتھ باندھے سامنے کھڑے
ہیں اور مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ تیری دلی تمنا کیا ہے۔ گھر کی حالت میں جواہر نگار محلوں میں نہ آئے
اگر وہ ہوکے سے لیگئی تو پیچھا چھڑا کر بھاگ گئے۔ اے سعید جنگل میں چٹیل میدان جھونپڑی رہنے
کا مکان لیکن بت پرستی سے تائب ہوئی اور حق پرستی کی طرف مائل ہوئی ہیں اور ابھی کی ابھی

یوسفؑ سامنے کھڑے ہیں سے کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں ❊ حضرت یوسفؑ نے کہا
آپکی تمنا کیا ہے۔ فرمایا کہ تم پوچھتے ہو یا اور کوئی پوچھتا ہے۔ زلیخا نے کہا اب تم اسکو بتاؤ جو تمہیں مجبور
کر کے یہانتک لایا ہے۔ اب جو کچھ ہے وہ ہے۔ فرمایا جلدی سے تمنا ظاہر کیجے۔ کہا وہ جو شروع سے
تھی وہی تمنا ابتک ہے۔ فرمایا کہ اے جبرئیل یہ تو نہایت ضعیفہ ہے۔ یہ کیا اب اس قابل ہے جو یہ کہتی ہے
حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اب رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ یوسف دیکھو زلیخا اب ہماری ہماری ہے
ہم اسکی طرف سے کہتے ہیں کہ وہ قابل نہیں تو ہم قدرت والے ہیں پھر سے ویسا ہی کر دینگے۔
بموجب حکم الٰہی حضرت جبریل کے ہاتھ سے روشن آنکھیں ہوئیں۔ مگر سیاہی ہوئی۔ نئے سرے سے
جوان نہیں۔ قدرت الٰہی نے یہاں پر زلیخا کو جوان نہیں کیا۔ بلکہ یوسف کے دل میں صبر زلیخا کے
باعث زلیخا کا عشق پیدا کر دیا جنکی چاہت میں زلیخا برباد ہو گئی تھی۔ وہ یوسف زلیخا کی جگہ ہو گئے اور
زلیخا یوسف کی طرح کنارہ کش ہوئی۔ یوسف زلیخا کی مہمانداری میں مصروف ہوئے۔ اور زلیخا اپنے
مولیٰ کی مہمانداری میں مشغول ہوئی۔ یوسف خلوت خانہ درست کرتے ہیں۔ زلیخا اپنے دل کا خانہ
درست کرتی ہے۔ یوسف زلیخا کے طالب بنے بیٹھے ہیں۔ زلیخا خدا کے جلوہ کی منتظر ہے۔ خلوتخانہ میں
یوسف کے زلیخا نے پہنچکر نماز شروع کر دی۔ جب سجدے میں گئی تو سر اٹھانے کا نام نہیں لیتی۔
ساری رات گذر گئی مگر وہاں سجدے سے فرصت نہیں۔ بڑی مشکل سے اٹھا لیگئے۔ فوراً وہاں سے
بھاگیں یوسف نے کرتا پکڑا وہ کرتا پھٹ گیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں یوسف کا کرتا پھٹا تھا۔ آج زلیخا
بھاگتی ہے۔ یوسف پکڑتے ہیں۔ یوسف نے زلیخا کا کرتا پکڑا وہ چاک ہوا کہ وہیں دروازے کے پاس
جبریل امین ملے اور فرمایا کہ یوسف قَمِیْصٌ بِقَمِیْصٍ یعنی کرتے کا بدلہ کرتا ہو گیا۔ تم نے زلیخا کا کرتا
پھاڑا تھا لو اب برابر ہو گئے۔ یوسف نے التجا سے فرمایا کہ اے زلیخا تم وہ نہیں کہ میرے لئے کیا کچھ کیا
تھا۔ فرمایا کہ میں وہی ہوں مگر میرا دل وہ نہیں رہا۔ الٰہی زلیخا کو کیا ہو گیا۔ ارشاد ہوا کہ زلیخا پہلے تمہاری
طالب تھی اب وہ ہماری طالب ہوئی۔ اے یوسف سچ ہے جو عشق الٰہی کے دریا میں غرق ہوا پھر اس کا
پتا نہ ملا۔ جو چاہتا ہے کہ سب مجھے چاہیں تو وہ خدا کو چاہے۔ سب اسے چاہنے لگیں گے ❊ یا د و گر

مونسِ جانت بود ✤ ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود ✤ افضل العباد عند اللہ الذکر فاذکر اللہ کثیراً
اللہ کے نزدیک فاضل ترین وہ بندہ ہے جو اسکو بہت یاد کرے۔ تو تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔
اور صبر کرنا وصیت ہے خدا تعالیٰ کی وصیت سے اور جس نے نگاہ رکھا اس وصیت کو نجات پائی
اور جس نے اِس وصیت کو ضائع کیا وہ ہلاک ہوا آزمائشِ خدا میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی
طرف وحی کی جو کہ خوشنود نہوئے ہمارے حکم سے اور شکر نکرے نعمتوں ہماری پر اور صبر نکرے
بلا ہماری پر باہر نکلجاوے ہمارے آسمان سے اور تلاش کرلے دوسرا خدا۔ اور حضرت علی راوی
ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے صبر تین قسم کا ہے۔ صبر بر طاعت۔ وصبر بر مصیبت۔ وصبر بر معصیت۔
پس جو صبر معصیت پر ہے اُسکے تین سو درجے ہیں۔ اور صبر مصیبت پر اُسکے پانسو درجے ہیں۔ اور
جو صبر کرے طاعت میں اُسکے سات سو درجے ہیں۔ اور لکھا ہے صبر مصیبت پر نوسو درجے ثواب کے
ہیں اور صبر کھولدیتا ہے کاموں کو اور قرآن شریف میں صبر اور نماز سے مدد لینے کا ذکر آیا ہے پ ا
البقرہ (۵) وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور صبر و نماز سے مدد لو **ف** یہ خطاب ہے مومنین کیطرف
اور مطلب یہ ہے کہ مصیبت اور فکر و تردد کی حالت میں صبر کرنا اپنا شعار کرو اور نماز میں مشغول ہو ذرنیا
نماز میں مصروف ہو گئیں تو امید ہے کہ نماز کی برکت سے وہ مصیبت دفع ہو جاوے۔ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ آنحضرت کو جب کوئی ناگہانی فکر آتی تو آپ نماز میں مصروف ہو جاتے۔ بعضوں نے
کہا یہ خطاب ہے یہود کی طرف کہ اُنکے دل میں مال وجاہ کی حرص تھی تو صبر کا حکم ہوا یعنی روزہ رکھنے کا
کیونکہ روزہ خواہش کو توڑ دیتا ہے۔ اور نماز کا اسلئے کہ نماز دلوں میں عاجزی اور خاکساری پیدا کرتی
ہے اور غرور اور تکبر کو دفع کرتی ہے اور علمائے اہل کتاب جو بعد اظہارِ حق اب بھی ایمان نہ لائے تھے
اسکی بڑی وجہ حب جاہ اور حب مال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا۔ صبر سے مال کی محبت
اور طلب جائیگی اور نماز سے عبودیت اور تذلل آئیگا اور حب جاہ کم ہوگی ✤

نظم توبہ

وہ بت جو بت پرستونکی کرے خود نماز برداری
وہ مے جو مے پرستوں کو پلاوے جامِ ہشیاری

وہ صحت بعد جسکے آ نہیں سکتی ہے بیماری ۔ وہ غربت لوٹ ہیں جسپر وطن کی نعمتیں ساری

کوئی شے گر ہے دنیا میں تو وہ خوف الٰہی ہے
نہیں جس دل میں یہ اس میں تباہی ہی تباہی ہے

نمو سبزے میں پانی میں نمی آتش میں گرمی ہو ۔ ہوا میں جنبشیں ہوں اور دریا میں روانی ہو
ادھر ریشم میں نرمی ہو ادھر پتھر میں سختی ہو ۔ غرض اک شے بھی میلانِ طبیعت سے نہ خالی ہو

غضب ہے پر گنہگاری رہے خالی ندامت سے
تعجب ہے نہ رکھے کام پیاسا نہرِ جنت سے

ترے صدقے ترے قربان ای پیاری خدا ترسی ۔ نگاہِ لطف کے مشتاق بیٹھے ہیں ذرا ہم بھی
ستم ڈہاتی نہیں کیا کیا عدم موجودگی تیری ۔ یہ کیا گت بن گئی ہے ہے ترے بن نوعِ انساں کی

جدائی نے تری مردہ بنا رکھا ہے ایمان کو
تری دوری نے کر رکھا ہے پژمردہ دل وجان کو

وہ دل جس میں ہو کچھ بھی روشنی تیرے چراغوں کی ۔ نہاں رکھتا ہے مہر و ماہ کو صورت میں داغوں کی
بہاریں لوٹتا ہے راحتِ قلبی کے باغوں کی ۔ لئے پردا ہے کیا ہی فیلسوفوں کے دماغوں کی

کوئی کیا جانے اسکے قطرۂ اشکِ ندامت کو
بھرے بیٹھا ہے اِس کوزہ میں وہ دریائے رحمت کو

وہ دیکھو کہتی ہے توبہ گنہگاروں سے ہنس ہنس کر ۔ کہ مجھ کو بجلیاں سمجھو سیہ کاری کی خرمن پر
بنا دیتی ہوں میں ٹوٹے ہوئے دلکو بھی اک دلبر ۔ گیاہِ خشک ہیں بریاں تو میں بھی تو ہوں اک اخگر

ندامت جسکی شبنم کی طرح آنسو بہاتی ہے
نسیم لطف میری مثلِ گلُ اسکو ہنساتی ہے

محسن کشی ۔ بڑی عادت ہے۔ جسنے خدا کے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اُسنے خدا کا شکریہ نہیں کیا۔ ہمیں اُسکے بندوں کا شکریہ کرنا چاہیئے جب کبھی یہ موقعہ ملے ہل جزاء الاحسان

الاحسان ہمارے پاک دین اسلام میں محسن کشی سخت گناہ ہے محسن کشی سے یہی مطلب نہیں ہے
کہ محسن کو مار ڈالے بلکہ محسن کا احسان نہ ماننا یا اپنے کردار و گفتار سے اُسے رنج و اذیت پہنچانا
بھی محسن کشی ہے۔ میرے نزدیک تو محسن کشی سے زیادہ بداخلاقی نہیں ہے۔ آہ! ننھے بچوں کی
حالت کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ جو شفقت مادری سے محروم رہے ہیں۔ جن کا ماں جیسا ہمدرد و غمخوار
چھین جائے جو ایک رشتہ دار و غیر رشتہ دار کا منہ دیکھتے رہیں۔ اور اس کس مپرسی کی حالت
میں کوئی خدا کا نیک بندہ اُنکے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک سے پیش آئے اُس کا کسقدر حق
ان بچوں کے رشتہ داروں پر ہوگا۔ اور کسقدر محبت و خدمت سمجھ آنے کے بعد ان بچوں کو کرنی
چاہیئے (کیونکہ نص قرآنی ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ) اور آرام دینا چاہیئے جنہیں
کہ اس نیک دل وجود نے ماں کے بعد پرورش کیا۔ کیا یہ نیک دل رحیم و خدا ترس وجود اُن بچوں
کے خاندان کا اور ان بچوں کا محسن نہیں ہے۔ بیشک محسن ہے اور بہت بڑا محسن ہے۔ ماں کی
ضرورت بیٹے سے زیادہ بیٹی کو ہوتی ہے۔ وائے برحال اُس بدنصیب کے جسکی ماں اُس سے
اس کمبخت دنیا میں چھوڑ کر چل بسے اور خوش نصیب اُس نے ماں کی بیٹے کے جیسے کوئی ماں
جیسی مہربان اور محافظ مل جائے۔ والدین کا حق اولاد پر بہت ہے اور ماں کا باپ سے بھی زیادہ
ہے۔ ماں نے اگر اولاد کی خبر گیری کی۔ اُسکے واسطے تکلیف و پریشانی اُٹھائی تو محبت مادری سے
مجبور ہو کر۔ مگر کسی دوسرے نے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ماں کی نصف بلکہ چوتھائی
بھی محبت و محنت ہمارے ساتھ کی تو سراسر اُس کا احسان ہے۔ پھر اگر اُسکی محبت و محنت کو ہم یہ سمجھیں
کہ ماں کے برابر نہیں ہے یا کسی طرح اُسے تکلیف و رنج دیں گو وہ ارادتاً نہ ہو مگر ہمارے گفتار و کردار
اُسکے رنج کا باعث ہوں تو ضرور ہم محسن کش ثابت ہونگے۔ اور یہ اخلاقاً و شرعاً ناقابل معافی
گناہ ہے کیونکہ مخلوق کا گناہ ہے۔ حق العباد ہے۔ ہمیں ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ہمارے محسن کو
ہم سے کچھ رنج نہ پہنچے اور ہمکو ماں کی محبت و تابعداری و خدمت اور اُسکی خوشی کا خیال چاہیئے
اور جس نے ماں کے بعد دوسرا حصہ بھی ماں کی محبت کی مانند سے نبھایا کیا ہو اُس کا خیال مثل

طاعتِ پروردگار سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے اور اس میں ہی ہماری دین و دنیا کی بہبودی ہے۔ جنھوں نے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اچھی طرح پڑھے ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ ماں کے بعد جس آغوش نے انہیں اٹھایا۔ اُسکی تعلیم و محبت مثل ماں کے کرتے تھے اور حلیمہ کو ماں کو مخاطب کرتے تھے۔ کیا اُنکی اُمت اور پیرو ہوکر مسلمانوں کو ان سی سا نہیں کرنا چاہیئے؟ نہیں نہیں اُنہی سا کرنا چاہیئے۔

احسان کوئی محدود چیز نہیں ہے۔ اسکی کئی قسمیں ہیں۔ ہمیں اس وقت کسی چیز کی ضرورت ہے اور ہم اُسے حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر کسی خدا کے نیک بندے نے ہمیں وہ چیز مہیا کردی۔ پس یہ بھی احسان ہے۔ ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے مگر موجود نہیں اور قرض بھی نہیں لے سکتے پس اسوقت جس نے ہماری ضرورت رفع کردی وہ بھی ہمارا محسن ہے۔ اگر کوئی ہمارا کام کردے یا ہماری کسی سے سفارش کرلے وغیرہ وغیرہ ہمیں اس کا احسان ماننا چاہیئے۔ شکریہ ادا کرنا چاہیئے صرف زبان سے تھینکس۔ مہربانی۔ شکریہ۔ تسلیم وغیرہ الفاظ ادا کرکے نہیں۔ بلکہ دل و جان سے احسان ماننے۔ ہاتھ سے۔ زبان سے۔ رفتار و گفتار۔ تحریر و تقریر غرض ہر طرح سے اپنے محسنوں کا احسان ماننے اور محسن کو خوش رکھے۔ اے خداوند کریم ہمیں توفیق دے ہل جزاء الاحسان پر عمل کرنے کی۔ آمین ٭

سہیلیاں سوچ سمجھ کر بناؤ (۱) سہیلیوں کے ساتھ بہنوں کا سا برتاؤ کرو جو بالکل بیغرضانہ ہو (۲) زیادہ سہیلیاں نہ بناؤ اور جلدی سے کسی کے ساتھ گھل مل نجاؤ۔ بلکہ ہمیشہ دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر ملاقات پیدا کرو (۳) ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک سچی سہیلی ایک درجن سہیلیوں سے اچھی ہوگی (۴) اگر سہیلی کے ساتھ اتفاقاً کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو نرمی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرو اور خود نرم ہو جاؤ ٭

دوستی۔ رُحماءُ بینھم صحابہ حضرت کے اصحاب آپس میں اُلفت رکھتے تھے۔ حقوق سہیلی یہ بھی ہیں کہ ساکت ہو سہیلی کے عیبوں سے حاضر و غائب۔ اور کسی سے اُسکے بھید ظاہر نکرے یہ

علامت بد باطنی کی ہے۔ اور اگر کسی سے عیب سہیلی کا سنا ہو تو اُسکے منہ پر آکر نہ کہے اور اگر کسی سے اُسکی تعریف سنے تو اُس سے کہدے۔ اور حقوق سہیلی یہ بھی ہیں کہ مال سے اُسکی مدد کرے فرمایا آنحضرت نے آپس میں دو بھائی مانند دو ہاتھوں کے ہیں کہ دہوتا ہے ایک دوسرے کو۔ یعنے ایک دوسرا آپس میں مددگار ہے۔ اور چاہئے کہ سہیلی کے ساتھ ایثار میں کوشش کرے۔ یعنے اپنی حاجت کو سہیلی کی حاجت پر مقدم کرے۔ حکیم لقمان کا قول ہے جس سے دوستی کا ارادہ ہے اُسے غصہ دلا کر آزما۔ اگر اُس نے انصاف ہاتھ سے نہ دیا اور حق سے نگذرا دوستی کے قابل ہے ورنہ دوری اُس سے بہتر اور کہا ہے کہ بدگمانی کی عادت نڈال کر دوستوں سے ہاتھ دہو بیٹھے گا۔

حکایت نقل ہے کہ اتفاقاً ایک شخص بہت قرضدار ہوگیا۔ ہر چند ادا کرنے کی فکر کی لیکن ادا نہ ہوسکا۔ قرضخواہ اُسکی آبرو کے خواہاں ہوئے۔ جب جان سے عاجز آیا اور کہیں ٹھکانا نہ لگا ناچار ہوکر ایک دوست کے پاس گیا۔ وہ بہت محبت اور خاطر تواضع سے پیش آیا اور حال پوچھنے لگا کہ ان دنوں کیسی گذرتی ہے۔ کہا کیا کہوں بہرحال شاکر ہے۔ مگر آجکل چار سو درم قرضے کی فکر ہے کہ قرضخواہ رات دن چین نہیں لینے دیتے۔ جان سے عاجز ہوکر تمہیں دوست جانکر آیا ہوں کہ [illegible] دوستاں بروب دور دشمناں مکوب مثل مشہور ہے۔ وہ سنتے ہی عرقِ ندامت میں غرق ہوگیا۔ جی جان سے کھو گیا۔ غیرت کھا کے جلدی سے چار سو درم لے آیا۔ کہا جائیے۔ اور قرضخواہوں سے جلدی سے اپنا پیچھا چھوڑ لیئے۔ پھر گھر میں جاکر زار زار رونے لگا۔ اُسکی عورت نے کہا خیر ہے کیوں روتے ہو جائے شکر گذاری جناب باری ہے نہ مقام گریہ وزاری کہ دوست دلی کی حاجت تم سے روا ہوئی۔ پس اب تم کو غم و ہم ہے یا غم ہمدم ہے برائے خدا پیچ فرمائیے۔ اور اس غمدیدہ کو غم سے چھڑائیے۔ کہا اے عورت ناوان غم درہم بنا درہم کو رولاتا ہے اور طالبِ دنیا کو بیقرار کرتا ہے۔ بلکہ میں اسواسطے روتا ہوں کہ میں اُسکے حال سے ایسا کیوں غافل رہا جو اس بلا میں مبتلا ہوکر حاجتمندوں اور فقیروں کی طرح میرے پاس آیا تب میں نے اُسکو اس بلا سے چھڑایا پس کچھ حق دوستی ادا نہوا۔ بلکہ محتاجوں کا سا دینا ہوا۔ حقیقت میں ذلت اُسکی نہ تھی

بلکہ میری بھی۔ پس ایسی غفلت کی زندگی پر تف ہے جو میں چین اُڑاؤں اور دوست بےچین ہو حقیقت میں سچے دوست وہ ہیں کہ ہر حال میں خیال دوست کا رکھتے ہیں۔ حتی المقدور دوست کو دکھ درد کی ہوا نہیں لگنے دیتے اور بدلے کی اُمید نہیں رکھتے کہ یہ سوداگری ہے نہ دوستی ہو

دوراندیشی ضروری ہے۔ دوراندیشی ایک اچھی صفت ہے۔ جو لوگ دوراندیش ہوتے ہیں وہ بہت اطمینان سے رہتے ہیں۔ دوراندیش ہر بات میں ہر پہلو بات کا سوچتا ہے۔ مگر گھر کی آمدنی میں تو دوراندیشی کا بہت ہی خیال رکھنا چاہئے۔ جو بیبیاں بے سوچے سمجھے بے دریغ روپیہ خرچ کرتی ہیں وہ بہت تکلیف اُٹھاتی ہیں اور دُکھ سکھ پر دوسرے ہاتھوں کی طرف اُنکو دیکھنا پڑتا ہے کسی نے کہا ہے کہ جوانی کا سرمایہ بڑھاپے میں کام آتا ہے بڑھاپے کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس وقت پیسہ ہاتھ میں ہے تو دو چار خرچوں کو کم کرکے بھی اسے اس وقت کے لئے بچا دیں جب آمدنی کی صورت نہ رہے کیونکہ سدا کسی کے دن یکساں نہیں رہتے۔ وقت پڑے پر دوسروں کا دست نگر ہونا پڑے شرمندگی کی بات ہے ؎

جس ہاتھ میں یہ عیب نہیں دستِ غیب ہے، دستِ سوال لاکھوں ہی عیبوں کا عیب ہے،

حکایت ایک تالاب میں تین مچھلیاں تھیں۔ مچھیروں کا وہاں گذر ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ کل جال لاکر انکو پکڑینگے۔ یہ سن کر جو مچھلی دوراندیش تھی وہ رات کو جس راہ سے اُس تالاب میں پانی آتا تھا اُس نہر میں اُسنے اپنے کو پہنچایا۔ اور ان دونوں مچھلیوں میں سے جو ذرا ہوشیار تھی۔ صبح کو جب اُس نے مچھیروں کو دیکھا اپنے کو مُردہ بنا کر پانی کی سطح پر تیرنا شروع کیا۔ مچھیروں نے اُسکو مردہ جانکر نہر کی طرف پھینکا۔ یا جو نہی اُس نے اپنے کو نہر میں پہنچایا۔ جو نہ دوراندیش تھی اور نہ وقت وقت کام کی اُسکو سوجھ ہوتی تھی وہ جال میں گرفتار ہو گئی۔ یہی حال انکا ہے جو دوراندیشی سے کام نہیں لیتے نہ قبل از وقت نہ وقت کے وقت وہ تباہ ہوتے ہیں۔

منقول ہے کہ دوراندیشی چیونٹی پر ختم ہے۔ سورہ نمل کے حاشیہ سے چند سطریں لکھکر ہدیہ ناظرین ہیں قالت نملۃ ایک چیونٹی نے کہا اپنے مورچہ سے نکلکر کہ وہ سردار تھی سب چیونٹیوں کی کہ لے

گروہ مورچگاں اپنے سوراخوں میں چھپ جاؤ۔ دیکھتے ہو کہ لشکر سلیمان کس جاہ و جلال سے اس وادی کیطرف آرہا ہے ایسا نہو کہ تمہیں اپنے پاؤں سے پامال کردے یا گھوڑے کے سموں سے ریزہ ریزہ ہو جاؤ کہتے ہیں کہ ایک فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کی یہ آواز حضرت سلیمان نے سُنی تو مسکرائے اور متعجب ہوئے چیونٹی کی اس دوراندیشی پر کہ کسقدر احتیاط اور رعایت قوم میں مصروف ہے۔ یا خوش ہوئے اس بات پر کہ حق تعالیٰ نے انہیں کیسی نعمت عظمیٰ عطا کی ہے کہ کلام نملہ انکے کان تک پہنچا اور اُسکے فہم سے حضرت مطلع ہوئے۔ القصہ حضرت سلیمان نے یہ بات سُنکر اپنے لشکر کو روکا اور سب چیونٹیاں اپنے اپنے سوراخوں میں چلی گئیں۔ اسوقت حضرت سلیمان نے اس چیونٹی کو طلب کیا اور کہا کیا تو نہیں جانتی کہ میرا لشکر ظلم نہیں کرسکتا۔ چیونٹی نے کہا کہ جبتک میں اپنی قوم کی سردار ہوں مجھکو نصیحت کرنا ضروری ہے۔ حضرت سلیمان ؑ نے کہا میرا لشکر ہوا پر تھا۔ تمہاری قوم کو کیونکر برباد کرتا۔ چیونٹی نے جواب دیا غرض میری یہ نہ تھی کہ لشکر آپکا ہمیں پامال کردیگا۔ بلکہ یہ خیال ہوا کہ شاید تمہارا دبدبہ و شوکت و اجلال دیکھکر خدا کی یاد سے غافل ہو جائیں اور میدان غفلت میں زیانکاری سے پامال ہو جائیں۔ یا تمہاری شان سلطنت دیکھکر خواہش دنیا انکے دلوں میں پیدا ہو۔ منقول ہے کہ حضرت سلیمان نے اس نملہ سے دریافت کیا کہ لشکر تیرا کسقدر ہے اُسنے کہا چار ہزار سرہنگ میرے ماتحت ہیں اور ہر سرہنگ کے ماتحت چار ہزار نقیب اور ہر نقیب کے ماتحت چار ہزار مورچہ ہیں۔ حضرت سلیمان نے سردار مورچہ سے کہا کہ تو اپنا لشکر باہر کیوں نہیں لاتا۔ اُسنے عرض کی مجھے دنیا ملتی تھی مگر میں نے اختیار نہیں کی بلکہ زیر زمین سکونت اختیار کی تاکہ سوائے خدا کے کوئی ہمارے حال سے واقف نہو۔ اُسوقت اُسنے عرض کی یا نبی اللہ جو کچھ آپ کو خدا نے عطا کیا ہے اُسے بیان کیجئے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے ہوا کو میرا مرکب قرار دیا ہے کہ صبح کو ایک مہینے کی راہ طے کرتا ہوں اور شام کو ایک مہینے کی راہ جاسکتا ہوں۔ نملہ نے کہا آپ جانتے ہیں کہ اسکے کیا معنے ہیں حضرت نے کہا کہ نہیں۔ نملہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شے کی بنیاد ہوا پر ہو بس وہ ناپائدار ہے۔ حاصل کلام یہ ہے

کہ حضرت سلیمان یہ کلام سُن کے مصروف مناجات ہوئے اور کہا کہ پروردگار میرے توفیق عطا کر
تو مجکو اس امر کی کہ میں تیری نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھکو عنایت
کی ہیں اور مجھے توفیق دے کہ ہمیشہ کار نیک اور کار شائستہ کا مرتکب رہوں کہ جسکو تو قبول کرے
اور مجھکو اُن بندوں میں شامل کر جو نیکو کار ہیں جو مستحق جنت کے ہیں اور مستحق جنت کا کر۔

بلقیس دور اندیش تھی وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ
يُوزَعُونَ سے رَبِّ الْعَالَمِينَ تک اور سلیمان کے لئے اُنکے لشکر جنوں میں سے اور آدمیوں میں
سے اور پرندوں میں سے اکٹھے کئے گئے اور وہ سب قسم وار پاس پاس کھڑے کئے جاتے تھے۔
یہانتک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں سے گذرنے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے
اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہو کہ سلیمان اور اُنکا لشکر تمکو پیس ڈالے اور اُنکو اسکی خبر بھی نہو
پس سلیمان اُسکی اِس بات پر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجکو اِس
بات کی توفیق دے کہ جیسی جیسی نعمتیں تو نے مجھے اور میرے والدین کو عنایت کی ہیں میں تیری
اُن نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔ اور کوئی ایسا نیک عمل بجا لاؤں جو تجھکو پسند آجائے اور اپنے فضل و
کرم سے اپنے نیک بندوں میں مجھے داخل کر اور (سلیمان نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا بات ہے
میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ کہیں غائب ہو گیا اور اگر ایسا ہے تو میں اُسکو سخت سزا دونگا۔ یا اُسے
ذبح کر ڈالونگا۔ یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی صاف اور صریح وجہ ظاہر کرے پس
کچھ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ وہ آگیا اور کہنے لگا کہ مجکو ایک حال معلوم ہوا ہے کہ جسکی آپ کو بھی خبر
نہیں اور میں شہر صبا کی ایک یقینی خبر لیکر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو پایا کہ وہ اُنپر حکومت
کرتی ہے اور اُسکو ہر چیز سے حصہ ملا ہے۔ اور اُسکے پاس ایک عظیم الشان تخت ہے۔ میں نے ملکہ اور
اُسکی رعایا کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُنکے اعمال کو بنا سنوار کر
دکھایا ہے اور اُنکو راہ راست سے روک دیا ہے۔ پس اُنکو اتنا بھی نہیں دکھائی دیتا کہ وہ خدا ہی کو
کیوں نہ سجدہ کریں۔ جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم چھپا کر کرتے ہو

بلقیس ملکہ دور اندیش تھی

اور جو علانیہ کرتے ہو وہ سب سے واقف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرشِ بریں کا
مالک ہے۔ سلیمان نے کہا ہم ابھی امتحان لئے لیتے ہیں۔ آیا تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے
ہے۔ یہ میرا مکتوب لیجا اور اُنکے سامنے ڈالدے پھر اُنکی طرف سے مُنہ موڑ کر کھڑا ہو جا۔ پھر دیکھ کہ
وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ (بلقیس) نے کہا اے درباریوں ایک مکتوب گرامی میری طرف ڈالا گیا ہے
یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ (شروع کرتا ہوں میں) اللہ کے نام سے (جو)
رحمٰن اور رحیم ہے (دیکھو) مجھپر بزرگی نہ جتاؤ اور فرمان بردار بنکر میرے حضور میں حاضر ہو۔ (بلقیس)
نے کہا اے اعیانِ سلطنت مجھے اِس معاملہ میں (صائب) رائے دو کیونکہ میں کسی معاملہ میں دوٹوک
فیصلہ نہیں کر سکتی۔ جبتک کہ تم میرے حضور میں نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم بڑی قوت والے اور
سخت معرکے جھیلنے والے ہیں۔ اور آپ با اختیار ہیں۔ پس آپ غور فرمالیں کہ آپ کیا حکم دیتی
ہیں۔ (بلقیس نے) کہا کہ جب بادشاہ (ملک فتح کرکے) کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسکو
خراب و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور (حقیقت الامر یہ ہے کہ
ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور میں قاصدوں کے ہاتھ اُنکی طرف نامہ بھیجکر دیکھتی ہوں کہ وہ قاصد کیا جواب لاتے
ہیں۔ پس جب وہ سلیمان کے حضور میں تحفے لیکر آئے تو (سلیمان نے) کہا کہ کیا تم لوگ مال سے ہماری
مدد کرنا چاہتے ہو۔ پس جو کچھ خدا نے دے رکھا ہے وہ اس سے جو تمکو دے رکھا ہے (کہیں) بہتر ہے۔ کچھ تم ہی
اپنے تحفے پر اتراتے ہوگے اپنے (ارکانِ سلطنت کی طرف لوٹ جاؤ۔ کیونکہ ہم اُن پر ایسے لشکر سے لشکر
چڑھائی کرنے والے ہیں جن کے مقابلے کا بل بوتا نہیں۔ اور ہم ضرور اُنکو ذلیل و خوار کرکے وہاں سے
نکال باہر کرینگے۔ (سلیمان نے کہا اے اہلِ دربار کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے کہ قبل اسکے کہ یہ
لوگ اطاعت قبول کرکے ہمارے حضور میں آئیں۔ ملکہ بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے (اِس پر)
قومِ جن میں سے ایک دیو نے کہا کہ قبل اسکے کہ آپ اپنے مقام سے اُٹھیں میں تخت کو آپکے پاس
لا حاضر کرونگا۔ اور مجھ میں اسکے اُٹھانے کی قوت بھی ہے اور میں امانتدار بھی ہوں۔ (اسپر) ایک
شخص جسکے پاس کتاب کا ایک تھوڑا سا علم تھا بول اُٹھا کہ آپکی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اُسے

آپکے پاس لائے دیتا ہوں پس جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ
بھی میرے پروردگار کا احسان ہے تاکہ مجکو آزمائے کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت
اور جو کوئی شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے ذاتی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جنے کفران نعمت
کیا تو یقیناً میرا پروردگار بے پروا اور سخی ہے (سلیمان نے کہا کہ بلقیس کے لئے اُسکے تخت کی
صورت بدل دو تاکہ ہم امتحان لیں کہ آیا وہ رستہ پر آتی ہے یا اُن ہی لوگوں میں رہتی ہے جو
(ہدایت سکے) رستہ پر نہیں لگتے۔ پس جب وہ (سلیمان کی) خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس سے پوچھا
کیا یہی تیرا تخت ہے کہا عین مین وہی ہے اور ہم کو اِس سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا اور ہم مسلمان ہو گئے
اور جس چیز کی وہ خدا کے سوا عبادت کرتے رہتے تھے اسکو روک رکھا۔ کیونکہ وہ قوم کفار میں سے
تھی۔ پھر اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو۔ پھر جب اُسنے محل کو دیکھا تو اُسے موجِ آب سمجھا۔
اور پائیچے چڑھا کر اپنی دونوں پنڈلیاں کھول ڈالیں (سلیمان نے) فرمایا یہ تو محل ہے جسکے
فرش میں شیشے جڑے ہوئے ہیں (بلقیس نے کہا اے پروردگار بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم
کیا تھا اور اب سلیمان کے ساتھ خدا پر جو تمام عالموں کا پروردگار ہے ایمان لاتی ہوں ؛

ف اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے لشکر جنوں کا اور آدمیوں کا اور جانوروں کا اور یہ اپنے اپنے
مقام پر مقرر کئے گئے تھے جو جنبش نہ کر سکتے تھے اور سب آپس میں ملے رہتے تھے ایکدوسرے
سے متفرق نہ ہوتا تھا۔ اور بعض تفاسیر میں منقول ہے کہ لشکر گاہ حضرت سلیمان کی ایک لاکھ
فرسخ تھی اور حضرت سلیمان کے ایک ہزار مکان شیشے کے تھے جو لکڑیوں پر نصب کئے گئے
تھے اور تین سو تین زنانِ نکاحی تھیں۔ باوجود اس شان وشوکت کے ایک دن گذر حضرت
سلیمان کا ایک دہقان کے پاس ہوا کہ وہ زمین جوت رہا تھا حضرت سلیمان کو دیکھ کے
کہنے لگا سبحان اللہ آل داؤد کو خداوند عالم نے بہت بڑا ملک عطا کیا ہے حضرت سلیمان نے
دہقان کے اِس کلام کو سنا حضرت سلیمان نے بساط کو اترنے کا حکم دیا۔ بساط اُتری اور حضرت
سلیمان نے اُس دہقان کو بلایا اور فرمایا کہ اے دہقان جو تو نے کہا تھا وہ میں نے سنا۔ آرزو

اُس چیز کی نکر نی چاہیئے جسپر قدرت حاصل نہو - ای دہقان جو بندہ مومن صادق دل سے ایک تسبیح پڑھے تو بہتر ہے اُس ملک سے جو سلیمان کو دیا ہے اِس لئے کہ ثواب تسبیح کا باقی ہے اور ملک سلیمان کا فانی - اُس دہقان نے کہا کہ خداوند عالم تمہارے غم کو دور کرے جیسا کہ تم نے میرے دل سے غم کو دور کیا - اور منقول ہے کہ جب حضرت سلیمان بساط پر بیٹھتے تھے تمام خدم و حشم کو ساتھ لئے جاتے تھے اور ہر شخص اپنی اپنی خدمات پر مامور رہتا تھا اور ہر طرح کا سامان اکل و شرب وغیرہ موجود رہتا تھا - ایک دن حضرت سلیمان کا گذر مکہ کیطرف ہوا حضرت سلیمان نے کہا یہ مکان سکونت ہے نبی آخر الزمان کا - خوشا حال اُس شخص کا جو انکی خدمت میں مشرف ہوا اور ایمان لائے بعد اُسکے کعبہ کی طرف گذر ہوا دیکھا کہ گرد کعبہ کے لوگ بت پرستی کر رہے ہیں یہ حال دیکھ کر وہاں سے جلد گزر گئے - کعبہ نے درگاہِ خدا میں فریاد کی کہ خداوندا ایک پیغمبر تیرا یہاں آیا اور نماز نہ پڑھی - درگاہ احدیت سے خطاب ہوا کہ بہت جلد ہم ایک پیغمبر کو پیدا کرینگے اور تجھکو اُس کا قبلہ قرار دینگے تاکہ اُسکی اُمت راہِ دور و دراز سے آ کے تجھ میں نماز پڑھے گی - بعد اسکے وادی السدید میں پہنچے اور السدید ایک مقام ہے طائف میں اور وہاں سے وادی النمل میں پہنچے قَالَتْ نَمْلَةٌ اسکے آگے کا مضمون اِس سے قبل کے صفحہ میں لکھ چکے ہیں ناظرین وہاں دیکھ لیں منقول ہے کہ حضرت سلیمان ایک مقام پر پہنچے کہ ہوا وہاں کی خوشگوار تھی اور درختہا سبز پر میوے بہت تھے اِس مقام پر وقت صبح نزول اجلال فرمایا - چونکہ وقت نماز تھا حضرت سلیمان نے چاہا کہ وضو کریں - پانی موجود نہ تھا اور راہ پانی کی بتلانی ہدہد کی طرف تھی اُسے بلایا وہ نہ ملا - ابن عباس سے منقول ہے کہ ہدہد پانی کی زمین اِس طرح دیکھتا ہے جس طرح شیشے میں پانی دکھائی دیتا ہے - اور ہدہد کو مقام پانی سے مطلع کرنے کے لئے بلایا تھا - منقول ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان نواحی بیت المقدس میں بالائے تخت جلوہ افروز تھے ناگاہ ایک سوراخ طیور کے پروں میں دکھائی دیا - نظر حضرت کی آفتاب پر پڑی - مقام ہدہد کو خالی پایا یعنی جو طیور کہ حضرت پر سایہ کئے ہوئے تھے اُن میں ہدہد بھی تھا وہ دفعتاً غائب ہو گیا

تھا حضرت سلیمان کو اُسکی تلاش تھی۔ جب اِس کا پتا نہ چلا تو حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں
اُسکو عذاب سخت کرونگا اور وہ یہ کہ اُسکے پر و بال نوچکر آفتاب کے سامنے ڈالدونگا یا چیونٹیوں
کے حوالہ کر دونگا کہ اُسے کھا جائیں۔ یا اُسکو کسی غیر جنس کے ساتھ پنجرے میں بند کر دوں گا
اور اپنی خدمات سے علیحدہ کر دونگا تاکہ اُسکے ابنائے جنس کو عبرت حاصل ہو۔ حدیث میں
وارد ہوا ہے کہ جسوقت ہدہد اپنے مقام سے اُڑا اور اپنے داہنے بائیں نظر کی۔ باغ بلقیس نظر
پڑا۔ اور ایک ہدہد کو دیکھا اُسنے اُس سے دریافت کیا کہ تو کہاں سے آتا ہے اُسنے کہا میں
شام و یمن سے آتا ہوں حضرت سلیمان کی خدمت میں تھا۔ اُسنے کہا سلیمان کون ہے۔ کہا کہ بادشاہ
ہیں جن وانس و وحش و طیر کے۔ اُسنے اِس ہدہد سے دریافت کیا کہ تو اب بتلا کہ کہاں سے آتا ہے
اُسنے کہا میں اس ہی ملک کا رہنے والا ہوں۔ اُسنے پوچھا کہ اس ولایت کا بادشاہ کون ہے۔ اُسنے
کہا کہ ایک عورت بادشاہ ہے کہ جس کا نام بلقیس ہے۔ اگر تیرا دل چاہے تو اُسکے ملک کی سیر کر۔ اُسنے
کہا میں ڈرتا ہوں کہ حضرت سلیمان مجھے یاد کریں اور مجھے نہ دیکھیں تو مجھے عذاب شدید میں مبتلا
کریں اُسنے کہا اگر تو یہاں کا حال معلوم کر کے اطلاع کرے تو خوش ہوں۔ پس ہدہد نے اِس
بات کو پسند کیا اور سیر ملک بلقیس کی کی۔ القصہ حضرت سلیمان نے جب ہدہد کو نہ دیکھا تو ایک
کرگس کو کہا تو جا کر دیکھ اور ہدہد کی خبر لا۔ اُسنے پرواز کی اور بعد اُسکے عقاب کو روانہ کیا اور اُسنے
بھی پرواز کی۔ اثنائے راہ میں ہدہد کو دیکھا کہ شہر صبا کی طرف سے آتا ہے اُسکے قریب گیا اور چاہا
کہ سختی کے ساتھ اپنے چنگل میں دبائے۔ ہدہد نے پناہ مانگی عقاب نے کہا وائے ہو تجھپر حضرت
سلیمان نے قسم کھائی ہے کہ تجھے عذاب سخت کے ساتھ معذب کریں یا قتل کریں مگر یہ کہ عذر معقول
پیش کرے۔ تو ہدہد نے کہ مقام خوف نہیں ہے کہ میں دلیل قوی رکھتا ہوں عقاب نے اُسے
اپنے عقب میں کرلیا اور آپ آگے ہوا یہانتک کہ یہ دونوں حضرت سلیمان کیخدمت میں حاضر ہوئے
اور عقاب نے عرض کی یا نبی اللہ میں ہدہد کو لایا ہوں حضرت سلیمان نے کہا کہ اسکو حاضر کر۔ پس
عقاب اُسکو کشاں کشاں حضرت کیخدمت میں لایا حضرت سلیمان نے ہدہد کو اپنی طرف کھینچا اور

ازروئے غیظ وغضب فرمایا آج مجھپروہ عذاب کرونگا کہ تمام لشکر کو عبرت ہو۔ ہدہد نے عرض کی کہ یانبی خدا کے روبرو حاضر کرینگے۔ حضرت سلیمان یہ سُنکے زرد ہوگئے اور اُسکے عذاب سے ہاتھ کھینچا ہدہد نے کہا کہ یا حضرت میں ایسے مقام میں پہنچا اور میں نے اُن چیزوں کو دیکھا جنکو آپنے نہیں دیکھا۔ یعنی شہر سبا کے تمام حالات سے میں واقف ہوگیا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ہوا پر جاتا تھا کہ ایک ہدہد سے ملاقات ہوئی کہ وہ اس ملک کا رہنے والا تھا مجھ سے شان وشوکت اور خوبی آب وہوا بیان کی مجھے بھی اشتیاق ہوا اور وہاں گیا اور اُس ملک کو دیکھا حضرت سلیمان نے پوچھا بادشاہ وہاں کون ہے اور مذہب وملت اُنکی کیا ہے کہا کہ بلقیس نامی ایک ملکہ اہل سبا پر سلطنت کرتی ہے۔ منقول ہے کہ مشورہ کار بلقیس کے تین سو تیرہ آدمی تھے کہ ہر ایک کے پاس بارہ ہزار مردان جنگی تھے اور تخت بلقیس کا تین سو گز کا تھا اور طلائی ونقرئی تھا یعنی جواہرات سے مزین تھا۔ پس ہدہد نے کہا کہ میں نے اُسکو اور اُسکی قوم کو آفتاب پرست پایا کہ وہ طریق حق سے برگشتہ ہیں۔ پس جب ہدہد نے یہ قصہ بیان کیا تو حضرت سلیمان نے کہا میں عنقریب اُسکو دیکھونگا اور تیرے جھوٹ وسچ کی تصدیق کرونگا۔ بالفعل تو اِس وقت پانی تلاش کر تاکہ میں وضو کر کے نماز ادا کروں اور لشکر بھی پیاسا ہے۔ تو ہدہد نے ایک جگہ بتلائی کہ یہاں کنواں کھودو جب کنواں کھودا تو پانی بخوبی نکلا۔ جسقدر کہ حضرت کو ضرورت تھی پانی لے لیا۔ بعد اُسکے جناب سلیمان نے بلقیس کو ایک خط لکھا کہ تم سرکشی نکرو۔ اور میری طرف تم سب کے سب رجوع کرو۔ جب نامہ ختم ہوا مشک سے اُسپر مہر کی اور اپنے نقش ونگین سے اُسے منقش کیا اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت سلیمان نے ہدہد کو اپنے پاس بلایا اور اُس سے کہا کہ تو میرا قاصد ہے تجھکو خلعت دینا چاہیئے آپنے دست مبارک اُسکے جسم پر پھیرا فوراً الوانِ مختلفہ اُسکے جسم پر نمایاں ہوگئے اور اُسکے سر پر انگشت رکھی۔ پس اُسکی برکت سے ہدہد کے سر پر تاج نمودار ہوگیا اور خط اُسکی منقار میں رکھدیا۔ اور فرمایا کہ میرے اِس خط کو بلقیس کے پاس لیجا۔ پس نظر کر کہ وہ لوگ کس چیز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُنکی رائے کس امر پر قرار پاتی ہے۔ اور جواب خط میں کیا مشورت کرتے ہیں۔ ہدہد نے نامہ لیکر

بسرعت تمام پرواز کی اور شہر سبا میں پہنچا اور وہ نامہ بلقیس کو دیا۔ منقول ہے کہ بلقیس ایک جماعت
کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز تھی اور سب ارکان دولت حاضر تھے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ بلقیس
اسوقت ایک مقام خلوت میں استراحت کر رہی تھی اور دروازے بند تھے اور کنجیاں دروازوں
کی زیر سر بلقیس کے رکھی ہوئی تھیں۔ ہدہد ایک روزن کی طرف سے اندر گیا اور خط کو سینہ بلقیس پر
ڈالدیا۔ بلقیس اٹھ بیٹھی اور خط کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور بعض کہتے ہیں ہدہد نے اپنی منقار اس
روزن پر اس زور سے ماری کہ بلقیس اسکی صدا سے اٹھ بیٹھی۔ بعد اسکے نامہ اسکی طرف پھینکدیا
منقول ہے کہ بلقیس پڑھی لکھی تھی اور زبان عبری کو خوب جانتی تھی۔ اس خط کو کھولا اور پڑھا
اور ہدہد کو ملاحظہ کیا۔ مضمون خط سے یہ معلوم ہوا کہ نامہ اس بادشاہ کا ہے کہ جس کا ملک میرے ملک
سے بہت بڑا ہے اور اسکی سلطنت عظیم ہے۔ اس لئے کہ جسکی تسخیر میں جانور تک ہوں اور نامہ بری
کریں البتہ وہ بادشاہ عظیم الشان اور رفیع المکان ہوگا۔ بلقیس مطالعہ خط کے بعد ڈری اور کانپنے
لگی اور دور اندیشانہ سوچنے لگی اور تمام اعیان سلطنت و ارکان مملکت کو بلایا اور خط کو ہاتھ میں لیکر
اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئی اور ارکان دولت نے اس نامہ کو پڑھا۔ بلقیس سے کہا کہ یہ نامہ کس کا
ہے۔ اسنے کہا کہ یہ نامہ سلیمان بادشاہ کا ہے۔ منقول ہے کہ بلقیس سن چکی تھی کہ حضرت سلیمان جن انس
و وحوش و طیور کے بادشاہ ہیں۔ پس بلقیس نے اُن سے مشورہ کیا کہ اے بزرگان قوم فتویٰ دو مجکو
میرے کام میں۔ میں نے کوئی کام بغیر تمہارے مشورے کے نہیں کیا۔ پس اُنکی رائے ہوئی کہ
جدال کیجئے۔ بلقیس نے جب یہ دیکھا کہ اس قوم کی رائے مقاتلہ کی ہے ناپسند کیا اور کہا کہ میں
جنگ کی مصلحت نہیں دیکھتی ہوں۔ اس لئے کہ لڑائی میں دونوں احتمال ہوتے ہیں غالب ہونا
اور مغلوب ہونا۔ اگر وہ غالب ہوئے ملک و مال میرا سب تلف ہو جائیگا۔ اور وہ حقیقتاً پیغمبر ہیں اور خدا
کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پس اسنے بھی از راہ دور اندیشی ایک خط بجواب خط حضرت سلیمان کی خدمت
میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ مجھے آپکی اطاعت سے ہرگز انکار نہیں۔ مگر جس دین کی آپ دعوت کرتے
ہیں مجھے اسکی حقیقت سے آگاہ کیجئے تاکہ میں اسکی طرف رجوع کروں۔ بعد قاصد روانہ کرنے کے

خود بھی آمادہ سفر ہوئی اور اپنے تخت کو ایک مکان میں نہایت حفاظت سے رکھوا دیا اور اُس مکان کو جس میں تخت تھا مقفل کر دیا اور کنجی اُسکی اپنے پاس رکھی اور ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے سلطنت اُسکے حوالہ کر دی۔ اور مع ہزار نفر ارکان دولت اور لشکر و خدم و حشم کے حضرت سلیمان کی طرف روانہ ہوئی۔ جب دیووں نے یہ سُنا کہ بلقیس آتی ہے ایسا نہو کہ سلیمان اُسکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جائیں اور عقد کر لیں۔ صلاح وقت یہی ہے کہ اُسکے جمال کی مذمت کریں۔ پس اشرافِ قومِ جن آئے اور کہا کہ اے سلیمان بلقیس نہایت بدشکل اور نہایت ناقص العقل ہے حضرت سلیمان متفکر ہوئے اور دل میں کہا پہلے اسکی عقل کا امتحان کرنا چاہیے۔ پس آپنے کہا کہ کون ہے تم میں ایسا کہ لے آوے میرے پاس تخت بلقیس۔ ایک جن نے کہا کہ میں لاؤنگا اِس سے پہلے کہ تم اُٹھو اپنی جگہ سے۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ میں تو اس سے جلد چاہتا ہوں۔ پس ایک شخص نے جو آپکے قریب بیٹھا تھا اور اسم اعظم جانتا تھا اور وہ حضرت خضر تھے اور ایک قول کے موافق آصف بن برخیا تھے اور حضرت سلیمان کے وزیر اعظم تھے فرمایا کہ میں چشم زدن میں لا سکتا ہوں پس تخت بلقیس فوراً حضرت سلیمان کی خدمت میں آ گیا۔ پس جب وقت بلقیس حضرت سلیمان کے پاس آئی اور اُسنے اپنا تخت وہاں دیکھا تو بلقیس سے کہا گیا کہ آیا تیرا تخت بھی ایسا ہے۔ بلقیس نے کہا کہ مجکو عقل و دانش دی گئی ہے کمالِ قدرت خدا اور وحدانیت خدا پر اور نبوتِ حضرت سلیمان پر اور مجکو تو معجزہ ہد ہد سے تصدیق ہو گئی تھی۔ پس بلقیس ایمان لے آئی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک قصر بنوایا تھا زمین اُس قصر کی شیشہ سفید او شفاف کی تھی اور نیچے اُس شیشہ کے زمین کے پانی بھر دیا تھا اور اُس میں مچھلیاں اور آبی جانور چھوڑ دیتے تھے صحن قصر میں معلوم ہوتا تھا کہ پانی بھرا ہوا ہے۔ پس آپ کا تخت صحن قصر میں بچھایا گیا۔ اور بلقیس کو بلایا گیا۔ پس جب وہ صحن قصر کے قریب پہنچی تو اُسنے گمان کیا کہ پانی بھرا ہوا ہے پس اُٹھایا اُس نے اپنا پیرہن اسوقت حضرت سلیمان نے فرمایا کہ چھوڑ دے دامن کو تو پانی تصور کرتی ہے وہ صحن ہے صاف اور ہموار شیشے کا۔ غرضکہ سلیمان بلقیس کو اپنے عقد میں لائے اور بحکم حضرت سلیمان تین مکان بلقیس کے

لئے زمین میں تیار کئے گئے۔ پس بلقیس کو وہاں بھیجدیا اور حضرت سلیمان ہر مہینے وہاں جاتے تھے
اور تین دن رہتے تھے ۔

بلند ہمتی ۔ اِس بات کا خیال رکھو کہ تمہارا دل کبھی مایوس اور پست ہمتی کی طرف نہ جھکے
اور جب کوئی پستی کا خیال تمہارے دل میں آئے تو فوراً نکال دیا جائے۔ ہمیشہ بلند ہمتی کو اپنے
دل میں جگہ دو۔ بلند ہمتی انسان کو ادنیٰ درجہ سے عزت و ترقی کی بلند چوٹی تک پہنچا دیتی ہے۔ اور
پست ہمتی کامیابی کے زینے سے گمنامی اور بے کاری کی خندق میں گرا دیتی ہے۔ کسی مشکل سے
مشکل کام کو بھی دیکھ کر ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہمارے بوتے کا کام نہیں۔ انسان انسان سب ایک ہیں
جو کچھ اور انسان کر سکتے ہیں وہ ضرور تم بھی کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ تمہارے پاس سالم اعضا سالم حواس
و عقل ہو۔ اور بلند ہمتی سے کام لو۔ انسان اگر کرنا چاہے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا ہے۔ جب ہم ریل میں
بیٹھتے ہیں اور اسکی بناوٹ اور اُسکے انتظام پر غور کرتے ہیں تو بے شبہہ ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ
انسانوں نے یہ کام کس طرح سرانجام دیئے۔ اور ریل گاڑی جب کسی بڑے دریا کے پل پر پہنچتی ہے
تو اُس وقت کی حیرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ کس عقلمندی اور کس مضبوطی کے ساتھ وہاں کے رہنے والے انسان
نے دریا جیسے عمیق مقام میں عمارت کے ستون بنائے۔ کس ترکیب سے وہاں راج مزدور بیٹھے کسطرح
عمارت بنی اور ایسے تیز بہاؤ میں وہ کس طرح قائم رہتی ہے اور ہزاروں اور لاکھوں من بوجھ کو کس
طرح سہارے رکھتی ہے ؟ ایک ریل ہی کے کارخانے پر کیا موقوف ہے اور ہزاروں سربلند عمارتوں
اور بے نظیر صنعتوں پر جب گہری نظر سے غور کرو تو شان خدا دکھائی دیتی ہے۔ اور تعجب ہوتا ہے
کہ خاک کا پتلا اور یہ کچھ کرے ؟ بیشک خاک کے پتلے ہی نے دنیا میں وہ کچھ کیا کہ دنیا کو جادو کا کارخانہ
کہیں تو بیجا نہیں۔ پس جب انسانی ہمت اور عقل کے یہ نمونے ہماری آنکھوں کے سامنے موجود
ہیں تو کسی سلیم الطبع انسان کو یہ کہنا کب مناسب ہے کہ یہ کام تو ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر ہمت کو شوق
اور استقلال درکار ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو ہم ایک تنکا بھی نہیں توڑ سکتے سے چیا دست ہمت میں
زور قضا ہے یہ مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے ۔

پیاری بہنو اور بھائیو! ہمت سے کام لو۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ اور خود کچھ بنو اور اپنی اولاد کو کچھ بنا کر دکھاؤ۔ تمہیں سبق دینے کے لئے دنیا کی کتاب کھلی ہے۔ جس میں بے شمار کارنامے درج ہیں۔ انہیں پڑھو اور ان سے سیکھو اور آگے بڑھو۔ انسان کے روبرو چیونٹی سے زیادہ کوئی حقیر شے نہ ہوگی۔ لیکن چیونٹی کی ہمت وہ ہمت ہے کہ انسان کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ دیکھو کیا ذرا سی جان ہے مگر اپنی خوراک کو کہاں سے کہاں لیجاتی ہے۔ تم نے بھی دیکھا ہوگا۔ کہ چیونٹی اپنے منہ میں کسی خوردنی چیز کو لے کر دیوار پر چڑھتی ہے لیکن تھوڑی دور لیجا کر گر پڑتی ہے اور اس گرنے سے اسکی ہمت نہیں ٹوٹتی وہ ننھی جان یہ نہیں جانتی ہے کہ جب میں ایک دفعہ کچھ فاصلہ تک چڑھ گئی ہوں تو اور اوپر بھی ضرور چڑھ سکونگی چنانچہ وہ ہمت کر کے دیوار کا رستہ لیتی ہے آخر کو ایک دفعہ اوپر کو پہنچ ہی جاتی ہے۔ چیونٹی تو ایک ناچیز کیڑے کی ذات ہے۔ مگر ہم اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں کیا ہمیں چیونٹی کے برابر بھی ہمت نہیں۔ ہمیں اپنی سستی۔ اپنی کاہلی۔ اپنی پستی پر شرمانا چاہیئے۔ انسان ہو کر انسانی حوصلہ سے کام لینا چاہیئے۔ جب کوئی کام ہمارے سامنے ہو تو ہمیں یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ہم سے نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ہمت کرے کہ ہم کر ہی ڈالینگے۔ اور اگر ہمت سے کام لینگے تو پہاڑ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے رائی ہو جائیگا ؛

آمدنی بموجب خرچ کرنا ضرور ہے آمد سے زیادہ اسراف

کفایت شعاری عاقبت اندیشی کی دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ عموماً جانوروں اور وحشی انسانوں میں عاقبت اندیشی چھو نہیں گئی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو اس زیور بے بہا سے آراستہ ہے۔ وائے اس شخص پر جس میں اس نورانی صفت کی جھلک نہو۔ کفایت شعاری کے یہ معنی ہیں کہ کسی شے مفید کا مصرف نکالنا اور مصلحت کے لحاظ سے اپنے اخراجات کو تقسیم کرنا۔ اپنی آمدنی کا کوئی جزو پس انداز کرنا۔ تاکہ بوقت ضرورت سرمایہ مجتمع سے مدد ملے اور یہ سرمایہ مجتمع کسی مفید کام میں صرف کیا جائے اور اسکے یہ معنی بھی نہیں کہ انسان روپے جمع کرنے میں ایسا منہمک ہو جائے کہ آسایش زندگی کے ضروری اسباب کو فراموش کر دے جس سے لوگ اسکو بخیل کہنے لگیں۔ صفت کفایت شعاری

عموماً مسلمانانِ ہند میں عنقا ہے، باوجودیکہ ہم اپنے کو مہذب کہنے اور کہلانے کے بڑے شائق ہیں لیکن تہذیب کے ایک بڑے اہم شعار کو نظرانداز کئے بیٹھے ہیں اور اسراف و فضول خرچی کے بدنما عیب کو گلے لگائے ہیں حتیٰ کہ بعض ناعاقبت اندیش فضول خرچی کو شانِ امارت و شیوہ اولوالعزمی تصور کرتے ہیں چھٹی چلہ کی رسموں میں بسم اللہ اور شادی وغیرہ کی تقریبوں میں اپنی بضاعت اور حیثیت مالی سے اسقدر بڑھکر صرف کر دیتے ہیں کہ سود ادا کرتے کرتے ملیتھن نکل جاتا ہے اور چند دنوں کے بعد رہی سہی زمینداری یا جائیداد مہوخال سے لگ جاتی ہے۔ اِن تقریبوں کے علاوہ بھی روزمرہ کی زندگی میں ظاہری کروفر بتانے و جھوٹی شیخیاں جتانے میں ہزاروں خدا کے بندے تباہ و برباد ہو گئے ہیں اور خاص کر سودی روپیہ لے لیکر بیدریغ نمائشی سامان کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ڈگریاں ہوتی ہیں۔ قرقیاں مکانوں پر آتی ہیں۔ جائیدادیں نیلام ہوتی ہیں۔ بھلا قرض لیکر تکلفات و طمطراق دکھانے سے فائدہ۔ ایسی سمجھ والوں کو اللہ ہی توفیق دے تو سنبھلیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ بدنامی و ذلت و صدمہ روحی جس فعل کا نتیجہ ہو کیا اُس سے پرہیز کرنا نہ چاہیئے۔ بعض مالدار ناعاقبت اندیش لوگ اسراف کو سخاوت یا کریم النفسی سمجھتے ہیں۔ انکو جاننا چاہیئے کہ سخاوت و کریم النفسی عمدہ اوصاف ہیں اور اسراف سخت عیب ہے۔ سخاوت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر غرض اپنی آمدنی میں سے مستحقین کی مدد کرنی اور صرف روپیہ ہی نہیں بلکہ مختلف طریقوں سے ابنائے جنس کی امداد کرنی۔ کریم النفسی اس سے بھی بڑھکر عمدہ صفت ہے۔ یعنی کسی کی بھلائی کے لئے اپنے نفس پر جبر کرنا۔ پس اسراف و سخاوت و کریم النفسی میں فرق ہے۔ سخی و کریم النفس شخص لائق عظمت ہے اور برعکس اسکے مسرف شخص قابل نفرین و مذمت ہے۔ کفایت شعاری بھی مثل سخاوت کے ایک عمدہ شے ہے ہر شخص کو فی زمانہ کفایت شعار بننا چاہیے۔ کفایت شعار شخص ہمیشہ خوش و خورم رہتا ہے۔ مسرف و فضول خرچ شخص خواہ کیسا ہی دولتمند ہو متردد و محتاج رہتا ہے اور کفایت شعاری ایک ایسی صفت ہے جس سے محنت کیطرف انسان راغب ہوتا ہے اپنی مدد آپ کر سکتا ہے۔ ایثار نفسی کا عادی ہو جاتا ہے اور ایک مدبر کا مقولہ ہے کہ کفایت شعاری بہترین حکمت عملی ہے اور رسم و رواج میں اصلاح بھی کفایت شعاری سکھلاتی ہے۔ کسی کا مقولہ ہے کمانا آسان ہے۔ مگر

اس کا استعمال کرنا مشکل ہے۔ دولت کمانے سے نہیں جمع ہوتی بلکہ خرچ کرنے کا طریقہ جاننے سے۔

دولت کا صحیح استعمال۔ دولت سے میری مراد مال و زر اور روپیہ پیسہ ہے ہمارے مقدس مذہب اسلام میں اسکے صحیح استعمال کے لئے ایسے آسان قاعدے بیان کئے گئے ہیں کہ ہر ایک انسان آسانی سے اسپر عمل کر سکتا ہے۔ اسلام نے ہمکو ہدایت کی ہے کہ اس دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرو یعنی محتاجوں اور بیکسوں کی مدد کرو۔ غریبوں اور بیکسوں اور حاجتمندوں کو مدد پہنچاؤ وغیرہ

دولت خداوند نے اس لئے عطا فرمائی ہے کہ اسکی راہ میں خرچ کیجائے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کیجائے۔ مگر افسوس ہم ایسا نہیں کرتے۔ اور جہاں ہماری پستی کے اور بہت سے اسباب ہیں وہاں ایک سبب دولت کا صحیح استعمال نکرنا بھی شامل ہے جنکو خداوند کریم نے دولت عطا فرمائی ہے اُن میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں کہ انکو محض اس کا محافظ و نگہبان کہیں تو بیجا نہوگا۔ ایسے محافظ اور نگہبانوں نے صرف یہی فرض کر لیا ہے کہ وہ مرتے دم تک اس دولت کی حفاظت اور نگہبانی کریں۔ اور اُسکے جمع کرنے اور بڑھانے میں اپنی زندگی صرف کردیں۔ ایسے شخصوں کے پاس دولت کچھ فائدہ نہیں دیکھتی نہ وہ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں نہ کسی غریب یا حاجتمند کو نفع پہنچاتا ہے نہ اسکو وہ نیک کام میں خرچ کرتے ہیں۔ نہ کسی مسکین اور بیکس کو مدد دیتے ہیں بلکہ ساری عمر روپیہ پیسہ جمع کرنے میں گزار دیتے ہیں اور غریبوں کا گلا کاٹ کر اسکو بڑھایا کرتے ہیں وہ اس سے نہ خود اپنی ذات کو آرام نہ کسی دوسرے کو نفع پہنچاتے ہیں جب آنکھ بند ہوگئی تو سب چھوڑ کر خالی ہاتھ ملک عدم کو سدھارے۔ بیشک ایسے لوگ خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ اپنی جان اور تندرستی کا بھی خیال نہیں کرتے اور اپنی زندگی میں جانی اور مالی سخت نقصانات برداشت کرتے ہیں۔ کسی کے گھر میں چوری ہو جاتی ہے۔ کہیں ڈاکہ پڑ جاتا ہے اور کبھی چوری اور قتل دونوں واقع ہوتے ہیں۔ نیک چلن اور دولت کا صحیح استعمال کرنیوالے کے ذمہ کسی کا قرض نہیں ہوتا جس سے اُسکی آنکھیں نیچی ہوں۔ ہر طرف اُسکی دھاک بندھی رہتی ہے۔ سب اُسکو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسکو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں پڑتا۔ اُسکے حقیقی مسرت اور اصلی طمانیت دل میں ہوتی ہے۔ چاہیئے کہ ضرور کچھ

نہ کچھ بچا سکنے کے درپے رہیں قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے حرف حرف سے کتاب بن جاتی ہے۔ کفایت شعاری کے لئے خاص قابلیت کی ضرورت نہیں ہر شخص کفایت شعار بن سکتا ہے ہاں آرام طلبی و راحت پسندی کا خیال چھوڑ دے اور اپنے اپنے متعلقین کی بابت آیندہ کے لئے کچھ خیال نہ کرنا بہت بڑی ناعاقبت اندیشی اور بے انتہا خود غرضی ہے۔ انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی دکھ، بیماری، شادی، غمی، موت لگی رہتی ہے۔ انسان چاہے تو ضرور بچا سکتا ہے خواہ آمدنی کتنی ہی کم ہو۔ مگر چاہنا شرط ہے۔ ایک دولت بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم کوئی چیز خریدنے کو ہو تو اپنے میں یہ سوال کرو کہ اگر میں یہ چیز نہ خریدوں تو کیا میرا حرج یا نقصان ہوگا۔ اگر حرج نہ ہو تو ہرگز نہ خریدو۔ اِس خیال سے فضول خرچی سے بچ جاؤ گے خدا ہمکو ایسی دولت سے بچائے جس سے نہ ہم خود فائدہ اٹھا سکیں اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکیں اگر خدا دولت دے تو اُسکے صحیح استعمال کرنے کی توفیق بھی دے اور اتنی دے کہ خود کھا سکیں۔ اور کوئی حاجت مرگی نہ رہے اور اوروں کو نفع پہنچا سکیں تاکہ قیامت میں جواب دے سکیں اور دنیا میں کسی کے محتاج نہ ہیں ؎ یارب تو چناں کن کہ پریشاں نشوم ✤ محتاج برادرانِ خویشاں نشوم ✤

استقلال۔ دولت یا طمع کی خواہش کو اسقدر مختصر کرنا کہ جب ضرورتیں پوری ہو جائیں تکلیف باقی نہ رہے اسکو استقلال کہتے ہیں لیکن ضرورتوں کی حد نہیں ہے۔ اِس کا فیصلہ ہر شخص کو اپنی حیثیت سے کرنا چاہیئے۔ جو معاش ایک تنہا آدمی کے لئے کافی ہے۔ ممکن ہے کہ عیال دار شخص کی اشتہا کو پورا نہ کر سکے اسی طرح عادات و مزاج کے لحاظ سے ہر شخص کی ضرورتیں جدا جدا ہوتی ہیں لیکن عادات کے ہاتھ بک جانا یہ اپنا ہی قصور ہے اگر انسان چاہے تو اپنی عادات میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ فضول عادتوں سے آزادی حاصل کرنا استقلال ہے اور استقلال کا نتیجہ اطمینان شکر گزاری اور فرحت ہے۔ اول اول استقلال مصیبت کی دھمکی دیتا ہے مگر آخر کار وہ عافیت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور حرص شروع میں عیش و مسرت کی شکل دکھلاتی ہے لیکن انجام کار ناشکری تفکرات اور مصائب کی شکل بن جاتی ہے۔ استقلال کے بغیر صرف دولت محتاجی کو رفع نہیں کر سکتی۔ مگر صرف استقلال بغیر دولت کے انسان کو تونگر بناتا ہے۔ دولت عموماً بیجا خواہشات کو ابھارتی ہے اور استقلال

استقلال

اُنکی جڑ کاٹتا ہی اسلئے ہمکو چاہیئے کہ اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوش حال لوگوں سے نکریں یہی مقابلہ ہمارے دل میں لالچ کی آگ بھڑکاتا ہے۔ ہم کو مناسب ہی کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر رکھیں تاکہ ہمارے دلوں میں استقلال ہو کر ہمکو بُری خواہشوں سے محفوظ رکھے۔

جاپانی دلہن کو ماں کی نصیحت

(۱) اے میری پیاری بیٹی تم بیاہ ہوجانے کے بعد یہاں نہ رہوگی۔ اِس لئے تمہیں اپنے ساس سسر کی اسیطرح خدمت و تعظیم کرنی چاہیئے جس طرح تم اپنے ماں باپ کی کرتی رہی ہو۔

(۲) کبھی کسی چیز پر شک و حسد نکرو ورنہ تمہارے شوہر کا دل تم سے کھٹا ہوجائیگا۔ خواہ وہ تمہارے شوہر ہی کی غلطی ہو لیکن تم کبھی اُسپر غصہ نکرو اور اطمینان سے کام لو اور اُسے آہستگی سے بات سمجھادو۔

(۳) زیادہ بات چیت نکرو۔ اپنے پڑوسیوں کی بُرائی نچاہو اور جھوٹ کبھی نہ بولو۔

(۴) صبح کو سب سے پہلے اُٹھو اور رات کو سب سے پیچھے سوؤ۔ اور جبتک چالیس سال کی نہو جاؤ کسی مندر وغیرہ میں نجاؤ۔

(۵) اپنے گھر کا انتظام اور کام کاج ہشیاری اور لیاقت سے انجام دو۔ نجومیوں اور رمالوں سے کوئی بات نہ پوچھو۔

(۶) چمکیلے اور بھڑکیلے کپڑے کبھی نہ پہنو۔ ہمیشہ صاف اور سادے کپڑے استعمال کرو۔

(۷) اپنے ماں باپ کی عزت آبرو مال و دولت کا غرور نکرو۔ اگر وہ دولت والے ہیں تو اپنے شوہر کے کسی رشتہ دار کے سامنے اُسپر فخر نکرو۔

نصائح سعید

(۱) ہمت کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ اِس سے ہر ایک عقدہ حل ہوجاتا ہے

(۲) دوست و دشمن کی شناخت مصیبت کیوقت ہوسکتی ہے۔ خوشی اور راحت کے دنوں میں دشمن بھی دوست معلوم ہوتے ہیں۔

(۳) قرض ادا کرکے نادار ہوجانا مالدار اور زیر بار قرض ہونے سے بہتر ہے

(۴) اُس خوشی سے دور بھاگنا چاہیئے جو آئندہ تکلیف دینے والی ہو۔

(۵) جب تقدیر کسی بات کو چاہتی ہو تو تدبیر کام نہیں دیتی۔ جو قسمت میں ہو وہ پہنچے گا۔ اگر سارا جہان مخالف ہو۔ جو قسمت میں نہیں تو سارا جہان موافق ہو نہیں ملیگا۔

(۶) علم مال سے بہتر ہے کیونکہ ہر ایک کی حفاظت کرتا ہے۔

(۷) ہر ایک کام کی درستی اگرچہ عقل پر موقوف ہوتی ہے تاہم عقل ہمیشہ علم سے روشنی پاتی ہے اور ہر دم اُسکی محتاج رہتی ہے۔

(۸) ہنر اور فن کے حصول کے لیئے اگرچہ پہلے علم درکار ہے لیکن عمل و اشاعت اور ترقی کے واسطے عقل کا ہمرکاب ہونا لابد اور ضروری ہے۔

(۹) ہر ایک سے خرچ کرنے سے ہمیشہ کم ہوتی ہے اور علم و ہنر اور تجربہ استعمال سے زیادہ ہوتا ہے

(۱۰) ہر ایک علم شے سے تھوڑا تھوڑا واقف ہونا چاہیئے کیونکہ ایک کیفیت دوسری سے منکشف ہوتی ہے

(۱۱) ہر کام کو وقت مناسب پر کرنا چاہیئے۔ جو شخص وقت کا پابند نہیں رہتا ہے وہ اپنے علاوہ دوسروں کا وقت خراب کرتا ہے

(۱۲) ہر قسم کی کامیابی کی چابی ارادے کی مضبوطی میں ہے اور لگاتار کوشش کے زبردست ہاتھ میں رہتی ہے

(۱۳) مال و دولت کی زیادہ الفت سر پر آفت لاتی ہے۔ اس سے دنیا میں ذلت اور عاقبت میں نکبت حاصل ہوتی ہے۔ قارون کی حالت اس بات کی صداقت کی روشن دلیل ہے۔

(۱۴) اللہ پر بھروسہ کرنے کے لیئے یہ آیت کافی ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا نہیں کوئی جاندار زمین پر چلنے والا مگر اللہ پر اسکی روزی ہے وہ ذمہ دار ہے۔

(۱۵) شادی زندگی کا آخری سکول ہے۔ وہ ہماری تعلیم کو پورا کردیتی ہے۔ اگر ہم اُس کا دیا ہوا سبق یاد کرلیں تو ہمیں خوشی و خرمی کا انعام دیتی ہے اگر ہم اُس سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں تو ہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔

(۱۶) جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو اسکی دو خصلتیں ہو جاتی ہیں ایک حرصِ مال دوسرے حرصِ زیادہ جینے کی

(۱۷) دشمن جو تمہارا عیب گو ہے وہ تمہارے سچے دوست سے بہتر ہے۔

(۱۸) چار چیز کا آنا ناممکن ہے۔ کہی ہوئی بات۔ کیا ہوا کام۔ چھٹا ہوا تیر۔ گذری ہوئی عمر۔
(مصرع) اُمید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید ؛

(۱۹) خدا کو حاضر و ناظر خیال کرو اور اُسکی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دو۔

(۲۰) صداقت ایمان کی جڑ ہے ہر ایک کام میں اس کا لحاظ رکھو۔

(۲۱) ہمیشہ وقت کی قدر کرو اور ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دو۔

(۲۲) رستہ چلنے میں آگے پیچھے اور دائیں بائیں بے موجب نہ دیکھتے جاؤ اپنی آنکھوں کو حیا سے جھکائے رکھو

(۲۳) سونا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ کھانا۔ پینا۔ بولنا وغیرہ سب بڑی احتیاط سے چاہیئے۔

(۲۴) تقلید کرنا چاہتے ہو تو کسی نیک کام میں کرو۔

(۲۵) جو کام جلدی میں کیا جاتا ہے اکثر اُس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔

(۲۶) دنیا میں رہ کر پابند صداقت ہونا خالص فقر ہے۔

(۲۷) غفلت کل بد انتظامیوں کی جڑ ہے۔ حضرت عیسیٰ کو خطاب آیا تھا کہ اے مریم کے بیٹے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر جب تو خود نصیحت قبول کرے تو دوسروں کو کر۔ ورنہ مجھ سے حیا کر۔

(۲۸) جو اپنی طبیعت پر قادر ہے وہی بہادر ہے۔ توبہ نصوح وہ ہے کہ پھر افعال بد کی طرف نجاوے۔

(۲۹) عبادت جو لوگوں کے دکھانے کے لئے کیجاتی ہے وہ ریاکاری ہے اِس سے نکرنی ہی بہتر ہے۔ (ریا کا ذکر ہماری کتاب آثار سعید میں دیکھو)

(۳۰) اصل نیکی وہ ہے جو دائیں ہاتھ سے کیجائے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

(۳۱) کسیکو کچھ دیکر جتلانا نیکی مٹانا ہے۔ (۳۲) مصیبت میں حوصلہ کا امتحان ہوتا ہے۔

(۳۳) تنگ دستی دوستوں کی محبت دیکھنے کا عمدہ معیار ہے۔

(۳۴) قسم کھانے کی عادت نڈالو (۳۵) حدیث میں آیا ہے حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

(۳۶) تم بد نہیں تو نیکوں سے برائی کیوں کرتے ہو (۳۷) بھلے مانس ہو تو تہمت کیجگہ سے کیوں نہیں بچتے
(۳۸) یہ دنیا ایک مسافر خانہ چند روزہ ہے یقیناً اسکو قیام نہیں ہے۔ پس ہمکو چاہئے کہ جہانتک ہم سے
ہو سکے نیکی کریں اور بدی سے دور بھاگیں کیونکہ بہت جلدی اس مسافر خانہ سے کوچ ہوگا اور
جہاں اُس دوسری دنیا میں سب کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملنے والی ہے۔ جانا ہوگا۔
(۳۹) اکثر رسوم بد عورتوں سے نکلی ہیں اور وہ اپنے مردوں کو بھی رسومات کے بارے میں دق
کرتی رہتی ہیں۔ اور بچے جب اپنے بزرگوں کو رسوم بد کرتے دیکھتے ہیں تو وہ بھی انکے نقش قدم پر
چلتے ہیں اور فضول مراسم کی پیروی کرتے ہیں۔ اس طرح رسومات بد تا حشر ختم نہ ہونگی۔ اس لئے محترم
نسواں سے یہ مؤلف عرض پرداز ہے کہ وہ مردوں کو رسومات بد کے روکنے پر مجبور نہ فرمائیں
جس میں خدا و رسول کی صریحاً ناراضگی ہوتی ہے۔ جو خلاف شرع ہیں۔ بعض رسوم بد جو ہماری
روزمرہ کی زندگی میں داخل ہیں اُن میں سوائے بدعت کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور بعض ناواقف
بھی ہیں کہ وہ نہیں جانتے ہیں اور بعض جانتے ہیں کہ ہم غلط رستے پر ہیں اور یہ کہ ہم مورد گناہ ہو رہے
ہیں مگر افسوس کہ ان میں اتنی جرأت نہیں کہ ایکدم رسوم قبیحہ کے چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیں۔ اور
مثال بنکر دکھا دیں۔ یہاں پر بری رسموں کی تفصیل نہیں شمار کیجاتی۔ کیونکہ وہ بکثرت ہیں اور
قریباً ہر حصہ ملک میں جدا جدا ہیں۔ اس لئے ہر فضول رسم کے ترک کرنے کو کہا جاتا ہے اُمید ہے
کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں جلد معدوم ہو جائینگی۔
(۳۹) جھوٹ بری بلا ہے۔ اکثر لوگ جھوٹ بولنا اتنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ انکا کوئی بیان جھوٹ
سے خالی نہیں ہوتا ہے افسوس وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ خالق کے آگے کیا منہ دکھائیں گے وہ
عزیزوں اور ملاقاتیوں کی خوشی کے لئے ایسا سخت گناہ کرتے ہیں اور انکو جھوٹی سچی محبت جتا کر
خوش کرتے ہیں۔ کاش ایسے لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور ایسے خطرناک گناہ سے محفوظ رہنے
کی کوشش کریں۔ خدانخواستہ اگر آپکو جھوٹ کی عادت ہو گئی ہے تو بہت جلد اسکو چھوڑنے کی
کوشش کرو۔ اور جھوٹا آدمی گناہ کے علاوہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے اور یہ عادت دنیا و دین دونوں

جگہ خراب نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ جھوٹ ہی بڑے اور چھوٹے گناہ کی جڑ ہے۔ جھوٹ انسان کو نہ دنیا میں چین لینے دیتا ہے اور نہ مرنے کے بعد راحت نصیب ہونی ہے۔ یارب ہمکو ان بُری خصلتوں سے محفوظ رکھ۔ اور زیادہ جھوٹ کی بابت دیکھنا ہے تو آثار سعید میں بیان دروغ کو دیکھو۔

وعدہ

وعدہ۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اگر کسی کی طرف سے ہمارے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہوا ہوتا بھی ہے توہم اُسکے پورے ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اگر ہم کسی سے کچھ وعدہ کر چکے ہیں تو ضرور وہ بھی ہماری طرح ایفائے وعدہ کے منتظر ہونگے۔ کسی سے جھوٹا وعدہ ہرگز نکرنا چاہیئے۔ وعدہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ ہم اِس وعدہ کو پورا بھی کر سکینگے یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے تو بجائے جھوٹے وعدے کے صاف انکار کردینا بہتر ہے۔ سخی سے شوم بھلا جو تُرت دے جواب۔ ممکن ہے کہ صاف جواب پاکر کوئی ہم سے ناراض ہوجائے۔ لیکن یہ صاف جواب کی ناراضگی جھوٹے وعدے سے کئی وجہ سے بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں دوسرا کچھ اور بندوبست کرسکتا ہے۔ ہمارے بھروسہ پر اپنا کام توخراب نہیں کریگا۔ وعدہ خلاف آدمی بعض دفعہ خود بھی سخت نقصان اُٹھاتا ہے اور بعض دفعہ دوسروں کو نقصان پہنچاکر خواہ مخواہ حیران کرتا ہے اور دوسروں کی نظر میں حقیر ہوجاتا ہے۔ ایسا آدمی اگر پھر سچا وعدہ بھی کرے تب بھی اسکی بات پر یقین نہیں آتا۔

امانت

امانت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا خدا تعالیٰ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والونکی امانتیں اُنکو ادا کردو۔ اور حدیث شریف میں ہے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ جو امین نہیں وہ ایماندار نہیں۔ اور امانت کچھ روپیہ پیسہ ہی پر منحصر نہیں ہے جو صاحب سلطنت ہیں وہ بھی امین ہیں اور حق امانتداری کا حضرت فاروق رضؓ نے خوب ادا کیا ہے۔ **نقل** ہے کہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا اور شہر کے باہر اُترا۔ اسکی خبرگیری و حفاظت کے لئے خود تشریف لائے۔ پہرہ دیتے پھرتے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ اُدھر متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ ایک شیرخوار بچہ ماںکی گود میں رو رہا ہے۔ ماں کو تاکید کی کہ بچہ کو بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اُدھر سے گذرے تو بھی روتا پایا۔ غیظ میں آکر فرمایا کہ تو بڑی بیرحم ماں ہے۔ اُسنے کہا تمکو اصل حقیقت معلوم نہیں خواہ مخواہ

محکوم دق کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ حضرت فاروق رض نے حکم دیا ہے کہ بچہ جب تک دودھ نہ چھوڑے بیت المال سے اسکا وظیفہ نہ مقرر کیا جائے۔ میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور یہ اسوجہ سے روتا ہے۔ حضرت عمر کو رقت ہوئی اور کہا ہائے عمر تو نے کتنے بچوں کو رلایا ہوگا۔ اسی دن منادی کرادی کہ بچے جسدن پیدا ہوں اسی تاریخ سے انکے روزینے مقرر کردیئے جائیں۔

نقل ہے کہ ایک عورت امام اعظم صاحب کی خدمت میں ریشمی کپڑے کے تھان فروخت کرنے آئی اور سو روپیہ قیمت مانگی۔ امام صاحب نے فرمایا یہ کم ہے اُسنے کہا کہ اچھا دو سو سہی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ کم از کم پانسوں کے ہیں۔ عورت سمجھی کہ شاید ہنسی کرتے ہیں۔ لیکن امام صاحب نے فوراً پانسو روپیہ نکالکر حوالہ کردیئے۔ (یہ بھے امین)

بخل براہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جسکو حق تعالیٰ بخل سے بچائے وہ نیک نصیب ہے **نقل** ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے سوال کیا۔ آپنے کچھ دیا اُسنے بائیں ہاتھ سے لیا۔ آپنے فرمایا داہنے ہاتھ سے کیوں نہ لیا۔ وہ بولی کہ اے بی بی میری ماں بہت بخیل تھی اور باپ بڑا سخی۔ جب دونوں مرگئے میں نے ایکبار خواب دیکھا کہ قیامت ہوئی ہے میری ماں شدتِ پیاس سے چلاتی ہے اور باپ حوضِ کوثر پر کھڑا ہوا پیاسوں کو پانی پلاتا ہے۔ میں نے بسبب محبت کے ایک پیالہ پانی کا باپ سے مانگ کر ماں کو دیا۔ اتنے میں ایک آواز آئی کہ جسنے اِس عورت کو پانی دیا ہے ہاتھ اُس کا خشک ہو جب نیند سے چونکی ہاتھ خشک تھا۔

بدگمانی اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ - وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا۔ تحقیق بعض گمان گناہ ہے اور مت جاسوسی کرو اور نہ غیبت کریں بعض تمہارے بعض کی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ مسلمانوں تم گوں کی نسبت بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک گناہ ہیں **نقل** ہے حضرت عمر رض ایک شخص پر گذرے کہ وہ سر راہ ایک عورت سے باتیں کر رہا تھا۔ پس اُٹھایا حضرت عمر رض نے اُسپر درہ اُس نے کہا یا امیر المومنین یہ میری بیوی ہے۔ فرمایا کیوں نہ ایسی جگہ باتیں کیں تو نے کہ کوئی دیکھتا اور گمان بد نہ لیجاتا۔

بخل

بدگمانی

حدیث میں ہے جو شخص مومنین کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اُسپر جنت کی خوشبو حرام کریگا۔ بدگمانی حرام ہے کیونکہ رسول اللہ کو حکم ہے ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِيْنَ حَسَنًا ایمان والوں کے ساتھ نیک گمان کرو۔

احسان اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ حکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ انصاف کا اور احسان کرنیکا **حکایت** کسی زمیندار نے اپنے سیر کرنیکے لئے ایک چمن بنایا تھا جہاں اُسکی دل لگی تھی ہمیشہ پھولونکی سیر اور جانوروں کے چہچہے سے دل بہلایا کرتا تھا۔ ایک روز اُس نے جال میں ایک بلبل کو پکڑا اور پنجرے میں بند کرکے گھر میں رکھا۔ بلبل نے کہا مجھے تو نے کس لئے پنجرے میں قید کیا ہے۔ اگر میری خوش آوازی کے سبب سے یہ قید ہے تو میرا گھونسلا خود باغ میں رکھا ہے اور جو کوئی اور باعث ہے تو مجھے اس سے آگاہ کر۔ زمیندار نے کہا تیرے اُچھلنے کودنے اور چونچ اور پنجوں کے صدموں سے اوراق گل منتشر ہوتے تھے میں اُنکے صدمے سہتا تھا۔ اس لئے میں نے تجکو گرفتار کیا ہے۔ بلبل نے کہا تو غور تو کر اسقدر گناہ پر کہ ایک گل کو پریشان کیا ہے قید کیا تو نے (بلبل کی اس حالت زار کو) ڈاکٹر محمد اقبال نے کیا خوب ایک غزل میں نظم کیا ہے اور اُس غزل کو بنت حفیظ اللہ امرتسری نے تضمین کیا ہے ہم اسکو یہاں درج کرتے ہیں:-

احسان

تضمین برترانہ

اے دل کسے سناؤں میں غم بھرا فسانا
رنج و الم سے دل پر لگتا ہے تازیانا
گلشن سے اب قفس میں میرا ہوا ٹھکانا
آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانا
سُلگی ہے جان میری فرقت میں جل گیا جی
چھوٹے سے اک قفس میں اب جو ہوا ہوں بندی
سینے میں سوز غم تو آگ تیر پھونکی
آزادیاں کہاں اب وہ اپنے گھونسلے کی

وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانا
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

پنجرے میں دیکھتا ہوں آزادیاں جہاں کی
سرسبزیاں چمن کی و دید گلستاں کی
آتی ہے یاد مجھکو جب اپنے آشیاں کی
وہ سلسلے سب اُڑنا وہ سیر آسماں کی
کس سے کہوں میں اپنی اب بیکسی کا عالم
کرتا ہوں اپنے ٹوٹے پھوٹے پروں سے ماتم
قسمت دکھا رہی ہے اب مجکو رنج و غم
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم

وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا مل کے گانا
شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منہ دُھلانا

یارب کدھر گئے اب وہ دن مری خوشی کے
گلشن کی سب بہاریں مثل نظر تھیں جیکے
گلشن میں جب تلک میں کرتا تھا چہچہے
بیتوں میں ہنسیوں وہ جھومنا خوشی سے
آنکھوں میں پھر رہی ہے وہ آشیاں کی صورت
آتی ہے یاد دلکو ہوتی ہے سخت وحشت
ڈھونڈوں کہاں کہاں سے آرام عیش و عشرت
وہ پیاری پیاری رت وہ کامنی سی مورت

ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا
آباد جسکے دم سے تھا میرا آشیانا

وحشی بنا رہی ہے رہ رہ کے یاد گھر کی	چڑ کے لگا رہی ہے رہ رہ کے یاد گھر کی
مجلکِ ستا رہی ہے رہ رہ کے یاد گھر کی	دِل تلملا رہی ہے رہ رہ کے یاد گھر کی

تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب و دانا

میرے دل کو ستایا اور پریشان کیا تو تیرا کیا حال ہوگا۔ زمیندار کے دل پر اس بات نے کمال اثر کیا اور اُسکو فوراً چھوڑ دیا۔ بلبل نے اُسکی شکر گذاری پر کہا کہ اس درخت کی جڑ میں ایک آفتابہ اشرفیوں کا بھرا ہوا ہے نکال لے یہ بدلا تیرے احسان کا ہے۔ زمیندار نے اُسکو کھود کے نکال لیا۔ اور کہا تعجب ہے کہ آفتابہ پر زر زیر خاک دیکھا اور زمین کے اُوپر کا جال نظر نہ آیا بلبل نے کہا کہ جب تقدیر برگشتہ ہوتی ہے تو نہ آنکھ روشنی دیتی ہے نہ عقل فائدہ دیتی ہے۔ حکم الٰہی سے کسیکو سرتابی نہیں۔ اور انسان ہوکر احسان کا بدلہ نکرے وہ سخت مذموم ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

انسان کی زندگی قابل قدر ہے اس میں آزادی کہاں؟

یوں تو دنیا کی کوئی شے ایسی نہیں جس سے خداوند تعالیٰ کی نعمت و رحمت کا کوئی پہلو ظاہر نہوتا ہو۔ مگر انسان کی زندگی کیا ہے؟ ایک معرکہ عظیم کا زمانہ ہے جس کا ہر منٹ اور ہر لحظہ ہمارے سامنے ایک نیا فرض پیش کرتا ہے۔ کبھی نیک کام کرنے سے حصول ثواب اور نجاتِ اخروی کا موقعہ ہاتھ آتا ہے۔ اور کبھی شیطان کے بہکانے سے افعالِ ناشائستہ سرزد ہونے ہیں نامہ اعمال سیاہ ہوتا ہے اور ہم عذاب آخرت کے سزاوار ہوتے ہیں۔

دستور الٰہی ٹھیرا ہے کہ ہر کام اور ہر بات کے لئے ایک وقت اور ایک موقعہ ہے۔ پھول ہمیشہ موسم بہار میں کھلتا ہے۔ کھیتی ہمیشہ اپنے وقت پر بوئی جاتی ہے۔ خزاں میں ہمیشہ پت جھڑ ہوتی ہے اسیطرح اگر ہم چاہیں کہ ہماری زندگی اچھے اخلاق اور نیک خصلتوں کے خوشگوار و مزہ دار پھل لائے تو ضرور ہے کہ بچپن کے زمانہ میں سلیقہ شعاری اور شائستہ اطواری کے بیج بوئیں۔ مہندی مثل ہے ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ زندگی میں ہر قسم کی کامیابی کے لئے سب سے ضروری یہ بات ہے

کہ انسان کو بچپن سے اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دیجائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ زمانہ آزادی کا کہلاتا ہے جدہر دیکھو اور جدہر سنو آزادی کا نظارہ اور آزادی کی دہوم ہے۔ بیشک آزادی بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت ہے اور بڑی قدر کے قابل چیز ہے۔ مگر وہ آزادی نہیں جسے ہمارے زمانے کے آزاد منش لوگ پسند کرتے ہیں۔ بلکہ آزادی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں قوتیں نیک کاموں کے کرنے کے لئے دی ہیں انکے استعمال میں کوئی روک ٹوک نہ ہو اور ہم انہیں استعمال کریں۔ مگر غور کیجئے تو یہ آزادی ہی کیا ہے یہ تو انسانی زندگی کا وہ مقام ہے جہاں سے عین پابندیاں شروع ہوتی ہیں اور جب ہر قوم پر پابندیاں ہوئیں تو آزادی کہاں؟ زندگی اور انسانی معاشرت کی ہر شاخ میں جہاں چاہو آنکھیں کھولکر دیکھو سوائے پابندی کے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ملازمت سرکاری پیشہ وری۔ دینداری۔ فوجی خدمات۔ غرضکہ دنیا کے ہر کام و ہر مرحلہ پر نظر ڈالو جدہر دیکھوگے قانونوں اور پابندیوں کے مجموعے پاؤگے۔ دنیا میں جتنی آزاد قومیں ہیں انہیں کے ذمے زیادہ پابندیاں ہیں۔ ہاں اگر انسان دنیا سے بالکل کنارہ کش ہو جائے اور اس سے کچھ واسطہ نہ رکھے تب بھی آزاد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اسپر اپنے پیدا کنندہ کے حق ہیں۔ ماں باپ کے حق ہیں بادشاہ وقت کی حکمبرداری ہے۔ پس ہمیں پابندی کے نام سے ڈرنا اور آزادی کی فرضی خوشی پر پھولنا عبث ہے جسے کمال انسانی کہتے ہیں وہ پابندیوں ہی کا نام ہے۔

نظم سعدی کا منظوم ترجمہ۔ انتخاب لاجواب ہے

کنج لحد میں تجکو سالوں پڑا سونا	کھانیکو جسم تیرا واں مار مور ہونگے	دنیا کے باغ میں تو مانا کہ شکل گل ہے	جنگل میں قبر ہوگی اور سینہ چار ہونگے
کچھ فائدہ نہ ہوگا یارونکی یاد ہی سے	اعمال نیک تیرے ہونگے تو یار ہونگے	یاں کے سوار اکثر واں پر پیادہ ہونگے	اور جو پیادہ ہیں یاں سجا سوار ہونگے
اُس جا امیر ہونگے اکثر امیر یاں کے	وہ جو امیر ہیں یاں واں شہریار ہونگے	اس جا امام ہیں جو اور پیشوا یہاں ہیں	میدان حشر میں وہ خود شرمسار ہونگے
معلوم ہے قیامت پر تم ہو بس سے غافل	غفلت کی نیند سوئے اور سخت خوار ہونگے	مصروف ہو گناہ میں اور مانگتے ہو جنت	جنت میں جانیوالے پرہیزگار ہونگے
باطل سے باز آؤ اچھی ہے حق پرستی	جو حق پرست ہیں یاں اُن صاحب وقار ہونگے	اُس جا حساب سب کا ساری ہو اُنکا	اور نیک کام بھی سب اُس جا شمار ہونگے
	ساقی چلے گئے ہیں تم بھی کرو تیاری	سعدی سخن تمہارے اب یادگار ہونگے	

اخلاقی غزل

نہ کرے ذکر جو نیکی کوئی انسان کرے
بھولجائے جو کسی شخص پہ احسان کرے

کبھی ذلت میں بھی انسان نہ ہارے ہمت
ہے یہ وہ چیز کہ دشوار کو آسان کرے

ہو اگر بس میں تو ہر ایک کو راحت پہنچائے
نہ ستایگا کسی کو بھی نہ پریشان کرے

ذرہ بھر بھی نہیں ملتا ہے تقدیر سے سوا
آدمی کوئی تمنا کرے ارمان کرے

جتنا تقدیر میں لکھا ہے وہ ملجائیگا
فکر میں جان کو پھر کیوں بھلا ہلکان کرے

آدمی قہر سے اللہ کے ہر وقت ڈرے
شکر اللہ کی نعمت کا ہر آن کرے

جو برا ہو اسے چھوڑے جو بھلا ہو سو لے
چاہئیے یہ کہ بد و نیک میں پہچان کرے

چھوڑ جائیگا یہیں دولت و حشمت انسان
آخرت کے لئے بھی تو کوئی سامان کرے

وقت کی
میں جو کہتا ہوں وہ ہیں سب بھلے کی باتیں
ہوں اگر ہوش تو ہر شخص ادھر کان کرے
قدر کرو

تاش شطرنج چوسر پچیسی وغیرہ

جو لوگ وقت گذارنے کے لئے کوئی کھیل کو نکال لیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں وقت وہ چیز ہے جس سے ہماری زندگیاں اور عمر بنی ہے اور وقت کا ضائع کرنا عمر کا ضائع کرنا ہے۔ جنھوں نے وقت کی کفایت شعاری سیکھی انھوں نے عمر کی درازی کا گر معلوم کر لیا۔ بہت سا کام بعض اشخاص تھوڑے وقت میں کر ڈالتے ہیں بعض بہت دیر میں حالانکہ وقت دونوں کے پاس وہی تھا اگر بڑے بڑے نامور اور مشہور شخصوں کی سوانحعمری کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہ وقت کے بڑے قدردان تھے اور منٹ منٹ کی قدر کرتے تھے۔ وقت بچانیکا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کام چستی و تیزی کے ساتھ کیا جائے لیکن یاد رہے چستی اور جلدبازی میں بھی فرق ہے۔ جلدی سے کام خراب ہوتا ہے۔ کام کو رنگ رنگ کے نکرے۔ جو کام کرنا ہو اسکو پہلے اچھے طریقے پر کرنا سیکھے اور پھر اس بات کی مشق کرے کہ اسکے بخوبی پورا کرنے میں جہانتک ممکن ہو کم وقت لگے اور بہت سے مختلف کام ایک ساتھ نکرنے چاہئیں۔ جب ایک کام کر لو جھٹ دوسرا شروع کرو۔ ایک طریقہ وقت بچانیکا یہ بھی ہے کہ تمام چیزیں اپنی اپنی جگہ رکھی جائیں تاکہ وقت ڈھونڈنے میں ضائع نہو۔ اگر تم کام کی چیزوں کو خراب کروگے تو اپنا وقت ضائع کروگے۔ کام کے وقت کھیل کا خیال نکرو۔ جو لوگ وقت بیکار ضائع کرتے ہیں اُن سے فرائض بھی ادا نہیں ہوتے اسے سعید اسلام میں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہیں مثلاً اوقاتِ نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ۔ جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ ضرور پچھتاتے

ہیں مثل مشہور ہے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ٭ سدا او ورد و را دکھاتا نہیں ٭ پھر کیا ہوئے جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت **حکایت** کسی بادشاہ نے ایک لشکر سپاہیوں کا کسی ملک کے فتح کرنے کو روانہ کیا وہ بعد مدت کے فتح کرکے واپس آیا اور شاہ کو اسکی خبر دی تو اُسکے کہا کہ اُمید بستہ برآمد و لے چہ فائدہ زانکہ ٭ اُمید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید ٭ اور محنت اور کوشش بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ نہ عزت اور شہرت حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک کو سخت محنت اور کوشش کے بعد رتبہ حاصل ہوا ہے سو نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا ٭ ہم لوگوں کی پستی کا سبب تضیع اوقات اور کاہلی ہے۔ عقلمند ہرگز یہ پسند نکریگا کہ وہ تمام دن ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا رہے۔ آرام طلبی ہمارے دل و دماغ کے حق میں زہر کی خاصیت رکھتی ہے۔ یہ تمام عیبوں اور بُرائیوں کی جڑ ہے۔ یاد رکھو وقت جاکر واپس آنیوالی چیز نہیں اسلئے اُسکی قدر کرو اُسے بیکار نجانے دو ورنہ پچھتاؤ گے اور پھر کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ اپنے ہر کام کیواسطے مناسب وقت اور ہر شے کے لئے قرینے کی جگہ مقرر رکھو

پابندی وقت۔ پابندی وقت اگرچہ درحقیقت آسان کام ہے لیکن ہمارے لئے ذرا مشکل ہے کیونکہ ہم لوگوں کو اول دن سے وقت کی پابندی کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ اور نہ ہم لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو اسکی نصیحت کرتے ہیں۔ اگر ہم ذرا طبیعت پر زور دیں اور ہماری عادت وقت پر کام کرنے کی ہوجائے تو ضرور جتنے ہمارے کام بگڑے رہتے ہیں سنبھل جائیں۔ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ جب دوسرے کے یہاں جاتے ہیں تو بے خبر اور سب باتوں سے بالکل بےفکر ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور اسی طرح دوسرے کو اپنے یہاں پکڑ کر زبردستی بٹھا لیتے ہیں جس سے اپنا بھی کام خراب ہو اور دوسرے کا بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر اپنا جانا کسی کے یہاں ہو اور وہ روکے تو دو ایک دفعہ میں اُن سے نرمی سے سمجھا کر کہدینا چاہیے کہ مجھے گھر پر فلاں فلاں کام کی ضرورت ہے اور بغیر میرے جائے وہ نہیں ہوسکتے زندگی بخیر ہے تو جلد ملونگا۔ ایسے وقت میں ضرور سچ بولنا چاہیئے اور لحاظ نکرنا چاہیئے۔ یوروپین جب کہیں ملنے جاتے ہیں تو اپنا ایک منٹ بھی ضائع

نہیں کرتے اور برابر وقت پر چلے جاتے ہیں۔ اُس وقت میں گھڑی گھنٹہ کا بہت رواج ہے اسوقت بھی اگر پابندی نہ ہو تو جائے شرم ہے۔ ہر ایک کو لازم ہے کہ ایک دستور العمل بنا لینا چاہئیے۔ کہ اس وقت اُٹھے اس وقت سوئے۔ اِس وقت صبح کا کھانا۔ اِس وقت شام کا۔ اِس وقت پڑھنا۔ اسوقت فلاں کام۔ اسوقت فلاں کام۔ مہینہ دو مہینہ کرنے سے سب آسان ہو جاتا ہے

صحبت کا اثر۔ ماں باپ کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بُری صحبت کی آنچ سے بچائیں۔ صحبت اچھی ہو یا بُری اس کا اثر بہت جلد پڑتا ہے۔ اگر بچے کو صحبت اچھی ہے تو اُس کا اثر اچھا اگر بُری ہے تو بُرا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎ صحبت صالح ترا صالح کند ٭ صحبت طالح ترا طالح کند ؎ اچھی صحبت بیٹھے چابے ناگر پان ٭ بُری صحبت بیٹھے کٹاوے ناک کان ٭ اور یہی وجہ ہے کہ آجکل جس گروہ نے اچھی صحبت اختیار کی اُسکو دنیا میں ترقی ہوئی۔ اور جس نے بری صحبت اختیار کی اُس کا سر ہمیشہ نیچا رہا۔ بچپن کا زمانہ بھی ایک عجیب زمانہ ہے۔ اِس سے بڑھکر انسان کی زندگی کا اور کوئی زمانہ نہیں۔ بادشاہ کو سلطنت اور رعایا کی فکر سے کب فرصت ملتی ہے۔ رات ہو یا دن سلطنتی امور میں دماغ پریشان رہتا ہے۔ لیکن بچوں کو تو یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ کب صبح ہوئی اور کب شام اور دن نے کیا لطف دکھایا۔ بیس گھنٹے کی رات ہو یا چوبیس گھنٹے کا دن وہ سب میں خوش۔ غرض کہ انکی دنیا ہی ایک نرالی دنیا ہوتی ہے جس میں نہ انکو وقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور نہ آگ پانی سے ڈر وہ ہمہ تن اس میں مشغول رہتے ہیں ٭

بچپن کا زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں تخم شرافت اور اخلاق کا بویا جا سکتا ہے۔ چار پانچ سال کا بچہ جس آسانی سے سکتا ہے وہ بارہ برس کا لڑکا یا لڑکی نہیں سیکھ سکتی۔ بچپن میں حافظہ اُبھار رہتا ہے اور جیسے جیسے بچہ بڑھتا ہے ذہانت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ اِس وقت میں جو کچھ سکھایا جاویگا وہ دماغ میں کالحجر ہو جائیگا۔ بچپن کا زمانہ مثل ایک شیشہ کے ہے جو کچھ اس وقت اِس شیشے میں دکھلایا جاویگا وہی بچے کی آئندہ زندگی میں مثل ایک ستارہ کے مودار ہوگا۔ ماں باپ کا اثر بچوں میں زیادہ تر اور بہت پڑتا ہے کیونکہ انکو ایک اچھا خاصہ زمانہ انکی صحبت میں گذارنا پڑتا ہے

اخلاق کا سبق انہیں سے سیکھتے ہیں۔ خاصکر لڑکی کو ماں سے زیادہ تعلق رہتا ہے جسپر ماں کی باتوں کا بہت جلد اثر پڑتا ہے۔ گھر میں جو کچھ ماں کرتی ہے وہ اسکو دیکھتی ہے اور ویسی ہی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ بعض والدین بچوں کے چال چلن پر کم توجہ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بچپن کا زمانہ کھیلنے کودنے کا ہے انکو کسی بُری بات سے منع کرنا فضول۔ اول تو یہ سنتے ہی نہیں دوسرے انکو اسقدر سمجھ ہی نہیں کہ وہ بُرے بھلے کی تمیز کرسکیں۔ بہت انہوں نے تیر مارا تو لڑکے کو سکول میں داخل کردیا۔ اور لڑکی ہوئی تو خود پڑھایا۔ یا اُستانی گھر پر رکھ لی۔ یا بچیوں کے مدرسہ میں داخل کردیا پھر اُنکے حال سے ذرا خبر نہیں کہ وہ کیسے بچوں یا بچیوں سے کھیلتے ہیں۔ انکے حرکات و سکنات کی خبر نہیں یہ انکا قصور ہے۔ یہ تو موم کی ناک ہیں جدھر موڑو مڑ جائے۔ یا گیلی لکڑی کی مانند اگر ماں باپ انکو بُری صحبت سے نہ بچائیں گے تو ان میں وہ سب بُرائیاں پائی جاوینگی جو شریر بچوں اور بچیوں میں پائی جاتی ہیں پھر آگے چلکر جس کا تدارک مشکل ہوگا۔

ضد کا پورا کرنا عمر بھر کے لئے خراب کرتا ہے۔ بچپن کا زمانہ حقیقت میں وہ زمانہ ہے جس میں انسان کی عادات اور خصائل دنیا کے سانچے میں ڈھلکر تیار ہوتی ہیں۔ انگلستان کے ایک بہت بڑے فلاسفر شاعرہ تو یہ کہہ گئی ہے۔ مجھ سے اگر پوچھئے تو میں یہ کہونگی کہ بچہ جسوقت عالم ارواح سے عالم آب و گل میں آتا ہے تو محبت اور ممتا کی دیوی یعنی اپنی ماں کی محبت ازل سے ساتھ لیکر آتا ہے۔ قبل اسکے کہ یہ غنچہ باغ عالم میں نمودار ہو باغبان ازل اپنے ید قدرت سے اس ننھی کلی میں ماں کی محبت کا بیج بو دیتا ہے جو اس کلی کے کھلنے کے ساتھ دنیا میں آکر پھوٹتا ہے اور جسکے پودے کی سچائی اور نشو ونما پھول کی تیاری اور شادابی پر منحصر ہے۔ اس گل تازہ اور ثمر نورس کی نگہداشت کے لئے جو ایک مضغۂ گوشت سے ہرگز زیادہ نہیں ضعیف اور لا یعقل نادان و جاہل ضعف اتنا کہ نقل و حرکت پر قادر نہیں۔ نادان ایسا کہ خویش و بیگانہ کا امتیاز نہیں۔ پروردگار بہت سے خدمتگذار مامور فرما دیتا ہے لیکن چونکہ بچے کے دل میں ماں کی محبت کا میوہ دار درخت لگا ہوتا ہے اسلئے اُسکی خدمت گذاری کا بھی سب سے بڑا حق اسی شمع افروز بزم محبت کو حاصل ہوتا ہے۔ جو نو مہینے پیٹ میں رکھ کر عالم وجود میں لاتی ہے انکا

باعث ہوئی ہے دو یا پونے دو سال تک کہ دودھ بڑھائی کی رسم جبتک نہیں ہو جاتی بچہ آغوش مادر میں اُن کے
خون اور پسینے سے پرورش پاتا ہے اور اُسکی ہر ہر رگ و پے میں ماں کی بُو باس سرایت کرتی رہتی ہے
بچہ جبتک کہ اچھے طور سے سن تمیز کو نہ پہنچ جائے اُس وقت تک جس درجے دلی اُنس اُسکو ماں سے
ہوتا ہے کسی فرد بشر سے نہیں ہوتا یہی زمانہ ہے جس میں ماں کی مامتا بچہ کو ضد کرنے کا بڑا سبق
پڑھاتی ہے اور از بر کرا دیتی ہے جو اِسکی تمام عمر کے پُر فضا میدان کو کلفت کے گرد و غبار۔ آندھیوں کے
طوفان اور بادِ سموم کے تیز جھونکوں سے برباد کر دیتا ہے۔ اِدھر بچہ رویا اور ماں نے فوراً اسکی ضد پوری کر دی
لاڈ اور پیار میں یا محبت کے انتہا جوش میں آکر بچوں کی ضدیں پوری کر دینا اِسی کا نام ہے۔ رفتہ رفتہ
یہی عادت انسان کے خمیر میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر تمام عمر چھلی کے بھوت کی طرح پیچھا نہیں چھوڑتی
بزرگ اور سن رسیدہ آدمی میں یہ عادت اِس درجہ بدنما معلوم ہوتی ہے جیسے زربفت کی قبا میں چھینٹ کا
حاشیہ۔ ضدی آدمی میں بحث کرنے کی بُری عادت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ان دونوں کا چولی
دامن کا ساتھ ہے۔ رشتے میں تو ہے بزرگ۔ مثلاً بڑی بہن۔ چچی۔ پھوپھی۔ خالہ یا ممانی۔ لیکن ٹانگ
برابر چھوکروں سے ضد کرتی اور برابر کھڑی ہو کر لڑتی ہیں۔ ادھر ذرا بھی بات مزاج کے خلاف ہوئی گویا
کہ باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ آؤں تو پھر جاؤں کہاں؟ بے پیسے کوڑی کا ناچ ہونے لگا۔ اے سبحان اللہ
کیا خوب تہذیب اور بزرگی ہے اور اخلاقی حالت ہے۔ یہ سب بچپن کی تعلیم کا قصور ہے۔ بزرگی کی جڑ ادب سے
مستحکم ہوتی ہے۔ اور جب عقل و ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں سہ گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی؎
اِس سے کیا فائدہ۔ میں اپنے معزز ناظرین کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اِس اہم مسئلہ پر غور
فرمائیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ضد کی بدترین عادت بچوں میں پیدا نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اُسی زمانہ
میں دور کر دیجائے۔ بعض مستورات بال بچہ دار ہو جاتی ہیں مگر ضد کا حال انکا نہیں جاتا ہے۔ ہاں یہ بات
ضرور ہے کہ اُنکی ناز برداریں پھر وہ شوخیاں کرتی ہیں سہ تمامی عمر تو غفلت میں سویا ٭ ہمارا کیا کیا اپنا ہی کھویا ٭ ضد
کے معنی ہٹ کے ہیں کہ اپنی رائے کے آگے کسیکی بات نہ مانے جیسا کہ نمرود نے کیا ہر چند ابراہیم سمجھاتے رہے پر اسکی تباہی ٭
نقل ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کو حکم الٰہی ہوا کہ نمرود کے پاس جا اور اُسکو مع لشکر میری طرف بلا۔ حضرت ابراہیم ؑ
نے بحکم خدا زمین بابل میں جا کر نمرود مردود سے کہا کہ اے نمرود کہہ۔ لا الٰہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ

باعث ہوئی ہے دو یا پونے دو سال تک کہ دودھ بڑھائی کی رسم جبتک نہیں ہو جاتی بچہ آغوش مادر میں ماں کے خون اور پسینے سے پرورش پاتا ہے اور اسکی ہر ہر رگ و پے میں ماں کی بُو باس سرایت کرتی رہتی ہے بچہ جبتک کہ اچھے طور سے سن تمیز کو نہ پہنچ جائے اُس وقت تک جس درجے ولی اُنس اُسکو ماں سے ہوتا ہے کسی فرد بشر سے نہیں ہوتا۔ یہی زمانہ ہے جس میں ماں کی مامتا بچہ کو ضد کرنے کا بڑا سبق پڑھاتی ہے اور از بر کرا دیتی ہے جو اسکی تمام عمر کے پُرفضا میدان کو کلفت کے گرد و غبار۔ آندھیوں کے طوفان اور بادِ سموم کے تیز جھونکوں سے برباد کر دیتا ہے۔ اِدھر بچہ رویا اور ماں نے فوراً اسکی ضد پوری کر دی لاڈ او رپیار میں یا محبت کے انتہا جوش میں آکر بچوں کی ضدیں پوری کر دینا اِسی کا نام ہے۔ رفتہ رفتہ یہی عادت انسان کے خمیر میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر تمام عمر ہولی کے بھوت کی طرح پیچھا نہیں چھوڑتی بزرگ اور سن رسیدہ آدمی میں یہ عادت اِس درجہ بدنما معلوم ہوتی ہے جیسے زربفت کی قبا میں چھینٹ کا حاشیہ۔ ضدی آدمی میں بحث کرنے کی بُری عادت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ رشتے میں تو ہے بزرگ۔ مثلاً بڑی بہن۔ چچی۔ پھوپھی۔ خالہ یا ممانی۔ لیکن ٹانگ برابر چھوکروں سے ضد کرتی اور برابر کھڑی ہو کر لڑتی ہیں۔ ادھر ذرا بھی بات مزاج کے خلاف ہوئی گویا کہ باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ آؤں تو پھر جاؤں کہاں؟ بے پیسے کوڑی کا ناچ ہونے لگا۔ اے سبحان اللہ کیا خوب تہذیب اور بزرگی ہے اور اخلاقی حالت ہے۔ یہ سب بچپن کی تعلیم کا قصور ہے۔ بزرگی کی جڑ ادب سے مستحکم ہوتی ہے۔ اور جب عقل و ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں ؎ گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی؟

اِس سے کیا فائدہ۔ میں اپنے معزز ناظرین کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اِس اہم مسئلہ پر غور فرمائیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ضد کی بدترین عادت بچوں میں پیدا نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اُسی زمانہ میں دور کر دیجائے۔ بعض مستورات بال بچہ دار ہو جاتی ہیں مگر ضد کا مادہ انکا نہیں جاتا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اُنکی ناز بردار ہیں جبھی وہ شوخیاں کرتی ہیں ؎ تمامی عمر تو غفلت میں سویا ، ہمارا کیا کیا اپنا ہی کھویا ۔ ضد کے معنی ہٹ کے ہیں کہ اپنی رائے کے آگے کسی کی بات نہ مانے جیسا کہ نمرود نے کیا ہر چند ابراہیم سمجھاتے رہے پر اسکی نہ مانی ؟

نقل ہے کہ حضرت ابراہیم ع کو حکم الٰہی ہوا کہ نمرود کے پاس جا اور اُسکو مع لشکر میری طرف بلا۔ حضرت ابراہیم ع نے بحکم خدا زمین بابل میں جا کر نمرود مردود سے کہا کہ اے نمرود کہہ۔ لا الٰہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ

نمرود نے کہا اے ابراہیم تیرے خدا سے مجھے کچھ حاجت نہیں ہے۔ دیکھ مملکت آسمان کی تیرے خدا سے
چھینے لیتا ہوں حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے لعین تو آسمان پر کس طرح جائیگا۔ اُسنے کہا کہ میں اسکی تدبیر
کرونگا۔ پھر اُس ملعون نے حکم دیا کہ چار گدھ پالے جائیں۔ جب وہ چاروں برضائے خدا اونٹ کے برابر
ہوئے تب ایک تابوت بنایا اور اس فکر میں تھا کہ اب کیا کیجے۔ ابلیس ملعون اُسکے ہمنشینوں میں آ بیٹھا
اور اُسنے کہا کہ تابوت کے چاروں کناروں میں چاروں گدھوں کو باندھ دو کہ وہ گوشت کھانے کا
قصد کرینگے تب تجکو آسمان کیطرف لے اُڑینگے۔ نمرود نے موافق کہنے ابلیس کے عمل کیا۔ مختصر یہ کہ جب
وہ بہت اونچا ہوگیا تو ایک تیر نکالکر آسمان کیطرف چلایا۔ اُس بے نیاز نے اُسکے تیر کو اُسکی نظر کے سامنے
پھکلوا دیا۔ اب کیا تھا یہ سمجھا کہ آسمان والے کو مار لیا۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے مردود میرے خدا کو کون مار سکتا
ہے۔ وہ خالق اور سب مخلوق۔ پھر اُس لعین نے کہا کہ اے ابراہیم تیرے خدا کا لشکر کسقدر ہوگا۔ اُسکے لشکر کو
بھی مار ڈالونگا حضرت نے فرمایا کہ اُسکے لشکر کو کوئی نہیں جانتا۔ پھر نمرود مردود نے کہا کہ میں اپنا لشکر جمع
کرتا ہوں تو بھی اپنے خدا کا لشکر جمع کر تا کہ میرے ساتھ مقابلہ ہو حضرت نے فرمایا کہ تو اپنا لشکر جمع کر میرا خدا
ایک آن میں جمع کر دیگا۔ پھر نمرود نے مشرق و مغرب روم و ترکستان و ہندوستان تمام ملک سے اپنا
لشکر لاکر جمع کیا۔ چنانچہ نو کوس تک اُسکے لشکر کی چھاؤنی پڑی۔ سات سال تک اِس خیال باطل میں رہا۔
حضرت ابراہیم سمجھاتے رہے کہ خدا کو ایک جان۔ میری رسالت پر ایمان لا۔ وہ نہ مانا۔ تب آپنے کہا اے خدا یہ
تیرے ساتھ مقابلہ کیا چاہتا ہے تو اسکو ہلاک کر۔ نمرود نے کہا حضرت ابراہیم سے کہ تیرے خدا کو طاقت ہے۔ تو
کہدے کہ دنیا کی بادشاہت ہم سے چھین لے اور میری فوج سے مقابلہ کرے حضرت ابراہیم نے دعا کی حکم
آیا کہ کیا تو چاہتا ہے کہا کہ تیری مخلوقات میں سے مچھر سب سے زیادہ ضعیف جانور ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آکر
اِن سب کو ہلاک کریں۔ چنانچہ سات لاکھ مچھروں کو حکم ہوا کہ سات لاکھ کے لئے وہ ایک ایک مچھر ہو جاوے
اور جناب باری کا حکم ہوا کہ اے مچھروں میں نے تمہاری خوراک نمرود کے لشکر کو کر دیا تم ان سب کو کھا جاو۔ حضرت
ابراہیم نے نمرود سے جاکر کہا کہ اے نمرود دیکھ میرے خدا کی فوج آپہنچی۔ نمرود نے دیکھا کہ ابر سیاہ کی مانند ہوا
پر کچھ چلا آتا ہے۔ تب اُس لعین نے اپنے لشکر کو کہا۔ ہاں ہوشیار ہو جاؤ۔ علم کھڑا کرو اور نقارہ بجاؤ آہو کے

حکم کی تعمیل کی۔ کہتے ہیں کہ شور و غلغلہ نمرود کے لشکر سے زمین بابل میں زلزلہ پڑ گیا۔ جب فوج خداوندی
پہنچی شور و غل آدمیوں کا مچھروں کی آوازوں سے کم ہوگیا اور آواز نقارہ کی نہیں سنائی دیتی تھی
مچھروں کی آوازوں سے تمام بابل کی سرزمین گونج رہی تھی۔ حکم خدا سے ہر سوار کے سر پر ایک مچھر
بیٹھ گیا۔ اور اپنی سونڈ انکے سروں میں جماکر گوشت پوست ہڈی اور مغز سوار سمیت کھا گئے اور
خدا کے فضل سے ایک مچھر کو بھی کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچا۔ یہانتک کہ لشکر گاہ نمرود میں ایک آدمی
بھی باقی نرہا۔ اور ایک مچھر کانا اور لنگڑا تھا۔ اس مردود کے زانو پر جا بیٹھا۔ اسے دیکھ کر نمرود نے
اپنی زوجہ سے کہا کہ اسی طرح کے جانور آکر ہمارے لشکر کو کھا گئے۔ اور اگرچہ یہ جانور نہایت حقیر
و ناچیز تھے پھر بھی ہم ایک بھی نہ مار سکے۔ یہ کہکر چاہا کہ اسکو پکڑے فی النور وہ مچھر اس مردود کی ناک
میں گھس گیا اور دماغ میں پہنچکر مغز کھانے لگا۔ وہ مردود اس عذاب میں گرفتار رہا جس کا علاج
نہ ہوسکا۔ چالیس شب و روز اسی طرح گذرے جب اس کا کوئی دوست یا نوکر جا کر اسکے سر پر کفش
کاری کرتا تو اسکے صدمہ سے مچھر مغز میں کچھ دم لیتا۔ اسوقت نمرود کو ذرا آرام ہوتا۔ پس چالیس
روز کے بعد حضرت ابراہیم پر وحی آئی کہ اے ابراہیم تو نمرود کے پاس جا اور اسکو میری طرف بلا۔ حضرت
ابراہیم اسکے پاس گئے اور کہا کہ اے نمرود کہہ لا الہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ۔ نمرود نے کہا کہ وہ اور تو
کون ہے کہ میں اسکی وحدانیت پر اور تیری رسالت پر گواہی دوں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اگر تیرے گھر کی
سب چیزیں گواہی دیں کہ خدا ایک ہی ہے اور میں اس کا رسول ہوں تو ایمان لائیگا۔ کہا ہاں البتہ۔
پس تمام چھت اور فرش اور آلات و اثاث البیت نے بآواز بلند بزبان فصیح کہا ل لا الہ الا اللہ الملک
المبین و ابراہیم رسول رب العلمین۔ تب نمرود نے حکم دیا کہ تمام اسباب جلاکر دریا میں ڈالدو یہ ضدی
اپنی ہی ضد پر قائم رہا۔ چنانچہ جلاکر سب اسباب دریا میں ڈالدیا گیا۔ پھر نمرود نے کہا کہ اب کون یہ کلمہ
بولیگا کہ خدا ایک ہے اور تو اس کا رسول برحق ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ تمام در و دیوار اور مکانات اور
اسکی سب چیزیں شہادت دینگی۔ چنانچہ سب چیزوں نے بآواز بلند لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْمُبِيْنُ وَ اِبْرَاهِيْمُ
رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ نمرود ضدی نے ان دیواروں وغیرہ کو کھدواکر جلا دیا اور ابراہیم سے کہا کہ اب

کون بولیگا۔حضرت ابراہیم نے کہا کہ تیرے بدن کی پوشاک شہادت دیگی۔چنانچہ اُسکے کپڑوں نے بھی گواہی دی۔اُسنے کپڑوں کو اُتار کر جلوا دیا اور حضرت ابراہیم سے کہا کہ اب کون گواہی دیگا پھر حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے کہ ای ابراہیم بہت سے کفار دم مرگ خدا کی وحدانیت کے قائل ہوئے مگر یہ ضدی مردہ دہے ہرگز ایمان نہ لائیگا۔اور قیامت تک اسپر عذاب شدید رہیگا۔اب اس مردود کی اجل آگئی اور اسکی حیات باقی نہیں رہی۔جسوقت وہ مچھر اس کا مغز کھا کر ناک کی راہ سے نکلکر چلا جائیگا اُسوقت یہ مردود مر جائیگا۔یہ کہکر حضرت جبرئیل چلے گئے۔پس جس وقت مچھر اُسکی ناک کی راہ سے نکلکر چلا گیا وہ فوراً مر گیا اور داخل جہنم ہوا۔ایسی بھی ہٹ دھرمی کس کام کی۔جس نے ضد کو حد سے پہنچا دیا۔پناہ اللہ کی۔

موت

اے مرگ تیرے رنج سے دنیا نڈھال ہے	پھیلا ہوا ہر ایک طرف تیرا جال ہے
تیرے طفیل پیر و جواں پُر ملال ہے	صید افگنی میں تجکو یہاں تک کمال ہے
تیرے شکار ہیں یہ کہیں سال خورد سال	دی رنج اس جہاں کے سارے ہیں تیرا مال

اگرچہ موت کا نام سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر سچ پوچھو تو موت بھی حکمت سے خالی نہیں۔ایک حالت خواہ کتنی ہی آرام دہ اور پُر مزہ کیوں نہ ہو ایک عرصہ کے بعد بے مزہ اور زحمت جان معلوم ہونے لگتی ہے اور یہ اپنے قوی ہی کام نہیں دیتے۔اور ہدایت کی راہ واقعات نمرود اور شداد سے کون حاصل کرتا۔جب یہ واقعات ہی نہ ہوتے۔اور انسانوں کی اسقدر کثرت ہو جاتی کہ انکی خوراک مہیا نہ ہو سکتی ۔ دنیا میں ہونا موت کا حکمت خدا کی ہے ٭ عالم کا اعتدال یہ قدرت خدا کی ہے موت کا نام سنتے ہی ہر ایک کو اپنی بداعمالیوں کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہی جو اس نے عمر بھر میں کی ہوتی ہیں اور دنیا کے چھٹنے کا غم عزیز و اقارب کی جدائی کا رنج۔اس اندھیری کوٹھری کا خیال نہ کوئی مونس و غمخوار ہو گا نہ کوئی دوست و ہمراز جہاں اسے ہزاروں من مٹی کے نیچے اپنے اقربا رکھ آوینگے۔یہ خیالات اور جانکاہ ہیں جو انسان کو تکلیف دیتے ہیں اس سے علاوہ جان بھی کچھ آسانی سے نہیں نکلتی - عام

لوگونکی خاصانِ خدا کا کیا ذکر ہے) سانس کا پھولنا رگ رگ کی کشاکش اعضا کا بےحس ہونا۔ زبان کا بند ہونا اپنا عرضِ حال نہ کر سکنا اور نزع کا پورا حال اور وہاں کے پورے واقعات ہماری کتاب آثار سعید میں تفصیل وار درج ہیں۔ خاص موت کے بیان میں بوسیدہ کھوپڑی کا حضرت عیسیٰؑ سے کلام اور عیسیٰؑ کے سوالات اور بوسیدہ کھوپڑی کے جوابات اُس میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

زندگی کیونکر بسر کرنا چاہیئے۔ انسان کیا عورت اور کیا مرد جس روز سے دنیا میں داخل ہوتا ہے اُسکی زندگی کا پہلا دور شروع ہوتا ہے اور عمر کے اخیر حصہ تک اُسکو ہزاروں مشکلات۔ اور ہزاروں مصیبتیں اٹھانی ہوتی ہیں کسی گھر میں اگر شادی ہے تو کسی گھر میں غم۔ کہیں ناکامیابی پر افسوس ہے تو کہیں کامیابی کی خوشی میں شادیانے بج رہے ہیں۔ کوئی کسیکی دستبرد سے نالاں ہے اور موت کا اُمیدوار۔ کوئی درازی عمر کا خواستگار ہے اور موت کی صورت سے بیزار اس کا نام دنیا کا نشیب و فراز ہے مگر یہ بات قابلِ غور ہے کہ زندگی کس طرح گذارنی چاہیئے۔ یوں زندگی گذارنے کو تو کُتا۔ بلی۔ چرند۔ پرند سب ہی گذارتے ہیں۔ مگر آخر جب انسان کہے جانے کے مستحق ہیں اور اشرف المخلوقات کا شرف حاصل ہوا ہے تو ہماری اور جانورونکی زندگی میں نمایاں فرق ہونا چاہیئے ہمکو اپنی طبیعت کی باگ شرع شریف کے ہاتھ میں رکھنا چاہیئے۔ ہماری ہر حرکت اور ہر بات نتیجہ خیز اور اچھا پہلو لئے ہوئے ہو۔ ہم اپنے پیارے عزیزوں سے محبت اپنے بزرگوں کی اطاعت اور اپنے چھوٹوں پر شفقت کرنا اپنا فرض عین خیال کریں اور ہمکو اپنے بزرگونکی نصیحت کبھی کڑوی نہ لگنی چاہیئے بلکہ اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ہم ہمیشہ اچھی اچھی کتابوں اور رسالوں سے دلچسپی لیں اور اپنے اخلاق کے درست کرنیکی کوشش کریں۔ سعدیؒ نے کہا ہے ؎ مرد باید کہ گیرد اندر گوش * گر نوشتست پند بر دیوار * اور مخرب الاخلاق کتابوں کو ہم اپنے حق میں زہر قاتل سے کسی طرح کم نہ سمجھیں جیتے جی ہم خود اور بعد میں ہماری زندگی ایک نمونہ ہو۔ اور چھوٹوں کے لئے ایک مفید سبق ہم ہمیشہ سب سے شیریں زبانی سے کلام کریں اور ہر دلعزیز بننے کی کوشش میں رہیں۔ ادہر اُدہر کی مخرب اخلاق بیہودہ باتوں سے دلچسپی لینا۔ یا کسی سے بدظن ہونا ہمکو چھچھورا بنائیگی اور ہماری طبیعت پر اس کا بُرا اثر ہوگا جس سے ہمارے اخلاق میں بہت بڑا بدنما دھبہ

لگے گا تعلیم۔ انتظام خانہ داری۔ دستکاری۔ ان تینوں کو ہم اپنی زندگی کا بہت بڑا جزو خیال کریں
اور ان میں پوری مشق اور کافی ملکہ حاصل کریں۔ ہمکو دینی تعلیم کی ترقی کا دل خیال ہونا چاہیے
اور مفید مضامین اور کتابوں سے ہمیشہ مستفید ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی خود ہی نہیں بلکہ دوسروں کو
بھی دینی و دنیاوی تعلیم سے کچھ فیض پہنچانا ضروری ہے تعلیم کے لحاظ سے سب سے مقدم دینی تعلیم ہے جب
ہم مسلمان ہوئے اور اپنے سچے اور پاک مذہب کی طرف سے بالکل بے بہرہ رہے تو ایسی مسلمانی پر
ہزار بار تف ہے۔ اگر ہم دین کی باتوں سے بیخبر رہے اور ہماری عبادت میں خدانخواستہ خامی رہی تو وہ
کیسے قبولیت کے درجے کو پہنچے گی۔ دنیا چند روزہ ہے ایک دن خدا کے سچے دربار میں حاضر ہونا ہے
جہاں ہماری نیکی بدی سب پر ظاہر ہو جاویگی۔ اور ہمارا عضو عضو ہمارے خلاف گواہی دینے کو موجود ہوگا
اسکے بعد دنیوی تعلیم بھی ایسی ہی اشد ضروری ہے اور اسکی ترقی کے ساتھ ہماری ترقی ہے۔ ہمارے ہی لئے
سینکڑوں اخبار نکلتے ہیں اور بیسیوں رسالہ شائع ہو رہے ہیں اور کتابیں فارسی عربی سے ترجمہ ہوئی ہیں
اور انتظام خانہ داری بھی ایک بہت ہی سلیقہ کا کام ہے جسکو عقلمند اور سلیقہ شعار پیاری بہنیں اپنی عقلمندی
اور سلیقہ سے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیسکتی ہیں۔ ہمکو اپنی نیکنامی کی امید اور لائق سلیقہ شعار
بیٹی کہلانیکی مستحق اسی انتظام خانہ داری کے اچھے ہونے پر بننا چاہیے۔ اسی طرح دستکاری بھی ایک ضروری
اور ضروری اور لیاقت کا کام ہے جس سے ہمکو کبھی محروم نہ رہنا چاہیے۔ کیا ہی اچھا شعر ہے۔

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے	دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

دنیا میں اچھی باتیں بھی ہیں اور بری باتیں بھی ہیں۔ اور برے فعل بھی تمکو چاہیے کہ اپنے علم کی روشنی
سے اچھی اور بری باتوں کو دیکھ کر ان میں تمیز کرو۔ خداوند تعالی مجھے اور میری سب بہنوں کو اچھی
زندگی گذارنیکی توفیق مرحمت فرمائے ؎

نماز عبادات الٰہی میں سے بہترین عبادت ہے اور اس سے بڑھکر مومن کے لئے کوئی نعمت نہیں یہ وہ
عبادت ہے جسکے لئے خداوند عالم نے بارہا اپنے کلام پاک میں تاکید فرمائی ہے اور تمام بندگان خاص کا ہمیشہ
اسپر عمل رہا ہے۔ نماز گناہوں کو دھو دینیوالی اور قرب خداوندی عطا کرنیوالی شے ہے اسکی بدولت ہم گناہوں سے

دور اور ہمارے دِل نورِ ایمان سے معمور رہتے ہیں۔ غرض ہمارے لئے نماز ایک بڑی بھاری نعمت الٰہی ہے۔ افسوس ہے اُن پر جو اس سے غافل ہیں۔ زیادہ نماز کا بیان دیکھنا ہو تو آثار سعیدہ میں دیکھو۔

حساب آخرت سخت دشوار ہے۔ دنیا اور دنیا کی طمع ایسی بُری چیز ہے کہ حساب آخرت کے علاوہ ترقی درجات سے بھی روک دیتی ہے اور اس کمبخت کی وجہ سے انسان روحانی ترقی سے رہ جاتا ہے ہم لوگ بڑے بڑے مکانوں میں رہتے ہیں قسم قسم کے کھانے طرح طرح کے لباس دن رات استعمال کرتے ہیں مگر اسکی خبر نہیں کہ قیامت کے روز جب خداوند تعالیٰ کرسی عدالت پر بیٹھکر ہمسے ذرہ ذرہ کا حساب لیگا اور پوچھے گا کہ میں نے ہزار نعمتیں تجکو دیں تو نے اپنے نفس پر اس طرح خرچ کیا میرے نام پر کیا دیا جو اسوقت تیرے کام آتا۔ اسوقت کیا جواب دینگے اور کسکو پکارینگے وہاں کا حساب سخت دشوار ہے منقول ہے کہ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ اے مولیٰ مجھے اشتیاق ہے کہ تیرے کسی ولی سے ملاقات کروں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ فلاں پہاڑ پر جاؤ وہاں ایک غار ہے اُس غار کے اندر میرا ایک پیارا تمکو ملیگا جب حضرت موسیٰ اُس پہاڑ پر پہنچے اور تلاش کرتے کرتے اُس غار میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ پاؤں اُسکے جذام میں بالکل گلے ہوئے ہیں۔ ذرا سا کپڑا بدن سے لپیٹے جو ستر پوشی کے لئے ہی کافی تھا اور کچی اینٹ سرہانے رکھے ہوئے لیٹا ہے۔ پاس تشریف لیگئے تو دیکھا کہ وہ شخص جان بحق ہو چکا ہے اور صرف لاش پڑی ہوئی تھی۔ موسیٰ نے پھر جناب باری میں عرض کیا کہ میری تو یہ تمنا تھی کہ میں تیرے کسی پیارے سے ملوں الٰہی یہ شخص جذامی ہاتھ پاؤں کا اور وہ بھی مُردہ چار اُنگل ستر پوش دھجی لپیٹے اور کچی اینٹ سرہانے رکھے بجائے زندہ ہونیکے بیجان پڑا ہے۔ جواب ملا کہ اے موسیٰ یہ میرا ولی ہے کہ اسکے نعرے اللہ اللہ نے آسمان کے دروازے لبریز کر دیئے ہیں۔ اے موسیٰ اسوقت دنیا میں اس سے زیادہ کوئی میرا ولی نہیں ہے۔ لیکن مجھے قسم ہے اپنی عزت لازوال کی کہ قیامت کے روز اسے سامنے کھڑا کرکے اس کچی اینٹ اور چار اُنگل کے ستر پوش کپڑے کا جو اُسکے بدن پر ہے حساب لونگا۔ اللہ اکبر یہ حکایت کسقدر ڈرانیوالی ہے۔ بھلا ہم گناہگار کس شمار میں ہیں۔ جبکہ وہ اپنے ولی سے چار اُنگل دھجی اور اینٹ کچی کا حساب لیگا تو ہم مستوں کا کیا حال ہوگا وہی رحم کریگا تو ہم بخشے جائیں گے اور ہمارا کھانا پینا اور سامان

زندگی کا حساب دیتے وقت ہمکو ہرگز کامیاب نہ ہونے دینگے ؎ ہائے دنیا کا برتنا ہے ستم ٭ اسکی ایک
ایک چیز دکھلاویگی غم ٭ اے خدا آسان کر آسان کر ٭ ہم پہ اپنا فضل اے رحمان کر ٭

ایک بہت بڑے بزرگ کا قول ہے حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا یعنے تم سے ایک روز
حساب مانگا جائیگا مگر تم اُس سے پہلے ہی خود اپنا حساب کرنیکی عادت ڈالو۔ انسان پر کبھی اُسکی بُرائی
کُھلتی ہی نہیں جبتک وہ اپنی بُرائیوں کے دیکھنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ نیک راہ پر چلنے والے
جتنے بزرگ گزرے ہیں انکا معمول تھا کہ ایک وقت خاص اِس کام کے لئے مقرر کرتے تھے اور چُپ
چاپ بیٹھکر اس بات پر غور کرتے تھے کہ ہم میں کون کون سی بُرائیاں موجود ہیں۔ اور وہ اپنے نفس کو انکے
لئے خوب ملامت کرتے تھے اور قصد مصمم کرتے کہ آیندہ ایسی آفتوں اور برائیوں میں ہرگز گرفتار نہونگے

طرز نصیحت۔ اگر کوئی شخص غلطی پر ہو تو عموماً دوست عزیز و اقارب اُسے نصیحت کرتے ہیں کیونکہ
نصیحت ایک طبعی خاصہ انسانی ہے یعنی انسان کا میلان بہت کچھ دوسروں کے سمجھانے پر ہے اور شرعاً نصیحت
کرنیکا حکم ہے ہمارا یہ فرض ہے کہ اگر کسیکو غلطی پر یا نقصان کرتے دیکھیں تو اُسکو غلطی یا نقصان کرنے سے باز
رکھیں ؎ اگر بینم کہ نابینا و چاہ ہست ٭ اگر خاموش بنشینم گناہ ہست ٭ ایکدوسرے کو نصیحت کرنیکا موقع
نسوان میں بھی عموماً پیش آتا ہے لیکن بہت کم نصیحت کا اثر مخاطب پر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ہماری طرز
نصیحت ٹھیک نہیں ہوتی اسلئے ذیل کی چند ضروری باتیں اگر نصیحت کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں تو اُمید ہے کہ
ناصح کی نصیحت ضرور اپنا اثر کریگی۔ موقعہ اور محل کو نظر انداز کرنا سخت غلطی ہے موقعہ کا ضرور ضرور انتظار کرنا چاہیے
جہانتک ہوسکے نصیحت کرنے کے لئے تنہائی کا وقت اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ تنہائی میں سننے والا اِس امر پہ
اچھی طرح غور کرسکتا ہے جو درپیش ہے نصیحت کرنے سے پہلے اپنے آپ پر غور کرلینی چاہیئے یعنے یہ دیکھ لینا
چاہیئے کہ یہ عیب کہیں میری ذات میں تو نہیں۔ اگر وہ عیب ناصح میں ہونگے تو مخاطب پر نصیحت کا اثر ہرگز نہوگا
علاوہ بریں نصیحت کرنے کے لئے الفاظ ایسے نرم اور پُرتاثیر لہجے میں کہنے چاہئیں کہ سننے والے کے دل پر ان کا
پورا پورا اثر ہو۔ مثلاً اگر کسی کو تعلیم سے سخت مخالفت ہے اور اپنے متعلقین کو تعلیم نہیں دلواتے اب اگر ہمیں انہیں
سمجھانا ہے تو ہمیں چاہیئے کہ نہایت ہی نرم الفاظ میں جہالت کے نقصان اور علم کے فائدے جتائیں اگر ہماری

نصیحت کا کچھ اچھا اثر نہ ہو تو زیادہ اصرار ہرگز نکرنا چاہیئے۔ سمجھدار آدمی کو ایک دو دفعہ ملائمت سے سمجھانا
کافی ہے زیادہ سمع خراشی میں وقت نہ ضائع نہ کرنا چاہیئے پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانا باہمی کدورت کا باعث
ہوتا ہے کیا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو حتی کہ ماں اپنی اولاد کو بھی اگر سخت الفاظ میں سب کے سامنے علانیہ
اور صریح نصیحت کرے تو بھی میرے خیال میں ویسا اثر کسی کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ نرمی کے
چند الفاظ کا تنہائی میں ہوتا ہے۔ طرز نصیحت کی ایک حکایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منسوب
کیجاتی ہے وہ بھی ایک نہایت کشادہ دلی کا طریقہ ہے یعنی جبکہ آپ نے ایک شخص کو بقاعدہ وضو کرتے دیکھا
تو دوسرے وقت خود اسکے سامنے وضو کر کے پوچھا کہ اس میں غلطی تو نہیں ہے۔ آپکے اس طرز نصیحت کو
وہ بھی پا گیا۔ اور نصیحت اِس طرز پر کرنا چاہیئے کہ کسی کا دل نہ دُکھے اور اسکی حقارت نہو۔

خوشنودی شوہر اپنے شوہر کو رضامند اور خوش رکھنا ہر عورت کی زندگی کا سب سے مقدم اور سب سے اعلیٰ
فرض ہونا چاہیئے اور یہ بات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ بیویاں اپنے شوہر کی مزاجدان اور طبیعت شناس
ہوں اور ہم دوسرے کی رضاجوئی اور خوشنودی کا خیال اُسی وقت کر سکتے ہیں جبکہ ہم اسکو اپنے سے برتر
اور افضل خیال کریں۔ اگرچہ مسلمان عورتوں میں تعلیم ابھی بہت کم ہے اسی واسطے تعلیم یافتہ اور نئی روشنی
کی عورتوں کی ایک ایک بات اور اُنکا لباس اُنکی بات چیت اور اُن کا ایک ایک کام نہایت تجسس کے ساتھ
دیکھا جاتا ہے اور اُن پر ڈھونڈ ڈھونڈ کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں تعلیم یافتہ عورتوں کا
خاص کر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے کسی قول اور فعل سے اِس بات کا موقعہ ندیں جسکے سبب اُنکی اچھی باتوں
پر بھی پردہ پڑ جائے۔ اگر تعلیم یافتہ بیویاں اپنے شوہروں کو رضامند رکھنے کی کوشش کرینگی تو اُنکو تعلیم نسواں
کے پھیلانے کا شوق ہوگا۔ اور اگر اُنہوں نے اپنے شوہروں کی پاسداری اور خاطرداری نکی تو مرد تعلیم نسواں کے
مخالف ہو جاوینگے اور چونکہ عورتوں کی تعلیم کم از کم ہندوستان میں ابتک بالکل مردوں کے ہاتھوں میں ہے
اِسواسطے اگر مردوں نے تعلیم یافتہ بیبیوں کے برتاؤ کو ناپسند کیا تو عورتوں کی ترقی کا رستہ بند ہو جائیگا
اور ایکبات اور ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کیواسطے خاصکر تعلیم یافتہ شوہروں کی ضرورت ہے اور غیر تعلیم یافتہ
بی بی جاہل اور ناشائستہ مرد کے ساتھ بھی اپنی زندگی بسر کر سکتی ہے اور شائستہ لڑکی وحشی خاوند کے پالے پڑ جائے

تو اسکی زندگی وبال جان اور اس کا گھر دوزخ ہو جاویگا۔ اور اگر تعلیم یافتہ مردوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ پڑھی لکھی عورتیں اپنے شوہروں کو خوش نہیں رکھ سکتیں یا انکا اچھی طرح وقار اور دلجوئی نہیں کر سکتیں تو تعلیم یافتہ لڑکیاں کو شریف اور تعلیم یافتہ شوہروں کا ملنا مشکل ہو جائیگا۔ اس لئے نئی روشنی کی بیویوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ناتجربہ کاری اور کم عمری کا خیال کرکے اپنی زندگی کو مردوں پر دوبھر نہ بنائیں۔ یہ صحیح ہے کہ تعلیم یافتہ بی بیاں غیر تعلیم یافتہ بی بیوں سے بہت زیادہ اپنے شوہروں کی طرف سے پاس خاطر عزت و دلجوئی کی مستحق ہیں اور غیر تعلیم یافتہ بیبیوں کی طرح انکے ساتھ شوہروں کا برتاؤ نہیں ہونا چاہیئے اور چونکہ تعلیم کیوجہ سے ان میں احساس زیادہ ہو جاتا ہے اس واسطے وہ اپنے شوہروں کی خفیف سی کج ادائی کو بہت محسوس کرتی ہیں۔ لیکن مرد عورت کی طرف سے بہت زیادہ وقار کا مستحق ہے عورتیں اپنے صبر اور مرد اپنی غیرت کیواسطے زیادہ مشہور ہیں اور تعلیم یافتہ بیوی کو اپنے صبر اور مرد کی غیرت کا خیال ہر وقت رکھنا چاہیئے۔ ایک تجربہ کار عورت کا خیال ہو کہ جب شوہر کام سے تھکا ماندہ گھر واپس آتا ہے ہر مرد اس وقت کچھ نہ کچھ کبیدہ یا رنجیدہ خاطر ضرور ہوتا ہے۔ اگر عورت عقلمند اور تجربہ کار نہو تو وہ بھی شوہر سے ویسی ہی سرد مہری اور بے توجہی برتتی ہے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں خاصکر جو مرد زیادہ طاقتور نہ ہوں یا جن کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہو وہ خصوصاً بہت تھک جاتے ہیں۔ ان حالات میں ہوشیار بی بی کو کیا کرنا چاہیئے (تجربہ کار عورت لکھتی ہے) میری کیفیت یہ ہو کہ میں اس وقت اپنے تمام کاموں بالائے طاق رکھکر خندہ پیشانی سے شوہر کا استقبال کرتی ہوں۔ بیاہ ہونے کے بعد ہی سے میں اس طرف توجہ کرنے لگی۔ مثلاً جب میرا شوہر دفتر سے آتا تو میں فوراً اسکی ٹوپی لیکر کھونٹی پر لٹکا دیتی اور کوٹ وغیرہ اتارنے میں مدد دیتی۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو میں نے خفیف نہیں سمجھا آخر رفتہ رفتہ یہ باتیں میری عادت میں داخل ہو گئیں۔ اور میرے شوہر نے حسب معمول میرا شکریہ ادا کرنا بھی چھوڑ دیا مگر میں نے اسکی مطلق پروا نہ کی اور ان کاموں کو برابر انجام دیتی رہی۔ بلکہ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق انڈے۔ چار۔ یخنی۔ شوربے کا ایک پیالہ تیار رکھتی جسکو پیکر اسکی طبیعت بحال

ہوجاتی ہے۔ اسکے علاوہ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جیسے حکیم محمود خان دہلوی نے اپنی کتاب ضیاء الابصار میں لکھی ہیں کہ بعد فراغت صحبت داری کے اگر مرد و عورت تھوڑا اسا دودھ پی لیا کریں تو انکی طاقت بنی رہتی ہے جن کا خیال رکھنے سے زن و مرد آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں مثلاً سردی کے دنوں میں شوہر کے لئے آرام چوکی اور اس کا سلیپر آگ کے پاس رکھنا۔

جہانتک ممکن ہو کھانا وقت پر تیار کرنا کھانا پینے کی چیزوں میں شوہر کو ترجیح دینا۔ غرضکہ اس طرح ہر عورت کو اپنے شوہر کو خوش رکھ سکتی ہے۔ میرا شوہر اس تدبیر سے چند منٹ میں تازہ دم اور خوش مزاج ہوجاتا۔ اور گھر کے کام میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں جو خفیف تکلیف گوارا کرتی ہوں اس کا معاوضہ مجکو اچھا ملجاتا ہے۔ لیکن خدائی میں ایسی بھی عورتیں ہیں جو خواہ مخواہ اپنے شوہروں سے بگاڑ پیدا کرلیتی ہیں امیر ہو یا غریب سب کو اپنے شوہر کو خوش رکھنا چاہیئے اطاعت اور فرمانبرداری سے انتظام خانہ داری سے۔ خوش مزاجی سے۔ نیکی و محبت سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہو جو شوہر کو ناگوار اور اسکی مرضی کے خلاف ہو عقلمند بیبیاں شوہر کی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھکر اُنکے کام کو فرض سمجھ کر شوق دلی سے انجام دیتی ہیں۔

میاں کے اخلاق کا اثر بیوی کے اخلاق و عادات پر پڑتا ہے

یہ بات رات دن دیکھنے میں آتی ہے کہ صحبت و ہمنشینی کا اثر ایک دوسرے پر ہوتا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ خاوند کے عادات و اخلاق کا اثر بھی عورت پر ضرور ہوگا۔ کیونکہ جب بیوی میاں کی زندگی کا جزو ٹھہری تو پھر میاں کے اخلاق و عادات سے بچنا ناممکن ہے۔ جب یہ صورت ہے تو پھر میرے پیارے بھائیوں تمکو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے نیک اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ اگرچہ ماں باپ کے گھر بیٹی کا اخلاق کچھ حد تک مضبوط ہوچکتا ہے پھر بھی وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ والدین کے گھر کا اخلاق و عادات میاں کے گھر آسانی سے تبدیل ہوجاتا ہے قابل اطمینان تو وہی اخلاق ہے جو میاں کے گھر آن کر اختیار کیا جاتا ہے۔ پس اگر میرے بھائی آرام و آسایش کی زندگی

اور اپنے کل کنبہ کی بسر کرنی چاہیں تو انہیں چاہئیے کہ اپنی بیویوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آیا کریں اور عفو و احسان کی عادات ڈالیں۔ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر گرفت نکریں۔ چونکہ مردوں کو عورتوں پر بہت ہی زبردست اختیارات حاصل ہیں۔ اِس لئے بعض مرد بیوی کے بہت چھوٹے قصور پر بھی زیادہ ناراض ہوتے ہیں جس سے ایک دو دفعہ نہیں تو بار بار ایسا کرنے سے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں کی محبت و عزت بیوی کے دل سے اُٹھ جاتی ہے اور نام ہی نام کی فرمانبرداری رہ جاتی ہے۔ میاں الگ ناراض بیوی الگ رنجیدہ خاطر رہتی ہے۔ بیوی کے رنجیدہ رہنے کا گھر پر بہت اثر ہے کہ نہ تو بچوں کی پرورش اچھے اُصول پر کیجاتی ہے اور نہ گھر کا انتظام عمدہ طور پر ہوتا ہے۔ جب بیوی ہی گھر میں خوش و خرم نہیں جو کشتی خانہ داری کی ناخدا ہے۔ تو آپ ہی خیال فرمائیں کہ وہ گھر کی نگرانی۔ بچوں کی پرورش۔ خاوند کے آرام و راحت۔ اہل تعلق کی خاطر۔ مہمانوں کی تواضع دلی توجہ سے کیونکر کریگی؟ اگر وہ فرضی طور سے ادا بھی کریگی تاہم وہ اثر جو خوشی سے پڑتا ہے کبھی نہوگا۔ اور اس بات کا زیادہ تر خیال اُن مردوں کو اور بھی چاہئیے جنکے ہاں پہلی اولاد موجود ہو اور بیوی کے مرنے پر وہ دوسری کم سن لڑکیاں بیاہ کر لاتے ہیں وہ جیسا اخلاق اُس نوخیز نو وارد سے برتیں گے ویسا ہی آرام پاوینگے۔ اگر میاں سختی کے ساتھ برتاؤ کرینگے تو ممکن ہے کہ وہ پہلے بچوں کو ناجائز تکلیفیں پہنچاوے۔ کوئی بی بی بیچاری گر خدا کے خوف سے ایسا نہ بھی کرے تو یہ بھی ضرور ہے کہ گھر کی حالت ردی رہے کیونکہ جب اسے دل میں راحت نہیں تو وہ بھی توجہ سے کام نہ لیگی۔ بلکہ دن رات اپنی قسمت کے دُکھڑے رویا کریگی ۔

اخلاق سے صرف دنیا ہی میں آرام نہیں ملتا۔ بلکہ یہ باعث نجات اخروی بھی ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے کریم نے سب مخلوق سے اخلاق نیک کا زیادہ حصہ بخشا تھا۔ روایت ہے کہ ایک روز سلطان الانبیاء اپنے صحابہ کرام کی مجلس میں اخلاق کی تعریف فرما رہے تھے کہ تم سب سے بہتر اخلاق میں وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے اخلاق اور نرمی سے پیش آوے۔ پس میں تم میں بہتر ہوں کہ اپنے اہل سے اخلاق احسن سے پیش آتا ہوں۔ میرے بھائیو جب اخلاق پر یہ فخر ہمارے

ہمارے رہنما کو ہے تو کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ ہم بھی اس دارین کی نعمت کو عزیز رکھیں ؟ (اور اخلاق کی بابت جسے اور زیادہ دیکھنا ہے تو وہ ہماری کتاب آثار سعید میں دیکھیں) الغرض خلیق وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھی طرح پیش آئے جس پر وہ ہر طرح کی زبردستی کر سکتا ہے اور اچھا وہ ہے جو جس پر حکمرانی کر سکتا ہو اُسکے ساتھ ملائمت برتے۔ خدایا ہمکو اخلاق حسنہ کی توفیق دے اور اخلاق سیئہ سے محفوظ رکھ۔ آمین۔

خوف عاقبت

ایک بزرگ اپنے نفس کو خطاب کر کے یوں کہا کرتے تھے کہ تو کیسا احمق ہے کہ اگر کوئی تجھے احمق کہے تو تو خفا ہوتا ہے لیکن تو سوچ تو سہی کہ تجھ سے بڑھکر احمق دوسرا کون ہے ؟ تجکو ہرگز معلوم نہیں کہ کس دن تو مر جائیگا اور موت کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہیں تو نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نوجوان اپنی جوانی کی اُمنگ میں مست تھے کھیل کود میں مصروف تھے اور عین اُنکے عیش و آرام کیوقت موت نے اُنکو آگھیرا اور فوراً اُنکو اس جہان سے دوسرے جہان میں داخل کر دیا۔ تو نے بھی دیکھا ہے اور ایسا ہوا ہے کہ آدمی بھلا چنگا لوگوں سے باتیں کرتا بیہوش ہو گیا اور فوراً مر گیا۔ تو چاروں طرف لوگوں کو مرتا دیکھتا ہے۔ لیکن تیری بے پروائی اور غفلت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ افسوس تیری اس نادانی پر۔ ذرا یاد کر اُن دوستوں کو جو چند روز پہلے یہاں زندہ تھے لیکن آج یہاں قبروں میں پڑے سوتے ہیں۔ ایک دن تو بھی انکی طرح مردوں میں شمار ہو گا۔ پھر تو نے اُس عالم کے لئے کیا تیاری کی ہے ؟ افسوس تیری کارروائیوں سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ تجکو کبھی مرنا ہی نہیں افسوس صد افسوس۔ ہزار افسوس تیری حماقت اور نادانی پر تجکو ذہانت اور عقل کا دعویٰ ہے۔ اے نفس تو گناہ کرتا ہے اور خوف نہیں کھاتا ؟ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا تیرے گناہوں کو نہیں دیکھتا۔ تو تو کافر ہے اور اگر جانتا ہے کہ وہ تیرے گناہوں کو دیکھتا ہے تو تو بڑا بیحیا اور ڈھیٹ ہے۔ اگر تو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ میں گناہوں کے عذاب سہلونگا تو چراغ پر انگلی رکھ کر دیکھ یا تھوڑی دیر گرمی دھوپ میں رہ کر دیکھ۔ جب تجکو ان چھوٹی چھوٹی تکلیفوں کے سہنے کی طاقت نہیں تو تو کیونکر دوزخ کے عذاب کو برداشت کریگا

اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ گناہوں کے لئے کوئی سزا نہ ہوگی تو تو قرآن کا منکر ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں
کو جھٹلاتا ہے۔ اے نفس تو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ خدا کریم و رحیم ہے وہ میرے گناہوں کو بخش دیگا
تو تیرا یہ خیال بہت خام ہے۔ ذرا سوچ تو سہی کہ خدا صرف گر کریم و رحیم ہے تو پھر کیوں لاکھوں کو بیمار
ڈالتا ہے۔ خدا کریم و رحیم تو ہے تو آدمی بغیر تکالیف اٹھائے۔ بغیر بوئے کھیت کیوں نہیں کاٹ
لیتا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جیسا وہ کریم و رحیم ہے۔ ویسا ہی وہ جبار عذاب دینے والا بھی ہے پھر
اسکے عذاب سے کیوں غافل ہے؟ اے نفس اگر تو یہ کہے کہ ابھی تو چین کر لینے دو بڑھاپے میں توبہ کر لونگا
تو تجکو معلوم ہے کہ بڑھاپے تک تو زندہ بھی رہیگا۔ اگر فرض کیا جائے تو زندہ بھی رہا تو کیا فائدہ اسوقت
تجھ سے کیا نیک کام ہو سکینگے۔ اے سعید اگر تجکو اتنا بھی یقین خدا کے کلام پر ہوتا تو عاقبت کی تیاری
کرتا جاڑوں کے موسم میں پہلے سے ہی تو جاڑوں کے کپڑوں کا بندوبست کرتا ہے پھر عاقبت کے لئے
اسقدر غفلت کیوں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تو جھوٹے ایمان کا دعوی کرتا ہے افسوس تیری بے ایمانی پر
کچھ تو اپنے ایمان کی کمزوری پر غور کر اور اس خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اے نفس تجکو تعریف سننے کی خواہش
رہتی ہے۔ تیری ہر وقت یہی خواہش رہتی ہے کہ کوئی تیری تعریف کرتا اور جب دوسروں کیطرف سے تعریف
کرنے میں دیر ہوتی ہے تو تو خود اپنی تعریف آپ کرنے لگتا ہے غرض تو تو تعریف کے لئے بیقرار ہے۔ اگر کوئی تیری
ہجو کرے تو تو اس سے کسقدر ناراض ہوتا ہے۔ لیکن سوچ تو سہی کہ تیرا سچا دوست کون ہے کیا وہ تیرا دوست ہے
جو تیری تعریف کرکے تجکو غرور و غفلت میں گرفتار کرتا ہے اور شیطان کا چیلا بناتا ہے۔ یا وہ جو تیری ہجو کرکے
تیرے عیبوں سے ہوشیار کرتا ہے اور تجکو موقعہ دیتا ہے کہ تو غفلت سے باز آئے اور اپنی اصلاح کی فکر کرے؟
افسوس تو دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا ہے اور اس نادانی اور جہالت پر عقلمندی کا دعوی کرتا
ہے۔ اے نفس تو صرف زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں خدا و رسول سے بڑھکر جان کو عزیز نہیں رکھتا لیکن تھوڑے سے
نفع کیلیے اور بعض جگہ صرف اپنی آبرو قائم رہنے کیلئے خدا اور رسول کے حکم کو بالائے طاق رکھنے کے لئے موجود ہو جاتا ہے
کیا جھوٹ بولنا۔ بے ایمانی کرنا۔ فریب کرنا۔ دغابازی کرنا خدا و رسول کے احکام کے خلاف نہیں ہے؟ پھر کہاں ہے
تیرا وہ دعوی کہ میں خدا و رسول سے بڑھکر جان کو عزیز نہیں رکھتا ہوں افسوس ہے تیرے دھوکے اور مکاری پر۔

افسوس ہی تیری اس ایمانی کمزوری پر۔

ای نفس تو کاہلی کو آرام سمجھتا ہی اور محنت کو مصیبت جانتا ہی۔ سوچ تو سہی یہ تیری کیسی الٹی سمجھ ہی کاہلی میں آرام کہاں؟ کاہلی میں شروع سے آخر تک مصیبت ہی۔ خدا نے تو محنت ہی کل راحتوں اور کل آراموں کی کنجی بنایا ہی حقیقی بیماریاں ہیں وہ سب کاہلی کا نتیجہ ہیں اور جسقدر آرام اور راحتیں ہیں وہ سب محنت کا پھل ہیں جو محنت کرتا ہی اسیکو بھوک اسیکو کھانے میں مزا ملتا ہی۔ کاہلی تو مردہ ہونا بزدلا پن ہی۔ پھر تو جو کاہلی کا اسقدر دلدادہ ہی تو یہ تیری حماقت نہیں تو اور کیا ہی؟ ای نفس تو اپنے کو بہت بڑا ہوشیار اور چالاک سمجھتا ہی بتا تو سہی تو اس شخص کو کیا سمجھے گا جو چار پیسے کی ہانڈی ایک سلطنت دیکر خریدے۔ کیا تو ایسے آدمی کو بہت بڑا احمق قرار نہیں دیگا لیکن تو غور تو کر پھر تو کیوں چند روزہ گناہوں کی لذت کے بدلے ہمیشہ ہمیشہ کی راحت وچین کو جو عاقبت میں خدا نے پرہیزگاروں کے لئے رکھا ہی بیچ ڈالتا ہی۔ پھر تجھ میں اور اس احمق میں کیا فرق ہی ای نفس تجکو دوسروں کے عیبوں کے بیان کرنے میں کیا خوشی ملتی ہی تو کس جوش میں آکر بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص بدچلن ہی۔ فلاں بیدین ہی۔ فلاں لامذہب ہی۔ اس قسم کی غیبت کرنے میں تیری اصلی خواہش یہ ہوتی ہی کہ دوسروں کو ذلیل کر کے اپنے کو سربلند کرے۔ تیری یہ خواہش ہی کہ سارے جہان کے آدمی تجھ سے کم رتبہ ہوجائیں لیکن واہ واہ تو نے اپنے بڑھانے کی کیا عمدہ ترکیب نکالی ای کمبخت کہیں دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بھی کوئی بزرگ ہوتا ہی؟ تو سمجھتا ہی کہ اس قسم کی غیبت کرنے سے لوگ مجھے مقدس سمجھیں گے۔ لیکن یہ تیرا خیال خام ہے لوگ غیبت کرنیوالے کو فطرتی طور پر نہایت ذلیل اور خوار سمجھتے ہیں۔ اوپر کی تحریر سے لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح اپنے نفس کو سمجھانا چاہیے ہم نے تو یہاں ایک تحریر نمونے کے طور پر نقل کر دی ہی ہر شخص علیحدہ علیحدہ طور سے اپنے نفس کو سمجھا سکتا ہی لیکن شک نہیں کہ اسیطور پر سمجھانے سے یہ کافر نفس راہ پر آتا ہی اور کچھ اسی قسم کی کوششوں سے ہماری برائیاں دور ہوسکتی ہیں۔ اس زمانے میں گو تحصیل علم کی کوشش کرنیوالے کتنے ہیں۔ روپیہ پیدا کرنے میں کوشش کرنیوالے کتنے اور نام عزت کے حاصل کرنے میں کوشش کرنیوالے کتنے۔ لیکن افسوس ان لوگوں کی تعداد کسقدر کم ہے جو نفس کی اصلاح میں کوشش کرتے ہیں اور جو نفس کو مسلمان بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ جبتک ہماری قوم میں اس قسم کے لوگوں کی تعداد زیادہ نہوگی ہم میں سچی عزت و شرافت نہیں ہوسکتی سا دخدا تو ہم مسلمانوں کی ہمت اور

کوشش کو اس جانب مائل کریں کہ ہم دوسروں کی عیب چینی سے باز رہکر اپنے نفس کے عیبوں کو ڈھونڈیں اور اُنکی اصلاح کی کوشش کریں ۔ آمین ۔

خوش رنگ گہنا

خدا کی یاد میں دل شاد رہنا ۔ عجب گہنوں میں ہے خوش رنگ گہنا
اِسی گہنے کی خوبی دیرپا ہے ۔ اِسی گہنے پہ اک عالم فدا ہے
عجب تفریح ہے نام خدا میں ۔ عجب قوت ہے اِس دلکش غذا میں
فنائے ذکرِ حق میں جو رہے گا ۔ وہی پائے گا جو منہ سے کہے گا
جو ذکرِ حق میں ہو دن رات محظوظ ۔ وہ رہتا ہے ہر آفت سے محفوظ
لگاؤ دل سدا ذکر خدا سے ۔ حفاظت میں رہو ہر اک بلا سے
خدا کی یاد میں اے دل سراسر ۔ سدا کاشانۂ دل رکھ منور
خدا کی یاد میں جو لگ گیا ہے ۔ وہ مقبولِ جنابِ کبریا ہے
خدا کی یاد میں ہشیار رہیے ۔ فضولی سے سدا بیزار رہیے
یہی مرشد نے خلوت میں بتایا ۔ کہ ہے بن یادِ حق جیون اکاجا[1]

[1] اکاجا یعنی بے کار ۱۲

صحبت کا اثر

لڑکیاں نیک جو ہیں یادِ خدا کرتی ہیں ۔ نیک کاموں میں وہ مشغول رہا کرتی ہیں

منہ اندھیرے ہی سے اٹھتی ہیں علی الصبح ۔ دن چڑھے تک وہ تلاوت بھی کیا کرتی ہیں
باپ جاتا ہے کچہری کو تو موقع پا کر ۔ خیر سے لوٹ کے آنے کی دعا کرتی ہیں
بھائی بچے مدرسہ جانے کی خبر رکھتی ہیں ۔ ہنڈیا چولھے کی خبر جلد لیا کرتی ہیں
کھیلنے کودنے سے ہوتی ہے نفرت ان کو ۔ بیٹھ کر گھر میں کچھ کام کیا کرتی ہیں

جالیاں کاڑھتی ہیں اور بناتی ہیں چکن
چکنیں سیتی ہیں کرتی ہیں کلابتون کرتی ہیں
دیدہ ریزی سے بناتی ہیں بنگلہ وغیرہ
کام مشکل ہو جو آسان کیا کرتی ہیں

جب کبھی کام سے بیچ جاتی ہیں الجھن انکو
دل نصیحت کی کتابوں سے بہلا کرتی ہیں
خدمتیں کرتی ہیں ماں باپ کی اور دادی کی
بے رضا انکی نہ کچھ کام کیا کرتی ہیں

چھوٹے بچوں پہ محبت کی نظر رکھتی ہیں
اور بڑے بوڑھوں کی تعظیم کیا کرتی ہیں
بس شریفوں کا یہی چال چلن ہوتا ہے
لڑکیاں نیک جو ہیں ایسا کیا کرتی ہیں

جب سے آپا کیلئے بھیجی ہے حسن یہ نظم
دل سے شوق سے ہر وقت پڑھا کرتی ہیں

حیا

ہو جس میں حیا وہی ہے عورت
عورت نہیں جس میں نہ غیرت
سمجھو کہ حیا ہے جزو ایمان
ایمان اسی سے ہے سلامت

عصمت سے شرف ہے عورتوں کو
عصمت ہی نہ ہو تو کیا شرافت
بی بی وہی شریف بی بی
ہو جسکو ہمیشہ پاس عزت

عورت سے ہے انتظام گھر کا
عورت ہی سے ہے مکان کی زینت
عورت ہو شریف جس مکان میں
دنیا ہی میں وہ مکان جنت

دوزخ سے بھی وہ مکان ہے بدتر
جس گھر میں نہ ہو شریف عورت
زوجہ کی نہ ہو جو سیرت اچھی
شوہر کو ہو کیونکہ اس سے الفت

عورت میں جو ہو زبان درازی
ہوتی ہے ہر اک کو اس سے نفرت
ہوتی ہے زبان جسکی شیریں
دشمن پہ بھی اسکی ہے حکومت

عورت ہے جسکی سیرت اچھی
دنیا میں وہی ہے حور جنت
عادت نہ بگاڑو اپنی ہرگز
جاتی نہیں پڑ گئی جو عادت

عادات درست کر لو اپنے
آئیگی نہ پھر کبھی کوئی آفت
نیت جو رکھو بخیر اپنی
پھر ہوگی نہ ذلت و ندامت

کچھ گھر ہی کے کام کی نہیں ہے
عورت پہ بھی فرض ہے عبادت
زوجہ وہ جو زوج کی ہو تابع
شوہر کی بھی فرض ہے اطاعت

عورت کو ہنر بھی ہے ضروری
عورت کو ہے علم کی بھی حاجت
وہ علم و ہنر سے جی لگائے
منظور جسے ہو قدر و عزت

دیکھا ہی نہیں ہے ہم نے اکثر
بے علم کی کچھ نہیں ہے عزت

دیگر

تو عفت کی تصویر ہے اے حیا
تو عصمت کی تصویر ہے اے حیا
تو ہے حافظ آبرو اے حیا
کہ ایمان کا ہے شعبہ تو اے حیا

تری آن بہتر سے بہتر حیا
تری شان اللہ اکبر حیا
عجب اے حیا تیرا انداز ہے
کہ شوخی سے بڑھکر ترا ناز ہے

ترے دم سے چہرہ پہ ہے آب و تاب
ذرا بھی نہیں تجھکو ذلت کی تاب
تجھے بسکہ پاس وفا ہے حیا
تو عصمت کی ہے پاسبان اے حیا

بدی سے بچانا ترا کام ہے
ترا نیکیوں میں بڑا نام ہے
گناہ و خطا سے ہے نفرت تجھے
سدا نیکیوں سے محبت ہے تجھے

تجھے راستی سے ہے الفت مدام
تجھے آشتی سے ہے رغبت مدام
تجھے غم نہیں گر تہی دست ہے
قناعت کی دولت سے تو مست ہے

تجھے مانگنے سے ہمیشہ ہے عار سخاوت کی جانب ہے رغبت تجھے	اسی سے نہیں گھٹتا تیرا وقار تو کیوں بخل سے ہو نہ نفرت تجھے	طریقے بتاتی ہے محنت کے تو تری ہاتھ ہے آبروئے زمن	سلیقے سکھاتی ہے ہمت کے تو نہیں لطف جینے کا گر تو نہیں

چند نصیحتیں از جناب منشی امداد حسین صاحب اخگر

کیوں بیٹیوں میں عصمت و عفت کی خو نہ ہو
سچ ہے کہ پارسائی شرافت کی شرط ہے
ڈالی ہے حق نے آنکھ پہ چلمن مژہ کی خود
حاجت نہیں ہے نور بصر کی بھی کچھ نہیں
یہ بالی لڑکیوں کو بتانے کی بات ہے
اُس گھر پہ عیش خلد ہو صدقے تو کیا عجب
برباد وہ نہ ہو۔ اجی رہنے بھی دیجئے
عفت کا پارسائی کا بیڑا اُٹھاؤ تو
لوکا لگا کے جہل کے منہ کو جھلس نہ دے

کچھ پھول ہیں وہ رنگ نہ ہو جن میں بو نہ ہو
وہ بھی کوئی نماز ہے جس میں وضو نہ ہو
نامحرموں کی تا کہ نظر روبرو نہ ہو
جن بیٹیوں کی آنکھ میں اک شرم تو نہ ہو
جز زیور ہنر انہیں کچھ آرزو نہ ہو
جس گھر کے ساکنوں میں کوئی کینہ جو نہ ہو
جس بدنصیب گھر میں زن نیک خو نہ ہو
ممکن ہے بزم زیست میں تم سرخرو نہ ہو
کیوں آفتاب علم کی اخگر نمو نہ ہو

بھلا کر تیرا بھلا ہوگا

جو بھلا چاہے عوام الناس کا
ہے جوانی چار دن کی چاندنی
خدمت مادر پدر میں تازہ دم
زر کی زیور کی اُسے حاجت نہیں
ہے دیانت جوہر انسانیت
رنج و راحت میں ہمیشہ ای بشر
مرشد مشفق کی باتوں پر عمل

دو جہانوں میں اُسکا ہو ہے بھلا
ہو نہ غافل اسمیں کر یاد خدا
تمکو رہنا چاہئے صبح و مسا
جسکو زیور نیک بختی کا ملا
ہیں خیانت سے بری صاحب صفا
ایک ذات حق پہ تو رکھ آسرا
چاہیے اہل سعادت کو سدا

خویش و بیگانہ کوئی ہو سب کے ساتھ
دین و دنیا ہے اُسی کیواسطے
الغرض ہر ایک قول و فعل میں
چاہیے بچو کہ تم شاغل رہو
سب ذخیروں سے ذخیرہ خوب ہے
ہے فقط ذات خدائے ذوالمنن
دل لگا کر یاد کر لینا اسے

چال ایسی چل کہ خوش ہو کبریا
راہ حق میں جو کہ سر کے بل چلا
ہو سعادت ہی تمہاری رہنما
شوق دل سے نیکیوں میں دائما
نیک بختی کا جسے بخشے خدا
درد دل کیواسطے کافی دوا
اے مرے نورانی فرخ لقا

تمت بالخیر

ماہ جمادی الاول تاریخ ۱۱ ۱۳۵۲ھ میں حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی۔ بسعی آثم حفیظ اللہ خان